Rare

DUE DATE

Cl No. ۴۱۳ ۲۱۲۱۷ Acc. No. 5273

Late Fine Ordinary Books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per Over Night Book Re. 1/- per day.

داستان ہسپان

سلسلہ اول کی دوسری جلد

فاتح ثانی ہسپانیہ

مصنفہ قاضی سراج الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا
اڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی

مطبوعہ مطبع چودھویں صدی راولپنڈی

قیمت [illegible] محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاتح ثانی ہسپانیہ

پہلا باب

کردنی خویش آمدنی پیش

جو کچھ امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ اور یزید نے حضرت امام حسینؓ کے
خلیفہ اور عبدالملک بن مروان اموی کے زمانہ میں حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کے
خانہ جنگ کیا تھا جب عباسیوں کو موقع ملا تو وہی کچھ بل کہ اس سے بھی بڑھ کر سفاح
زوال بنو امیہ کے ساتھ کیا۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی رگوں میں ایک ہی خون تھا۔ مگر
بنی ہاشمون [illegible] حصول دولت و دنیا کے طمعوں نے سفید کر دیا تھا۔ عبد مناف کے بیٹے
عبد شمس کا لڑکا امیہ تھا جس کی اولاد اس مقدمہ حصول سلطنت کا ایک فریق تھا اور
اسی مورث اعلیٰ کے تین پوتوں میں سے ایک تو آنحضرت صلعم کے والد بزرگوار

عبداللہ تھے - اور دوسرے دو یعنی عباس اور ابو طالب کی اولاد اس نزاع حکومت کے فریق ثانی تھے - امیر معاویہ نے جو امیہ کا پڑپوتا تھا اپنی ہوشیاریوں اور ہتکنڈوں سے حضرت علیؓ پر غلبہ حاصل کر کے ۴۱ھ میں دمشق میں خلافت بنی امیہ کی بنیاد ڈال دی اور سیہ کار یزید نے میدان کو مدعیان خلافت سے صاف کرنے میں اس امر کی بھی کچھ پروا نہ کی کہ جس پاک امام اور اس کی اولاد کا وہ خون بہا رہا ہے - اس میں خود رسول عربی صلعم کا خون شامل ہے - مگر حقیقت یہہ ہے - کہ حصول دولت و سلطنت کے نفسانی طمعوں نے مذہبی احترام کے تمام خیالات کو بالائے طاق رکھوا دیا تھا - یزید نے صرف آل رسولؐ کے خون سے ہی اپنے ہاتھ نہیں رنگے بلکہ زبیر کے مقابلہ میں جس نے امام حسینؓ کی طرح اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حجاز کی حکومت کا دعویدار بن بیٹھا تھا - مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ کی اس درجہ کی بے حرمتی کی کہ خانہ کعبہ کو جلا دیا تھا گو اس وقت یزید نے یہہ خیال کر لیا تھا کہ اس نے کوئی ایسا رقیب باقی نہیں چھوڑا جو بنی امیہ کی سلطنت کے مقابلہ میں سر اُٹھائے گا اور اپنے زعم میں اس نے اپنے باپ کی قایم کی ہوئی خلافت کو لازوال تصور کر لیا تھا - مگر درحقیقت یزید ہی کی ان ناشائستہ حرکات نے بنی ہاشم کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور ان کے دعوئ خلافت کی دلیلوں کو مضبوط بنا دیا - یزید کے افعال نے جو نفرت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی اُس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اُس کے اپنے بیٹے معاویہ نے اُس کا جانشین بننے اور خلیفہ کہلانے سے انکار کر دیا تھا - عبداللہ بن زبیر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر یمن - بصرہ - اور عراق پر قبضہ کر لیا اور بہ ظاہر یہہ معلوم ہوتا تھا کہ یزید پر ہی بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا - مگر قضا و قدر کو ابھی عبدالملک اور ولید جیسے جلیل القدر اور عظیم الشان اور عمر بن عبدالعزیز جیسے صالح اور عادل خلفا بنی امیہ میں سے پیدا کرنے منظور تھے - معاویہ بن یزید کے خلع خلافت پر مروان بن الحکم اموی

کی جد وجہد نے اموی خلافت کو ہاشمیوں کے ہاتھوں سے بچالیا۔ مروان کی چند روزہ حکومت کے بعد اُس کے بیٹے عبدالملک اور پوتے ولید نے کوئی تیس برس کے عرصہ تک اس شان وشوکت سے سلطنت کی کہ اُس وقت کسی کے وہم وگمان میں یہہ بات نہیں آسکتی تھی کہ بنی ہاشم کبھی پھر سر اُٹھانے کی دلیری کریں گے۔ عبدالملک اور ولید کے دایرہ سلطنت کی وسعت کا اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مغرب کی طرف مصر اور تمام آباد افریقہ میں اور یورپ میں ہسپانیہ میں شام اور ایشیا کوچک اور پھر جنوب میں سارے عرب میں اور مشرق میں ایران کابل اور ہندوستان میں صوبہ سندھ میں جس کی حدود میں راجپوتانہ اور قنوج اور کشمیر تک کا علاقہ شامل تھا۔ اور شمال میں ترکستان میں انہیں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور فغفور چین نے صرف ان کا باج گذار بن جانے سے اپنی سلطنت کو ان کی روزافزوں فتوحات کی موجوں سے بچا لیا تھا۔ لیکن پھر بھی سچی بات وہی ہے جو ہر زمانہ میں سچی ثابت ہوئی ہے کہ ہر ایک کمال کے واسطے زوال ہے۔ ولید بن عبدالملک کے بعد اُس کا بھائی سلیمان خلیفہ ہوا اور سلیمان کی وفات پر اموی خلافت نے اُس کے چچیرے بھائی عمر بن عبدالعزیز کی امارت سے زینت اور نیکنامی حاصل کی۔ عمر بن عبدالعزیز کا جانشین یزید بن عبدالملک ہوا اور اس کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ ۱۲۵ھ میں ہشام کی وفات پر خود بنی امیہ کے درمیان خلافت کیواسطے خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور آپس میں ہی کٹ کٹ کر مرنے لگے۔ اور سلطنت زوال پذیر ہونے لگی۔ جب بنی امیّہ کی خلافت کا شیرازہ ڈھیلا ہونے لگا تو بنی ہاشم کے خون میں دعویٰ خلافت کے واسطے پھر جوش پیدا ہونا شروع ہوا۔ لیکن ہاشمیوں میں سے چوں کہ استحقاق خلافت زیادہ تر علویین یعنی اولادِ حضرت علیؓ یا بنی فاطمہؓ کا تسلیم کیا جاتا تھا اور انہیں کی حمایت کی طرف لوگوں کو آسانی

سے رجوع کیا جاسکتا تھا اس واسطے وہی بنی امیہ کی رقابت کے میدان میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کا وقت تو عبدالملک اور ولید کے زمانہ میں گذرا۔ عبدالملک کے وزیر حجاج بن یوسف کے مظالم خونریزیوں اور سخت گیریوں کے مقابلہ میں کسی کو سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی مگر ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے بیٹے عبداللہ نے جدوجہد کرنی شروع کی۔ اہل ایران اور خراسان اُن کی حمایت کرنے کو تیار ہو گئے اور اُن کی ایک کثیر تعداد نے عبداللہ کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ اگر عبداللہ کو زہر دے کر اس کے دشمن اُس کی زندگی کا خاتمہ نہ کر دیتے تو عبداللہ کی کامیابی کی بہت کچھ اُمیدیں پیدا ہو گئی تھیں۔ مگر عبداللہ فوت ہو گئے اور بے اولاد فوت ہو گئے۔ سادات یعنی اولاد حضرت علیؓ میں سے اُس وقت کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جو اس بوجھ کو اپنے سر پر اُٹھا سکتا اس واسطے عبداللہ نے بغیر کسی بخل کے اپنے خاندان کی ایک دوسری شاخ کی اولاد میں سے یعنی حضرت عباسؓ کے پڑپوتے محمد بن علی کو اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ اس وقت اس بات کا خیال نہیں گذرتا تھا کہ بنی عباسؓ اور بنی فاطمہؓ میں بھی کسی وقت رقابت پیدا ہو گی۔ بنو ہاشم کا اس وقت ایک ہی متحد اور مشترک مدعا بنی امیہ کی حکومت کا قلع قمع کرنے کا تھا اور بنی فاطمہؓ اور بنی عباسؓ دونوں ہاشمی تھے۔ تاہم یہہ وہ واقع ہے۔ جس نے بنی عباسؓ کی آنے والی عظیم الشان خلافت کے واسطے ایک چھوٹا سا بیج زمین میں بو دیا۔ عبداللہ کے نقیبوں نے جو ایران اور خراسان میں پھیلے ہوئے تھے اب لوگوں سے محمد بن علی کے واسطے بیعت لینی شروع کی۔ عبداللہ نے گو محمد بن علی کا انتخاب اُس کی قابلیت کے لحاظ سے کیا تھا مگر بنی فاطمہؓ اپنے حقوق اور دعاوی کے مقابلہ میں آل عباسؓ کی ترجیح کب تسلیم کرنے لگے تھے اس واسطے وہ بھی بنی امیہ کے خلاف سلطنت کی چوگان بازی میں شریک رہے۔ محمد بن علی اپنے انتقال تک جو ۱۲۶ھ میں ہوا بنی امیہ کی خلافت کی بہت سی بنیادیں کھود چکا تھا۔ مگر اس کام کی

تکمیل اُس کے بیٹوں کی قسمت میں لکھی تھی۔ اُس کے بیٹے ابراہیم کو خوش قسمتی سے ابومسلم خراسانی جیسا قابل اور جری شخص اُس کی حمایت کرنے کو مل گیا اور ابراہیم کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ اس شخص کی ہمت مردانگی اولوالعزمی اور عباسیوں کے ساتھ اس کی سچی وفاشعاری تھی۔ ابومسلم نے بغاوت کی آگ کو اس طرح بھڑکایا کہ آخرکار اس نے اموی خلافت کے خاندان کو جلا کر برباد کر دیا۔ ابراہیم کی قسمت میں نہیں تھا کہ وہ ابومسلم کی کوششوں کا پھل کھاتا بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کو اس عظیم سازش کا حال معلوم ہو گیا اور ابراہیم کو موقع پا کر قید کر لیا۔ ابراہیم اپنے قتل کو یہ وصیت کر کے گیا تھا کہ اس کا جانشین اُس کا بھائی عبداللہ ہوگا۔ چنانچہ ابراہیم کے قتل ہونے پر ابوالعباس عبداللہ سے لوگوں نے بیعت کی اور کوفہ میں اس کو خلیفہ مشہور کیا گیا۔ ابومسلم ایران میں اپنے قدم جمائے چلا جا رہا تھا اور بنی امیہ کو وہاں سے نکال رہا تھا۔ مروان نے اس سازش کو دبا دینے کے واسطے ایک آخری کوشش کرنے کی غرض سے ایک جرار لشکر تیار کیا جس کے مقابلہ کے واسطے عبداللہ کا چچا محمد بن علی فوج لے کر آیا مروان نے میدان جنگ میں بہت شجاعت دکھلائی مگر اُس کے بخت اُلٹ چکے تھے اور بنی عباس کا ستارۂ اقبال اوج پر تھا اس نے شکست کھائی اور آخرکار میدان جنگ دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور ۱۳۲ھ میں مصر میں پکڑا گیا۔ اور قتل کر دیا گیا۔

ابراہیم کا چھوٹا بھائی ابوالعباس عبداللہ جس کو تاریخ کے صفحوں میں "سفاح" کے خوفناک لقب سے ملقب کیا گیا ہے بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہوا۔ اب امویوں کو اپنی کرنی کی بھرنی پڑ گئی کیوں کہ سفاح نے جیسا سلوک بنی امیہ کے ساتھ کیا ویسا شاید بنی امیہ نے ہاشمیوں کے ساتھ بھی بہ مشکل کیا تھا۔ مگر اصول وہی تھا کہ کوئی مدعی سلطنت زندہ نہ رہنے دیا جائے۔ دمشق میں اُس نے اپنے چچا کے ذریعہ سے ستر سرداران بنی امیہ کو دعوت کے بہانہ سے بلایا اور ان سب کو

ان کے سر اور ہڈیاں تڑواکر مار ڈالا اور ان کی لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا۔ یہہ گویا آل امیہ کے قتل عام کا آغاز تھا اور جہاں کہیں کوئی اموی مرد بوڑھا جوان یا بچہ ملا چن چن کر اُن کو مروا ڈالا اور ان کی لاشوں کو کتوں اور کوّوں کے کھانے کے واسطے کھیتوں میں پھنکوا دیا۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک اور ہشام وغیرہ کی قبریں کھدواکر اُن کی ہڈیوں تک کو جلا دیا۔ بنی عباس کی خلافت پر یہہ سب سے پہلا اور سب سے بڑا بدنما دھبہ ہے۔ لیکن سفاح جب یہہ سفاکیاں کر رہا تھا اور اس کوشش میں مصروف تھا کہ بنی امیۃ کا کوئی نام لیوا بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے اس وقت تقدیر اس کی طرف دیکھ کر خندہ کر رہی تھی کیوں کہ امراے بنی امیۃ میں سے ایک نوخیز اور نوجوان شاہزادہ عبدالرحمن سفاح کے پنجہ ستم سے بچ کر بھاگا جا رہا تھا جس کی نسبت عمال قضا و قدر نے یہہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ یہہ شخص ہسپانیہ کو فتح کر کے ایک دوسری عظیم الشان اموی سلطنت کی بنیاد رکھے گا جو اپنی عظمت شان و شوکت اور اپنے حیرت انگیز کارناموں سے عباسیہ کی سلطنت کو بھی مات کر دے گی۔ یہی عبدالرحمن ہمارے اس قصہ کا ہیرو ہے۔

دوسرا باب

ترک وطن اور فراری

سفاح نے جب دمشق میں سربرآوردہ امویوں کو قتل کر دیا اور اُن کے قتل عام کا حکم دیدیا اس وقت عبدالرحمن اور اُس کا ایک چھوٹا بھائی سلیمان دمشق میں

موجود نہیں تھے ایک مقام ذات الزیتون میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان حوادث کی خبریں بہت جلد تمام ملک میں مشہور ہوگئیں۔ عبدالرحمٰن بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کا پوتا اور معاویہ کا بیٹا تھا۔ باپ اُس کا فوت ہوچکا تھا۔ اور خلافت بنی امیہ کا حق اسی کو پہنچتا تھا۔ اس امر کے لحاظ سے وہ اس بات کا اندازہ کرسکتا تھا۔ کہ اگر وہ عباسیوں کے ہاتھ آجائے گا تو اُس کا کیا حشر ہوگا۔ وہ اپنے بھائی اور والدہ اور ہمشیرہ اور اپنے غلام بدر کو ہمراہ لے کر فلسطین کی طرف بھاگ نکلا۔ سفاح کو بھی اسی وجہ سے کہ عبدالرحمٰن خلافت کا حقدار ہے اور اس کے ہاتھوں سے بچ رہا ہے اُس کو گرفتار کرنے کی خاص طور پر فکر تھی۔ اُس نے اُسکے پکڑنے کے واسطے ایک حیلہ یہہ تجویز کیا کہ اُس کی نسبت امان اور جان بخشی کی خبر مشتہر کردی۔ مگر عبدالرحمٰن اس چال کے معنی خوب سمجھتا تھا۔ عبدالرحمٰن کا ایک بڑا دشمن اس کا اپنا حلیہ تھا۔ عمر میں وہ اٹھارہ برس پورے کرچکا تھا اور انیسویں میں قدم تھا اُس کے حسن صورت کی مورخ اس قدر تعریفیں کرتے ہیں کہ اُن کے بیان کرنے سے تھکتے نہیں ہیں۔ اس کے چہرہ کے رنگ کو سیب کی سفیدی اور سرخی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہی میں کچھ ذرا نیلگونی ملی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ ناک سیدھی۔ پیشانی کشادہ۔ لنبی گردن۔ جسم پتلا اور قامت کشیدہ بتاتے ہیں اور اس سب پر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اس کا چہرہ ایک عجیب دلکش نور سے منور اور جلال شاہی کے آثار سے ممتاز اور متمیز تھا۔ اُس نے سمجھا۔ کہ بڑے شہروں میں رہنے سے وہ بہت آسانی سے شناخت کرلیا جائے گا وہ فلسطین سے نکل کر اپنی والدہ راحہ اور اپنی بہن جس کو مورخ ام الاصبغ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اپنے بھائی اور غلام کو ساتھ لے کر دریائے فرات کے کنارہ پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں آرہا۔ جس کے گرد گھنے درختوں کا جنگل تھا۔ گو جس قدر ہوشیاری سے وہ اپنے آپ کو چھپانا چاہتا

تھا۔ اسی قدر سرگرمی سے اُس کے دشمن اُس کی تلاش میں مصروف تھے۔ ایک روز وہ اسی گاؤں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کا چھوٹا بھائی جس کی عمر تیرہ برس کی تھی بہت گھبرایا ہوا اور بھاگتا ہوا اُس کے پاس آیا اور کہا کہ سیاہ جھنڈوں والے اس گاؤں میں آ گئے ہیں۔ اس سے مُراد بنی عباس کے سپاہیوں سے تھی کیونکہ اُنہوں نے اپنا نشان سیاہ مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن یہہ خبر سُن کر وحشت زدہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی ماں اور بہن کو چند لفظوں میں الوداع کہا اور اُن کو اپنے غلام بدر کے سپرد کر کے خود چند دینار اور اپنے بھائی کو ساتھ لے کر اپنے مکان کی دیوار پھاند کر ایک دوست کے مکان پر گیا اور اُس کے ذریعہ سے دو گھوڑے اور کچھ ضروری سامان خرید کیا اس دوست کے غلام نے سپاہیوں کو اُس کے راز سے آگاہ کر دیا اور وہ جلد اُس مقام پر آ پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے گھوڑوں اور سامان کو وہیں چھوڑا اور مکان کے دوسرے دروازہ سے بھائی کو ہمراہ لئے ہوئے پا پیادہ دریائے فرات کی طرف بھاگا۔ دریا کے کنارہ پر درخت اور سبزہ بہت گنجان تھا۔ اُس میں چھپ رہنے کی اُمید تھی مگر عباسی سپاہیوں نے اُس کو دیکھ لیا تھا اور اسی طرف اس کے تعاقب میں دوڑے آ رہے تھے۔ جب وہ قریب پہنچتے ہوئے دکھائی دیئے تو عبدالرحمٰن نے کوئی صورت اپنے بچاؤ کی سوائے اس کے نہ دیکھی کہ دریا میں کود پڑے۔ اُس نے اور اُس کے بھائی نے تیر کر دریا کو عبور کرنا شروع کیا۔ سپاہیوں نے بھی اس کی مثال کی پیروی کی اُس کے پیچھے پیچھے تیرتے جا رہے تھے مگر ساتھ ہی یہہ بھی کہتے جاتے تھے۔ کہ "تم ٹھہر جاؤ اور واپس آ جاؤ ہم تم کو امان دیتے ہیں"

عبدالرحمٰن نے اُن کی ان ابلہ فریبیوں کی کچھ پروا نہ کی تیرتا ہوا دریا کے پار جا لگا۔ مگر اُس کا بھائی ابھی دریا کے نصف تک ہی پہنچا تھا کہ ظالم سپاہیوں نے اُس کو پکڑ لیا اور عبدالرحمٰن کی آنکھوں کے سامنے اُس کو قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمٰن

اُس کے بچانے کی کوئی کوشش نہیں کرسکتا تھا اور غم اور غصّہ سے پیچ وتاب کھانے کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ سپاہی ابھی تک اُس کے تعاقب میں سرگرم تھے۔ دریائے کے کنارے کے گھنے درختوں کا وسیع جنگل اُس کو پناہ دینے کے واسطے تیار تھا اور وہ اُسی میں چھپا ہوا بیٹھا رہا۔ سپاہی کئی روز تک تلاش کرنیکے بعد مایوس ہوکر چلے گئے[1]۔

عبدالرحمٰن کئی روز کی بھوک۔ پیاس۔ بے خوابی اور تکان سے خستہ اور ماندہ ہوا ہوا آخر اس جنگل سے نکلا اور مصر کا رُخ کیا۔ وہ کسی آبادی کے قریب جانے سے بچتا تھا اور بقول مورخ کانڈے کے[2] " وہ صحرائی بدوؤں اور چرواہوں کی جھونپڑوں میں ٹھہرتا اور پناہ لیتا ہوا آوارہ پھرنے میں اپنا وقت بسر کر رہا تھا۔ وہ شہروں کی دل پسند اور لذیذ نعمتوں اور وسیع دسترخوانوں پر ضیافتیں کھانے کا عادی تھا۔ لیکن اب اُس نے خوشی سے صحرانشینوں کے موٹے جھوٹے کھانے پر قناعت اختیار کی اور تمام قسم کی مصیبتوں اور سختیوں کو اس طرح برداشت کرنا شروع کیا کہ گویا اُس نے اپنی گذشتہ زندگی انہیں دشت نوردوں میں بسر کی تھی ہر روز اُس کو نئے تردوات اور خطروں کا سامنا ہوتا تھا کسی رات کو ایسے امن اور چین سے سو جانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ اور جب صبح ہوتی تھی تو عبدالرحمٰن سب سے پہلا شخص ہوتا تھا جو اپنے گھوڑے کو لگام چڑھاتا تھا[3]"۔

مصر چونکہ شام سے بہت قریب تھا اس واسطے عبدالرحمٰن کو وہاں چین اور اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا تھا اُس نے ارادہ کرلیا کہ شام سے جتنی دور ممکن ہو جا رہے اور اس خیال سے اُس نے افریقہ کا رُخ کیا۔ افریقہ کا والی اُس وقت

---

[1] مندرجہ بالا واقعات تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۱۹۷ پر خود عبدالرحمٰن کی زبان سے نقل کئے گئے ہیں۔ [2] تاریخ کانڈے جلد اوّل صفحہ ۱۶۴۔

[3] دیکھو تاریخ کانڈے صفحہ ۱۴۰ کہ عبدالرحمن نے اپنا نام جعفر المنصور رکھا ہوا تھا۔

ابن حبیب تھا جس کو خلفائے بنی امیہ نے اس جلیل القدر عہدہ پر مقرر کیا تھا۔ عبدالرحمٰن کو اس خیال سے اُمید بندھتی تھی کہ وہ اُس کو پناہ دے گا اور عباسیوں کے ہاتھ میں پڑنے سے بچالے گا۔ اُس نے اپنے اس سفر کو بھی غیر آباد علاقوں اور غیر مستعمل اور متروک راستوں سے طے کرنا شروع کیا اور اس کی مہمان نوازی کے متکفل بھی صحرائی بدو اور چرواہے ہی تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنا نام جعفر رکھ لیا تھا۔

عبدالرحمٰن اپنی ماں اور بہن کو بدر کے سپرد کر آیا تھا جو اُس کا ایک نہائیت وفادار اور جان نثار غلام تھا۔ اسی روز کی شام کو جس روز عبدالرحمٰن اپنے بھائی سلیمان کو ساتھ لے کر بھاگا تھا۔ یہہ خبر اُس گاؤں میں مشہور ہو گئی کہ جس شخص کو عباسی سپاہی گرفتار کرنے آئے تھے وہ شاہزادہ عبدالرحمٰن تھا وہ اپنے چھوٹے بھائی کو ہمراہ لے کر بھاگا ہے اور یہہ کوشش کی ہے کہ دریائے فرات کو تیر کر دونوں بھائی سپاہیوں کے ہاتھ سے بچ جائیں مگر چھوٹے کو تو پکڑ کر سپاہیوں نے قتل کر ڈالا ہے اور عبدالرحمٰن دریا کے اس پار پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن سپاہی اسکی تلاش میں مصروف ہیں۔ بدر نے اس سب کیفیت کو سُنا اور عبدالرحمٰن کی والدہ سے بیان کیا۔ سلیمان کے قتل کی خبر سُننے پر دکھیا ماں اور بیٹی جی بھر کر روئیں مگر ساتھ ہی وہ عبدالرحمٰن کی سلامتی کی دعائیں بھی مانگتی جاتی تھیں کیونکہ ماں کو اپنے اِس بیٹے اور بہن کو اپنے اِس بھائی کے ساتھ گویا عشق تھا۔ سلیمان کے غم میں اگرچہ رہ رہ کر ان کے دلوں سے ٹیسیں اُٹھتی تھیں۔ مگر تیسرے دن جب بدر نے اُن کو یہہ بتایا کہ عبدالرحمٰن کو تلاش کرنے والے سپاہی مایوس ہو کر واپس چلے آئے ہیں۔ عبدالرحمٰن اُن کے ہاتھ نہیں آیا۔ اور وہ پھر اسی گاؤں میں تلاش کر رہے ہیں کہ شاید رات کی تاریکی میں وہ پھر دریا کو تیر کر واپس آ گیا ہو تو اُن کا بہت کچھ اطمینان ہوا اور اس خبر پر خدا کا شکر ادا کیا۔

راحمہ بیچاری کی اپنے بچوں کی اس جانستان مصیبت کے غم میں خواب و خورش حرام ہو چکی تھی۔ سلیمان پر تو وہ صبر کر سکتی تھی کیوں کہ گو وہ دائمی داغ مفارقت اس کے دل پر چھوڑ گیا تھا مگر دنیا کی مزید تکلیفوں اور آلام سے اُس کو نجات مل چکی تھی مگر جب عبدالرحمٰن کی تنہائی غریب الوطنی اور مصائب سفر کا اُس کو خیال آتا تھا تو اُس کا دل ڈوب جاتا تھا۔ دو تین روز تک وہ کچھ سوچتی رہی اور آخر ایک صبح کو بدر کو بلا کر اُس کے ساتھ عبدالرحمٰن کی بابت باتیں کرنی شروع کیں اور کہا کہ "بدر۔ میں تمہاری نمک حلالی اور وفاشعاری سے بہت خوش ہوں۔ ایسی مصیبت کی حالت میں اگر تم بھی ہمارا ساتھ چھوڑ جاتے تو ہم کیا کہہ سکتے تھے"

بدر (آبدیدہ ہو کر) "میری سیدہ۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی حالت میں بھی میرے دل میں آپ کے قدموں سے علیحدہ ہونے کا کبھی خیال پیدا ہو جب تک میں زندہ ہوں اپنی عمر آپ کی اور اپنے آقا عبدالرحمٰن کی خدمت کرنے میں گزاروں گا۔ کیا میں اپنے آقا...... کی مہربانیوں اور فیاضیوں کو جو میرے حق میں اُس نے کی ہیں کبھی فراموش کر سکتا ہوں"

راحمہ (بہت متاثر ہو کر) "خدا تمہارا بھلا کرے۔ لیکن مجھ کو عبدالرحمٰن کے اکیلے بے یار و مددگار پھرتے ہونے کا خیال ہر وقت ستاتا ہے اور میں سوچتی رہی ہوں کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ تم کو اُس کے پیچھے بھیج دوں۔ اگر تم اُن کو تلاش کر لو گے اور اُس کے ساتھ ہو جاؤ گے تو اُس کے غم غلط کرنے کا ایک ذریعہ ہو جائے گا اور اُس کے مصائب اور تکالیف کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا"

بدر "جناب۔ میں خود یہی سوچ رہا ہوں مگر مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں آپ کو چھوڑ کر اُن کے پیچھے چلا گیا اور اُن کے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ اس بات سے ناراض ہوں گے کہ میں اُن کی والدہ اور ہمشیرہ کو جن کی خدمت وہ میرے ذمہ کر گئے ہیں تنہا چھوڑ آیا ہوں"

راحتہ:۔ نہیں بدر۔ اس کا انتظام میں کروں گی۔ عباسیوں کو ہم عورتوں کے ساتھ تو کوئی تعرض ہو نہیں سکتا اور نہ اُنہوں نے اب تک کیا ہے۔ میں اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر دمشق چلی جاؤں گی اور وہاں اپنے مکانوں میں ایک گوشۂ عزلت میں سکونت اختیار کروں گی۔ خدمت کے واسطے وہاں زنانہ خدمت گاریں مل سکتی ہیں اور مجھے اپنی اوقات بسری میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں میں یہہ چاہتی ہوں کہ دمشق پہونچ کر چند دانے جواہرات کے جو میرے پاس وہاں ہیں تم کو دوں کہ اُنہیں عبدالرحمٰن کو پہونچا دو۔ شاید کسی ضرورت کے وقت اُس کے کام آئیں۔ اور جب تم اُس کو یہہ بتاؤگے کہ میرے اصرار کرنے پر تم نے ہم کو چھوڑا ہے اور اگر تم ایسا نہ کرتے تو ہماری بڑی دلشکنی کا باعث ہوتا تو پھر عبدالرحمٰن تم سے ناخوش نہیں ہوگا۔"

بدر:۔ بہت اچھا جو آپ حکم دیں گے میں اُس کی تعمیل کروں گا۔"

اس قرارداد پر راحتہ نے اُس گاؤں کو چھوڑ کر دمشق جانے کی تیاری کی اور چند روز بعد دمشق پہونچ کر اپنے مکان میں سکونت اختیار کر لی۔ جب وہ ایک روز میں وہاں گذران کرنے کی تمام ضروریات کے سامان فراہم کر لئے تو بدر کی روانگی کی تیاری کی۔ گو بدر عبدالرحمٰن کی طرح پاپیادہ سفر کرنے پر اصرار کرتا تھا مگر راحتہ نے اس بات کو نہ مانا۔ اور اُس کی سواری کے واسطے ایک گھوڑا خرید کر دیا۔ کچھ جواہرات جو راحتہ کے پاس تھے اُن میں سے چند دانے اپنی ضروریات کے واسطے رکھ لئے اور باقی بدر کے حوالہ کر دیئے اور بدر عبدالرحمٰن کی درد رسیدہ ماں کی دعائیں سُنتا ہوا دمشق سے رخصت ہوا

بدر عمر میں عبدالرحمٰن سے کوئی دو ایک سال بڑا ہوگا مگر جسم اس کا بھرا ہوا اور بہت خوش شکل نوجوان آدمی تھا۔ رنگ گندم گون اور قد بہت موزوں تھا۔ جس طرح اُس کو عبدالرحمٰن سے اُلفت اور عقیدت تھی اسی طرح عبدالرحمٰن کو بھی اُس کے ساتھ بہت محبت تھی۔ شجاعت اور بہادری کے کاموں میں بھی وہ کسی سے ہیٹا نہیں تھا۔ نام کو غلام تھا مگر عبدالرحمٰن کا سلوک اُس کے ساتھ ایسا تھا جیسا کہ عزیز دوستوں کے ساتھ

ہوتا ہے سب بچپنے ہی سے دونوں نے ایک جا پرورش پائی تھی اور آقا اور خادم کی چنداں تمیز اُن کے درمیان باقی نہیں رہی تھی۔ اُس نے دمشق سے نکل کر مصر کا رخ محض اس قیاس پر کیا کہ اُس کو بہت اغلب معلوم ہوتا تھا کہ عبدالرحمٰن افریقہ کی طرف گیا ہوگا۔ کیوں کہ گذشتہ ایک صدی بھر کے زمانہ میں بے شمار قبائل عرب مصر اور افریقہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ اور ان ممالک کو انہوں نے عربستان بنا دیا تھا۔

بدر اپنے دیگر اوصاف کے علاوہ بہت بڑی ذہانت اور دوراندیشی کی صفت بھی رکھتا تھا۔ عبدالرحمٰن کی تلاش میں اُس کی زبان بند تھی صرف آنکھیں اور کان کھلے تھے۔ چوں کہ سواری اُس کے پاس تھی وہ عبدالرحمٰن کی نسبت زیادہ تیزی سے سفر کر سکتا تھا اور اس وجہ سے وہ شہروں اور قریوں اور غیر آباد علاقوں میں ایک ہی وقت میں چکر لگاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اُس کو بارقا تک پہنچے میں جو اُس وقت افریقہ کا دارالامارت تھا کوئی مہینہ بھر کا عرصہ گذر گیا مگر اس تمام عرصہ میں اُس کو عبدالرحمٰن کی کوئی خبر نہ ملی۔ اس سے وہ دو نتیجے نکالتا تھا اوّل تو یہ کہ عبدالرحمٰن اگر افریقہ کی طرف آیا ہے تو اُس نے اپنا سفر ایسے اخفا کے ساتھ طے کیا ہے کہ کوئی شخص اُس کے اصلی حال اور نام و نشان سے واقف نہیں ہونے پایا ورنہ اُس کی شناخت اور گرفتاری کا واقعہ عام طور پر مشہور ہو جاتا۔ اس خیال سے اُس کا دل خوش ہو جاتا تھا مگر پھر اُس کو دوسرا خیال یہ بھی گذرتا تھا کہ ممکن ہے کہ عبدالرحمٰن اس طرف نہ آیا ہو اور اس وقت کی اسلامی سلطنت کی وسیع حدود میں وہ کسی اور سمت کو چلا گیا ہو تو اپنی تلاش کے بے سود ہونے کے تصور سے وہ افسردہ خاطر ہو جاتا تھا۔

بارقا میں مرکز شہر میں ایک وسیع اور عالیشان جامع مسجد تھی اور شہر میں اور چھوٹی بڑی بے شمار مسجدیں تھیں۔ ہر ایک مسجد کے ساتھ طالب علموں کے رہنے اور مسافروں

کے ٹھہرنے کے واسطے مکانات بنے ہوئے تھے اور جامع مسجد میں تو طالبعلموں
کے کمروں کو چھوڑ کر کوئی دو سو مسافروں کے قیام کے واسطے جگہ اور گنجائش موجود
تھی۔ کھانا وہاں پکا پکایا ملتا تھا اور یہہ کمرے ہمیشہ اور ہر وقت پُر رہتے تھے کیونکہ
مسلمان مسافروں کی اس زمانہ میں کوئی قابل شمار تعداد اور حد نہیں تھی۔ بدر جس
روز پار تا میں داخل ہوا اُس نے یہہ سب حالات دریافت کر کے جامع مسجد میں ٹھہرنے
کا ارادہ کیا اور وہاں اُس کو ایک اچھا کمرہ مل گیا۔ دن کا جتنا حصّہ باقی تھا وہ اُس نے
بازاروں اور کوچوں اور بعض دیگر مساجد کے مسافرخانوں کے دیکھنے میں صرف کیا
اور جب مغرب کی نماز کا وقت قریب پونہچا تو وہ جامع مسجد کی طرف واپس چلا آیا۔
امام مسجد نے نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ کھڑا ہو گیا اور سامعین
کو خطاب کر کے کہنے لگا کہ "میں آج امیر ابن حبیب کے حکم کی پانچویں دفعہ تعمیل کرتا
ہوں اور تم کو پھر وہی اطلاع دیتا ہوں جو پہلے دے چکا ہوں کہ خلفائے بنی اُمیّہ
کی اولاد میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ دمشق سے بھاگ آیا ہے۔ اور
خلیفہ عباسی امیرالمومنین عبداللہ نے شام دیار و ممالک میں اُس کی گرفتاری کا حکم
بھیجا ہے۔ وہ حکم ہمارے امیر ابن حبیب کے پاس بھی پونہچا ہے۔ وہ اس نوجوان
اموی کے گرفتار کرنے کے نہایت خواہش مند ہیں۔ عبدالرحمٰن مفرور کا حلیہ قریباً قریباً
حسب ذیل ہے۔ عمر انیس برس کے قریب ہے۔ اس عمر کے لحاظ سے قد لمبا ہے
جسم کسی قدر تپلا ہے۔ رنگ گورا اور سُرخی مائل ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور چہرہ نہایت
خوبصورت ہے۔ اُس کی صورت سے ایک ایسی شان و شوکت نمایاں ہے۔ کہ
ایک نظر میں انسان دریافت کر لیتا ہے کہ وہ نسل شاہی سے ہے۔ جو شخص اس مفرور
کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگا اُس کو امیر ابن حبیب اور خود امیرالمومنین بہت [illegible]
اکرام عطا کریں گے۔"

سامعین میں سے بعض طامع اور لالچی لوگوں نے [illegible] میں چپکے چپکے

اپنے دل میں یہہ دعا مانگی کہ خدا کرے یہہ شخص ان کے ہاتھہ لگ جائے تو ان کے بھلے دن آ جائیں۔ بعض نیک دل اور خدا ترس لوگوں کے دلوں میں یہہ خیال گذرا کہ یہہ شخص واجب الرحم اور مظلوم ہے اگر ان کو مل جائے تو وہ اُس کو سفاح عباسی کے ظلم سے بچانے کی کوشش کریں۔ مگر بدر کا کیا حال تھا۔ اُس نے نہائت وحشت اور پریشانی کی حالت میں امام مسجد کا یہہ اعلان سُنا۔ اور عبدالرحمٰن کے متعلق اُس کو سخت تردد پیدا ہوا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسی حالت میں وہ کیا کرے اور کیا کر سکتا ہے۔ اگر اُس کو معلوم ہوتا کہ عبدالرحمٰن کہاں ہے تو وہ اُس کے پاس پونچ کر اس کو اس خطرہ سے آگاہ کر دیتا۔ اس کو اندیشہ اس امر کا تھا کہ اگر عبدالرحمٰن کہیں ان اعلانوں سے بے علمی کی حالت میں بارقا میں یا کسی بڑے شہر میں جا پونچا تو وہ عباسیوں کے اس جال میں جو اُنہوں نے اُس کے واسطے پھیلایا ہے پھنس جائے گا۔ لیکن پھر اُس کی اس امید سے کسی قدر تشفی ہوتی تھی کہ وہ کسی محفوظ جگہ میں ہے اور اُس کے گرفتار ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مگر اس صورت میں وہ خیال کرتا تھا کہ وہ (بدر) اُس کے تلاش کرنے میں کیوں کر کامیاب ہو سکے گا۔ اگر بالفرض وہ افریقہ میں ہی ہے تو افریقہ کے تمام صحراؤں اور ریگستانوں میں وہ کیوں کر پونچ سکے گا بہر حال اُس نے ارادہ کیا کہ اور پندرہ روز تک بارقا میں ٹھہر کر اور اس ملک کی اطراف وجوانب اور آبادیوں وغیرہ کا حال معلوم کر لینے کے بعد پھر سفر کرنا شروع کرے گا۔

ابن حبیب والی افریقہ نے جب انقلاب سلطنت اور تغیر خلافت کا حال سنا تھا تو طرح طرح کے خیالات اسکے دل میں گذرے تھے۔ پہلا خیال تو یہ تھا کہ وہ خلفائے بنی امیہ کا والی بنایا ہوا ہے۔ اور عباسیوں کیطرف اسکی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اسکو افریقہ میں اپنی خود مختار سلطنت قائم کر لینی چاہیے۔ اور اپنی خود مختاری کا اعلان

کردینا چاہئے۔ مگر پھر اُس نے سوچا کہ جلدی کرنا خلاف مصلحت ہوگا۔ پہلے اہل ہسپانیہ کی نسبت دریافت کرنا چاہئے کہ وہ کیا روش اختیار کرتے ہیں اور اس عرصہ میں موجودہ خلافت کی طاقت اور اہل مصر اور عوام الناس کے خیالات کا اندازہ کرلینا چاہئے اگر صورت حالات نے مساعدت کی تو اُس کو اپنی خواہش کے پورا کرنے کا بہترا وقت مل رہے گا۔ بقول مورخ کانڈے کے اُس نے اپنے جہاز کے بادبانوں کو اسی رخ پر چلانے کا فیصلہ کیا جدہر کو ہوا چل رہی تھی۔ اور اسی وقت اُس نے عباسیوں کی اطاعت کا اعتراف کیا اور مساجد میں امیر المومنین عبداللہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی ہدایات جاری کیں۔ جب عبدالرحمٰن کی گرفتاری کا حکم اُس کے پاس پہنچا تو اُس نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ بہت سرگرمی سے اس کی تلاش اور گرفتاری کی کوشش کرے گا تاکہ اگر اس کو بنی عباس کے زیر حکومت ہی رہنا ہے تو اُس کا عبدالرحمٰن کو گرفتار کرلینے میں کامیاب ہوجانا خلیفہ عباسی کے نزدیک اُس کے تقرب اور حصول اکرام کا باعث ہوگا۔ عبدالرحمٰن بیچارہ اپنے دل میں اسی ابن حبیب سے پناہ ملنے کی اُمید دل میں افریقیہ کا سفر کر رہا تھا۔ اُس کو معلوم نہیں تھا کہ جس شخص کی حمائت پر وہ بھروسہ کر رہا ہے وہ اُس کو پکڑ کر عباسیوں کے حوالے کردینے پر تلا بیٹھا ہے اور نہایت سرگرمی سے اُس کی تلاش کرا رہا ہے۔

بدر اگرچہ رہتا جامع مسجد کے ایک حجرہ میں تھا مگر چار پانچ روز کے عرصہ میں اُس نے تمام دیگر مساجد کے مسافر خانوں کو تلاش کر ڈالا تھا اور رات کو سونے سے پہلے ان مسافر خانوں میں ایک چکر ہر روز لگاتا تھا کہ دیکھے کہ نئے مسافروں میں کہیں اُس کا مطلوب مسافر تو نہیں آ پہنچا ہے۔ تیرہ روز اُس کو بارقا میں گذر چکے تھے اور عبدالرحمٰن کے اس نواح میں اُس کو مل جانے کی امید مایوسی سے بدل چکی تھی اور وہ وہاں سے روانگی کا قصد کر رہا تھا کہ چودہویں روز کی رات کو

مسافرخانوں میں سے پھر آنے کے بعد جب وہ جامع مسجد میں واپس آیا تو وہ اپنی غمزدہ حالت میں جو اب اُس کی معمولی حالت بن گئی تھی اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ دفعتاً اُس کی آنکھ مسجد کے ایک کونہ پر پڑی جہاں ایک تنہا شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ گو یہہ امر کسی قدر غیر معمولی تھا مگر اُس نے اُس کو کسی خاص التفات کے قابل...... نہ سمجھا اور اپنے کمرہ میں جا کر اُس نے چراغ روشن کیا۔ اُس کی عادت تھی کہ تازہ پانی کا ایک کوزہ بھر کر رات کو اپنے سرہانے رکھ کر سوتا تھا اور پچھلی رات کو وضو کر کے نماز تہجد ادا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ حسب معمول کوزہ اُٹھا کر پانی بھرنے کو چلا۔ کوئیں کی طرف جانے کا راستہ اس نماز گذار شخص سے فاصلہ پر تھا۔ مگر کسی چیز نے اُس کو تحریک کی کہ دیکھے کہ یہہ کون شخص ہے جو ایسے بے وقت مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے آیا ہے۔ رات چاندنی تھی جب بدر اُس شخص کے قریب پونچا اور ایک جانب سے اُس کے چہرہ کی طرف دیکھا تو اس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہوگئی اور کوزہ اُس کے ہاتھ سے گر پڑا مگر وہ فوراً سنبھلا اور اپنے کندھے پر سے اپنی چادر اُتار کر اُس شخص کے سر اور مونہہ پر ڈال دی۔ نماز پڑھنے والے شخص کو بھی حیرت ہوئی کہ یہہ کیا ماجرا ہے مگر وہ بدستور نماز پڑھنے میں مصروف رہا اور بدر اُس کے ایک طرف ایک عجیب حالت اضطراب میں کھڑا رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اُس نے اپنے مونہہ پر سے اس چادر کو ہٹایا اور اس خاموش استادہ شخص کی طرف دیکھ کر نہایت تعجب اور حیرت بھری مگر کسی قدر کمزور آواز میں کہا کہ "بدر"!

بدر اُس وقت تک بہت ہمت اور دل کڑا کئے ہوئے کھڑا تھا۔ مگر معلوم نہیں اس آواز میں کیا جادو کی تاثیر تھی کہ اُس کے سنتے ہی اُس کے سر میں ایک چکر آیا اور غش کھا کر زمین پر جا پڑا۔ وہ شخص جو سوائے عبدالرحمن کے اور کوئی نہ تھا چند لمحوں تک تو حیران رہا کہ کیا کرے۔ مگر پھر وہ جلدی سے نمازیوں کی وضو کرنے کی جگہ کی طرف گیا اور وہاں سے ایک کوزہ جس میں کچھ پانی تھا اُٹھا لایا۔ تھوڑا سا پانی

بدر کے حلق میں ڈالا۔ اور اُس کے مونہہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ بدر نے آنکھیں کھول دیں اور عبدالرحمن کو دیکھ کر گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور پہلا کام اُس نے پھر یہی کیا کہ اپنی چادر اُٹھا کر عبدالرحمن کے سر اور مونہہ پر ڈال دی اور کہا کہ " خدا کے واسطے اپنے مونہہ پر سے کپڑا نہ ہٹائیے اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے میرے ساتھ آئیے "

عبدالرحمن اُس وقت تک یہہ بات سمجھ چکا تھا کہ بدر اُس کی تلاش کی غرض سے اس مُلک میں آیا ہے گو اس خیال سے اُس کی طبیعت کسی قدر مکدر ہوگئی تھی کہ وہ اُسکی ہدائیت کے خلاف اُس کی والدہ اور ہمشیرہ کو تنہا چھوڑ آیا ہے۔ مگر بدر کے اُس کے مونہہ کو چھپانے کی وجہ اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی تاہم وہ اُس کے کہنے کے مطابق اُٹھا۔ اور بدر کا ہاتھ پکڑے ہوئے اُس کے ساتھ چل پڑا۔ بدر اُس کو اپنے حجرہ میں لے گیا۔ دروازہ کو اندر سے زنجیر لگا کر بند کر دیا اور پھر عبدالرحمن کے سر اور مونہہ پر سے چادر کو ہٹا کر چراغ کی روشنی میں بہت غور سے اُس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ عبدالرحمن کے چہرہ پر سے مسرت اور اطمینان کی تروتازگی غائب ہوگئی تھی۔ اور سُرخی کی بجائے چہرہ پر کچھ زردی سی معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے کپڑے پھٹے ہوئے اور میلے تھے اور جوتی بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر بدر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عبدالرحمن کے پاؤں پر گر کر اُس نے اپنے ضبط کئے ہوئے درد دل کو خاموش آنکھوں کی راہ سے بہانا شروع کیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر عبدالرحمن کا دل بھی بھر آیا اور آنکھیں پُر آب ہوگئیں اُسنے بہت پیار سے دونوں ہاتھوں سے بدر کے سر کو پکڑ کر زمین پر سے اُٹھایا۔ اور اُس کی اس اظہار ہمدردی و محبت اور ہمدردی کا عبدالرحمن کے دل پر یہہ اثر ہوا کہ اس نے اُسکے مونہہ کو چوم لیا اور کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ کہا کہ " بدر اب رونا بند کرو اور مجھ کو میرے وطن اور میری ماں اور بہن کا حال بتاؤ "

بدر نے آنکھوں کو پونچھا مگر ابھی تک اُس کو ہچکولے آرہے تھے۔ اُس نے ایک اندوہ زدہ اور ٹوٹی پھوٹی آواز میں جواب دیا کہ " آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کو میں تندرست چھوڑ کر آیا ہوں "

عبدالرحمٰن :- "کہاں پر"

بدر :- "دمشق میں"

عبدالرحمٰن :- "دمشق میں اُن کو کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا"

بدر :- "آپ کی والدہ خیال کرتی تھیں کہ اُن کے واسطے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عباسیوں نے آپ کے خاندان کی کسی عورت کو اب تک نہیں ستایا۔ اور اُمید نہیں کہ آیندہ بھی اُن کو کوئی تکلیف پونچائیں"

عبدالرحمٰن :- "مگر تم اُن کو تنہا چھوڑ کر چلے آئے ہو۔ اُن کی خبر گیری اور حفاظت کون کرے گا"

بدر :- "مجھ کو اسی خیال سے کہ آپ کا حکم اُن کے پاس رہنے کا تھا۔ آپ کی تلاش میں نکلنے میں بہت تامل تھا۔ مگر آپ کی والدہ صاحبہ نے اس بارہ میں سخت اصرار کیا اور کہا کہ اگر میں اُن کی خواہش کی تعمیل نہیں کروں گا تو وہ مجھ سے ناراض ہوں گی۔ میں مجبوراً وہاں سے چل پڑا"

عبدالرحمٰن :- "مگر تم کو یہہ کیوں کر معلوم ہوا کہ میں افریقہ کی طرف گیا ہوں"

بدر :- "محض قیاس سے میں نے اس امر کا اندازہ کیا تھا کہ ملک المغرب دور افتادہ سرزمین ہے اور آپ حتی الوسع کسی ایسے ہی علاقہ میں پناہ گزین ہونے کی کوشش کریں گے"

عبدالرحمٰن :- "تو تم یہاں بارقہ میں کب سے ہو"

بدر :- "کوئی دو ہفتہ کے قریب ہوگئے ہیں اور اب میرا ارادہ تھا کہ کل یا پرسوں یہاں سے روانہ ہو جاؤں"

عبدالرحمٰن :- "تم نے میرے مونہہ کو چھپانے کی کیوں کوشش کی کیا تم کو یہہ خوف ہے کہ مجھے کوئی پہچان لے گا"

بدر - اسی بات کا تو میں آپ سے ذکر کرنا چاہتا تھا۔ ابن حبیب والی

افریقہ نے عبداللہ عباسی کی خلافت کو تسلیم کر لیا ہے اور مسجدوں میں اُسی کے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا ہے۔ اور عبداللہ کے حکم مطابق آپ کی گرفتاری کا اعلان کرایا ہے۔ اور آپ کا حلیہ ایسا مفصل اور واضح طور پر مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ کوئی شخص پہلی نگاہ میں آپ کو پہچاننے سے نہیں چوکے گا۔ خیریت تو یہہ ہوئی کہ آپ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے ہیں کہ سب لوگ سو رہے ہیں۔ میں اور مسجدوں میں آپ کی تلاش کی غرض سے گیا ہوا تھا۔ اس واسطے جاگتا ہوا آپ کو مل گیا۔"

عبدالرحمن:۔ میں تو بارقہ میں اس اُمید سے داخل ہوا تھا کہ ابن حبیب مجھ کو پناہ دے گا اور اس نواح میں چند روز کہیں آرام سے گذاروں گا۔"

بدر:۔ مگر ابن حبیب تو عبداللہ کو خوش کرنے کے واسطے آپ کی گرفتاری پر تلا بیٹھا ہے۔"

عبدالرحمن:۔ تو اب پھر کیا تجویز کی جائے۔"

بدر:۔ بارقہ میں ایک لمحہ بھر ٹھہرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد اس مقام کی تمام آبادی آپ کی دشمن پائی جائے گی۔"

عبدالرحمن:۔ مگر یہہ خطرہ تو افریقہ کے ہر ایک شہر میں یکساں ہوگا۔"

بدر:۔ ہم کو شہروں میں داخل ہونے سے احتراز کرنا پڑے گا۔ اور چھوٹی سے چھوٹی بستیوں میں ٹھہرتے ہوئے سفر کرنا لازم ہوگا۔"

عبدالرحمن:۔ مگر جائیں کس طرف کو؟"

بدر:۔ اور زیادہ مغرب کو۔ جس حد تک جا سکیں اور اگر ضرورت ہو تو اندلس (ہسپانیہ) میں داخل ہو جائیں۔"

عبدالرحمن جو گذشتہ سفر کی تکالیف سے بہت خستہ اور ماندہ تھا ذرا سی دیر کے واسطے خاموش ہو گیا۔ مگر جو حالات اُس کو بدر سے معلوم ہوئے تھے اُن کی

موجودگی میں سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ ان صعوبات سفر کو ابھی اور ایک مدت تک برداشت کرنے پر رضامند ہوا۔ اس نے آخر کار کہا کہ "بہت اچھا ایسا ہی کیا جائے۔ جیسے تم کہتے ہو"۔

بدر: "لیکن یہاں سے روانہ ہونے میں اب کوئی دیر نہیں کرنی چاہئے۔ میرے پاس دو تین جوڑے کپڑوں کے اور ہیں ان میں سے ایک آپ پہن لیں اور سواری کے واسطے ایک گھوڑا بھی میرے پاس ہے اس پر سوار ہو لیں اور یہاں سے چل دیں"۔

عبدالرحمن: "ہاں کپڑے تمہارے تو میں پہن لوں گا مگر میرا گھوڑے پر سوار ہونا اور تمہارا میرے ہمراہ پیدل جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ میں کسی امتیاز کا آدمی ہوں۔ اور یہہ امر لوگوں کی توجہ کو کشش کرنے کا باعث ہوگا"۔

بدر نے عبدالرحمن کی اس دور اندیشی کی صحت کو تسلیم کیا اور کہا کہ "اچھی بات ہے گھوڑے کو یہیں چھوڑ جائیں گے"۔

بدر نے تب اپنے کپڑوں کا ایک جوڑہ نکالا۔ اور عبدالرحمن کو پہننے کے واسطے دیا۔ اور اس کی ماں نے جو جواہرات کے اس کے واسطے دیئے تھے وہ اس کے پیش کئے مگر عبدالرحمن نے ان کے متعلق کہا کہ "ان کو تم ہیں اپنے پاس رکھو میرے جسم پر ان کا ہونا مصلحت کے خلاف ہے"۔

جب دونوں تیار ہو گئے تو عبدالرحمن نے بدر کو کہا کہ "میں ایک بات بتانا تم کو بھول گیا ہوں میرا نام عبدالرحمن نہیں ہے جعفر ہے"۔

بدر: "بہت اچھا"۔

جامع مسجد سے نکل کر دونوں مسافر شہر کے ایک مغربی دروازہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بدر جس نے شہر کے متعلق اچھی واقفیت حاصل کر لی تھی۔

آگے آگے تھا اور عبدالرحمن اُس کے پیچھے۔ ان دنوں میں دن اور رات میں اس قدر مسافر شہر میں داخل ہوتے تھے اور شہر سے نکلتے تھے کہ شہر کے دروازے کسی وقت بند نہیں کئے جاتے تھے البتہ ان پر سپاہی ہر وقت پہرہ پر کھڑے رہتے تھے جس دروازے سے بدر اور اُس کا ساتھی نکلے وہاں سپاہی موجود تھا مگر اُس نے دو آدمیوں کا اُس وقت شہر سے باہر جانا کوئی غیر معمولی امر تصور نہ کیا اور یہہ وہاں سے بلا دقت نکل گئے۔ جب آفتاب کے طلوع ہونے کا وقت ہوا تو بارقہ سے بہت دور جا چکے تھے۔ شارع عام یا بڑی سڑک کو چھوڑ کر چھوٹے راستوں پر چلنا شروع کیا۔ دن میں کچھ دیر تک سایہ کے نیچے آرام کیا۔ اور شام کے وقت ایک بستی میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت عبدالرحمن نے بدر کو کہا کہ "میری یہہ رائے ہے کہ رات کو ہم جب کسی بستی میں رہیں تو دونوں ایک ہی گھر میں نہ رہا کریں۔ تاکہ ہمارے ایک دوسرے کو خطاب کرنے کی وضع یا کسی اور امر سے کسی کو ہم پر کوئی اشتباہ کرنے کا موقع نہ ملے۔"

بدر نے بھی اس امر سے اتفاق کیا اور بستی میں داخل ہونے سے پہلے ایک موقع مقرر کر دیا جہاں وہ پچھلی رات کو پھر سفر شروع کرنے کے واسطے ایک دوسرے سے ملیں گے اور اس کے بعد بھی ان کا یہی شعار رہا۔

المغرب اور افریقہ کی اس تمام سرزمین میں یا تو قبائل عرب آباد تھے یا اہل بربر جو مسلمان ہو گئے تھے۔ اور عربوں سے اُن کے مذہب اور زبان کے ساتھ ہی اُن کے اور تمام اوصاف سیکھ لئے تھے۔ عربوں کی مہمان نوازی جو دنیا بھر میں ضرب المثل تھی، بربریوں کی طبیعت کا بھی خاصہ بن گئی تھی۔ اور کسی بے سر و سامان مسافر کو اپنے میزبان کی کوئی شکائیت کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اور جہاں کہیں بسیرا کرنے کی ضرورت پیش آجاتی تھی آرام

وآسائش کی ہر ایک چیز مہیا کر دی جاتی تھی۔

تیسرا باب

آوارہ گردی اور عشق کا کرشمہ

عبدالرحمٰن اور بدر کے آیندہ ایام آوارہ گردی میں بسر ہوئے سفر کی تکان اور تکالیف کے اور کوئی امر قابل بیان نہیں ہے۔ وہ مغرب کی طرف رُخ کئے ہوئے بائیس روز تک متواتر چلتے رہے۔ بائیسویں روز کو غروب آفتاب کے قریب ایک واقعہ پیش آیا۔ جس نے ان کے تسلسل سفر کو کچھ روز کے واسطے بند کر دیا۔

سورج ڈوبنے کو تھا اور وہ ایک بستی کی طرف جہاں اُنہوں نے شب بسری کا ارادہ کیا ہوا تھا رُخ کئے ہوئے جا رہے تھے۔ ابھی گاؤں کوئی میل بھر کے فاصلہ پر تھا کہ درختوں کے ایک جھنڈ سے جو پانی کے ایک چشمہ کو گھیرے ہوئے تھے اُنہیں ایک چیخ کی آواز سنائی دی جو کسی عورت کی دردبھری آواز معلوم ہوتی تھی پھر وہ آواز بند ہوگئی جس سے قیاس ہوتا تھا کہ یا تو چیخنے والے کا کسی نے گلا دبا دیا ہے یا اُس کے مونہہ کو بند کر دیا ہے۔ پہلی دفعہ چیخ کی آواز سُنتے ہی عبدالرحمٰن نے بدر کی طرف اور بدر نے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا اور دونوں نے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ کوئی بات کہنے کے ان درختوں کی

طرف رُخ کیا ۔ وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام موٹا دراز قد اور نہائیت بدصورت بربری ایک کم سن عورت یا لڑکی کو اپنے دونوں بازوؤں پر اُٹھائے ہوئے لئے آرہا ہے ۔ ایک ہاتھ سے اُس نے اُس کی ٹانگوں کو پکڑا ہوا ہے اور دوسرا ہاتھ اُس کی گردن کے نیچے سے گذار کر اُس کے ساتھ اُس کے مونہہ کو بند کیا ہوا ہے تاکہ وہ آواز نہ نکال سکے ۔ جب عبدالرحمٰن اور بدر نے اس حبشی کو اس حالت میں دیکھا اور حبشی نے ان دونوں کو اپنے قریب پہونچتے دیکھا وہ لوٹا اور اُن کی طرف پیٹھ کرکے اُس نے مخالف سمت میں بھاگنا شروع کیا ۔ مگر وہ موٹاپے کے باعث تیزی سے بھاگ نہیں سکتا تھا اور عبدالرحمٰن اور بدر نے چند چھلانگیں لگا کر اُس کو جا لیا ۔ بربری نے کمر میں ایک لوہے کی زنجیر باندھی ہوئی تھی ۔ عبدالرحمٰن نے اس زنجیر کو پکڑ کر اس بربری دیو کو کھڑا کر دیا اور اُس کے مقابل ہو کر کہا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکی کو تم جبراً پکڑے لئے جا رہے ہو ۔"

بربری (غصہ کے ساتھ) "اگر جبراً پکڑے لئے جا رہا ہوں تو تم کو اس سے کیا ہے ۔"

عبدالرحمٰن "اگر تم اس کو جبراً پکڑے لئے جا رہے ہو تو میری یہ غرض ہے کہ اس کو تمہارے ہاتھوں سے چھڑا دوں ۔"

بربری یہہ سُن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کہا کہ "تم نے دیکھا نہیں کہ میری کمر میں جو تلوار ہے وہ تمہارے قد کے برابر لمبی ہے ۔"

عبدالرحمٰن "میں نے اس سے بھی لمبی تلواریں دیکھی ہوئی ہیں ۔ اگر تم کو اپنی لمبی تلوار کا گھمنڈ ہے تو اس کا ابھی امتحان کر لیتے ہیں ۔"

یہہ بات سُن کر بربری نے لڑکی کو اپنے بائیں بازو کے نیچے بغل تلے دبا لیا وہ بہت جھنجھلا کر دائیں ہاتھ سے تلوار کو نیام سے کھینچ کر باہر نکالا ۔ اور عبدالرحمٰن

کی طرف اس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ عبدالرحمن نے بھی اپنی تلوار کو ہاتھ
میں لے لیا اور بربری کے حملہ کا انتظار کرنے لگا۔ بدر نے بھی اس کیفیت کو دیکھ
اپنی تلوار سنبھال لی مگر عبدالرحمن نے اُس کو ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ وہ ایک
طرف کھڑا رہے۔ بربری نے چار پانچ ہاتھ تلوار کے پے در پے عبدالرحمن
پر چلائے۔ مگر عبدالرحمن کی تلواری بازی اور فن مبازرہ کی مشقیں اور بہترین
ہنرمند استادوں کے سبق ایسے نہ تھے کہ ایک بھدّے بربری کو اس پر
کوئی ترجیح حاصل ہوسکتی۔ عبدالرحمن نے اُس کے گرد گھومتے میں اسکی
دائیں جانب سے ایک ہلکی سے چوبھ تلوار کی دی جس کے درد سے
حبشی کراہ اُٹھا اور یہ سمجھ کر کہ اُس کا رقیب اپنے کام سے اچھی طرح واقف
ہے اور اُس کے ہلکے پھلکے بدن کے مقابلہ میں اُس کا موٹا جسم اور پھر لڑکی
کو اُٹھائے ہونا اُس کو نقصان پہنچائے گا اُس نے لڑکی کو زمین پر ڈال دیا۔
اُس عاجز لڑکی کو کچھ تو سانس رُکا رہنے کے باعث اور کچھ خوف کے مارے
غش سا آگیا تھا۔ مگر جب اُس نے اپنے آپ کو آزاد پایا تو حیران ہوکر اس
کیفیت کو دیکھنے لگی جو بربری اور عبدالرحمن کے درمیان گذر رہی تھی۔ عبدالرحمن
کا منشا بربری کو قتل کرنے یا اُس کو مہلک طور پر زخمی کرنے کا نہیں تھا کیوں کہ
اس سے اُس کو اپنی نسبت خطرات کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ وہ
اُس کو صرف اس حد تک بیکار کر دینا چاہتا تھا کہ وہ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا جائے
بربری نے اب پہلے سے زیادہ جد و جہد کرنی شروع کی مگر سب بے سود
تھی۔ عبدالرحمن کے ایک بال کو بھی وہ چھو نہ سکا۔ اُس کے دائیں بازو کے
زخم سے خون بہ رہا تھا اور کچھ کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی۔ عبدالرحمن نے
اب اُس کے بائیں بازو میں تلوار کی چوبھ سے ایک ویسا ہی اور زخم پیدا
کر دیا۔ بربری اس زخم کے لگنے سے پھر چیخا اور چوں کہ عبدالرحمن اس کی تلوار

کے نزدیک نہیں آتا تھا۔ اُس نے غصہ میں آکر تلوار کو گھما کر عبدالرحمٰن کی طرف دے ماری۔ عبدالرحمٰن ایک طرف کو دکر بچ گیا اور تلوار دور جا پڑی جس کو بدر نے دوڑ کر اٹھا لیا۔ بربری نے اب زیادہ انتظار کرنے کے بغیر جنوب کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ اُس نے ایک دو دفعہ لوٹ کر دیکھا کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ مگر عبدالرحمٰن کی اُس کے پیچھے جانے کی کوئی غرض نہیں تھی۔

بربری دیو جب بھاگ نکلا تو عبدالرحمٰن اُس کم سن عورت کی طرف متوجہ ہوا وہ سہم اور خوف کے باعث نہایت سراسیمہ حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اُس کے پاس جا کر پوچھا کہ " تم کون ہو۔ اور یہ شخص کون تھا "

لڑکی اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ اُس نے پریشان نگاہوں سے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا اور کوئی بات اُس کے مونہہ سے نہ نکلی۔ عبدالرحمٰن نے اُس کی اس حالت کا اندازہ کرکے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور بہت پیار اور دلاسے سے کہا کہ " اب تم ڈرو نہیں۔ تمہارے دشمن کو ہم نے بھگا دیا ہے۔ وہ اب تم کو کچھ نہیں کہے گا۔ اور ہم تم کو تمہارے والدین یا رشتہ داروں کے پاس جہاں کہیں وہ ہوں گے پونہچا دیں گے۔ اب بتاؤ تمہارے والدین کہاں رہتے ہیں "

لڑکی کا دل ان باتوں کے سُننے سے بڑھ گیا۔ بربری کو اُس نے خود بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اُس نے عبدالرحمٰن کے سوال کے جواب میں اسی گاؤں کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سے دکھائی دے رہا تھا اور قریب ہی تھا۔ عبدالرحمٰن نے اِس پر اُس کو کہا کہ " اب تاریکی ہوتی جاتی ہے تم ہمت کرکے اُٹھ کھڑی ہو اور میں تمہارے ساتھ جا کر تم کو تمہارے گھر پونہچا دوں گا "

جب لڑکی اُٹھ کھڑی ہوئی اور چلنے کو تیار ہوگئی تو عبدالرحمٰن نے بدر کو اشارہ سے سمجھایا کہ ان کی قرا۔ داد کے بموجب وہ اس سے الگ ہو کر گاؤں میں داخل ہوا اور خود اُس لڑکی کے ساتھ چل پڑا۔ لڑکی آگے آگے جا رہی تھی اور عبدالرحمٰن اُس کے پیچھے پیچھے۔ تھوڑی ہی دیر میں گاؤں میں پہنچ گئے۔ یہہ ایک اچھی بڑی بستی معلوم ہوتی تھی۔ اور جس مکان میں لڑکی داخل ہوئی وہ ایک اچھا خاصہ وسیع اور اچھے سلیقہ کا بنا ہوا مکان تھا۔ دروازہ اور ڈیوڑھی سے اندر جا کر ایک بہت کشادہ صحن تھا اور اُس کے چاروں طرف بہت صاف اور ستھرے کمرے بنے ہوئے تھے جن کے آگے سربسر برامدہ تھا۔ شمال کی طرف کمروں اور برامدہ میں روشنی تھی۔ اور وہاں اُس گھر کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن تو ڈیوڑھی میں کھڑا ہو گیا اور وہ لڑکی بھاگی ہوئی اندر گئی اور ایک جوان عورت سے لپٹ کر اُس نے زور سے ایک چیخ ماری۔ عبدالرحمٰن وہاں سے چلا آیا ہوتا۔ مگر اُس بڑی عورت کے حسین چہرہ کی ایک جھلک اُس نے دیکھ لی تھی اور خود لڑکی کے بکھرے ہوئے بال اور خوبصورت شکل روشنی میں اُس کو بہت دل چسپ معلوم ہوئے تھے اس کیفیت نے تھوڑی دیر کے واسطے اُس کو بے حس و حرکت بنا دیا اور اس تماشہ کو دیکھتا ہوا وہیں کھڑا رہ گیا۔ لڑکی کے چیخ مارنے پر اس گھر کے لوگ سب بدحواس سے ہو گئے اور اس جوان عورت نے جو لڑکی کی ماں معلوم ہوتی تھی بہت پیار سے اُس کو کہا کہ "بیٹی کیا ہوا ہے۔ مجھے جلدی بتاؤ"

لڑکی نے روتے ہوئے ہی کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ "اگر یہہ شخص مجھ کو اُس کالے کافر کے ہاتھ سے نہ بچاتا تو وہ مجھ کو چرا لے جاتا"

جوان عورت "کون سا شخص"

لڑکی کو خیال تھا کہ اُس کا ہمراہی اُس کے پیچھے پیچھے مکان کے اندر چلا آیا ہے مگر اُس نے سب طرف دیکھا وہ آدمی وہاں نہیں تھا۔ تو کہنے لگی کہ "وہ دروازہ تک تو میرے ساتھ آیا تھا" جوان عورت نے یہہ بات سُن کر ایک نوجوان لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "یونس۔ دیکھ تو ڈیوڑہی میں تو کوئی آدمی نہیں کھڑا ہے"

لڑکا یہہ سُن کر دوڑا ہوا گیا۔ اور عبدالرحمٰن کو دیکھ کر جو وہیں ڈیوڑہی میں کھڑا تھا وہیں سے چلا کر بولا کہ "ہاں۔ اماں ایک شخص ڈیوڑہی میں کھڑا ہوا ہے"

یہہ سُن کر اُس جوان عمر عورت نے اپنے سر کے دوپٹہ کو بڑہا کر گھونگٹ سا نکال لیا اور ایک خدمت گار عورت کو کہا کہ روشنی لے کر اُس کے ہمراہ چلے۔ وہ خود اُس لڑکی اُسی طرح سے مونہہ کھولے ہوئے اُس کے ساتھ چلی اور ڈیوڑہی کی طرف آئیں۔ روشنی میں اُس نے عبدالرحمٰن کے چہرہ کو دیکھا تو اُس کے حسن صورت پر اُس کو نہائیت تعجب ہوا۔ مگر اُس وقت اُس کے دل میں صرف شکرگذاری کے خیالات تھے اور اظہار شکرگذاری کے لئے ہی وہ آئی تھی۔ اُس نے اپنی نہائیت سُریلی آواز میں کہا کہ " آپ کہاں کے رہنے والے ہیں"

عبدالرحمٰن "میں مُلک شام کا رہنے والا ہوں"

عورت " تو یہاں آپ نو وارد مسافر ہیں"

عبدالرحمٰن " جی ہاں"

عورت نے یہہ سُنتے ہی بغیر کچھ اور کہے سُنے کے ڈیوڑہی کے جنوب کی طرف کا ایک دروازہ کھولا اور خدمتگار عورت کو اس کے اندر روشنی لے جانے کو کہا پھر وہ خود اور اُس کے ساتھ وہ لڑکی اندر داخل ہوئیں اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ "آپ

اس کمرہ میں تشریف لے آئیے"۔

عبدالرحمٰن کمرہ میں داخل ہوا۔ کمرہ کا ایک دروازہ تو وہی تھا جس سے وہ داخل ہوئے تھے۔ ایک دروازہ مغرب کی طرف تھا جو گلی میں کھلتا تھا۔ جنوب کی طرف معلوم ہوتا تھا کہ اسی قسم کے دوسرے پیوستہ کمرہ کا دروازہ ہے اور مشرق کی جانب مکان کے صحن میں جانے کا دروازہ تھا۔ کمرہ بہت ستھرا اور پاکیزہ تھا اور اُس میں قیمتی فرش بچھا ہوا تھا۔ عورت نے عبدالرحمٰن کو بیٹھ جانے کو کہا اور خود کھڑے سے ہی کھڑے نہایت سُریلی آواز میں بولی کہ" آپ نے میری پیاری بیٹی جوارہ کو کسی چور سے چھڑا لانے میں جو احسان عظیم ہم پر کیا ہے اُس کے بار سے ہم کبھی سبکدوش نہیں ہو سکیں گے۔ اگر میری بیٹی کے ساتھ کچھ بن جاتی تو ہم سب زندہ درگور ہو جاتے۔ لڑکی کا باپ جس کو وہ حد سے زیادہ پیاری ہے گھر میں نہیں ہے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر میں آئے گا تو خود آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔ آپ اس گھر کو اپنا گھر تصور کریں اور ہمارا مہمان ہونا قبول فرمائیں"۔

عبدالرحمٰن نے جو اس اثنا میں اس لڑکی کی جانب بہت حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور جس کی آنکھیں گویا اُس کے چہرہ پر گڑ گئی تھیں جواب دیا کہ "میں نے کوئی ایسی خدمت آپ کی نہیں کی ہے جس کے واسطے میں کسی شکریہ کا مستحق سمجھا جاؤں۔ کوئی اور شخص جو میری جگہ ہوتا وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ میں تو اس خفیف سے معاملہ کا ذکر سُننے سے بچنے کے واسطے کسی اور گھر میں رات گذارنے کا خیال کر رہا تھا۔ مگر یوں ہی اتفاق سے یہاں ذرا دیر کھڑا رہ گیا"۔

عورت۔ "جو کوئی شخص بھی ہم پر یہہ احسان کرتا ہم اُس کے ویسے ہی شکرگذار ہوتے جیسے کہ آپ کے ہیں اور یہہ امر ہمارے واسطے نہایت

رنج اور تاسف کا باعث ہوتا اگر آپ ہم کو اس عنایت کا شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ دیتے آپ ہم پر یہہ دوسرا احسان فرمائیں کہ جب تک آپ یہاں ٹھہرنا پسند کریں ہم کو اپنا میزبان ہونے کی عزت بخشیں - میں اب جاکر آپ کی ضروریات کی چیزیں بھجواتی ہوں - اور پھر کہتی ہوں کہ آپ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر آرام کریں "

یہہ کہکر وہ عورت دروازہ کی طرف چلی - لڑکی نے جاتے وقت عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا اور عبدالرحمٰن تو ایک لمحہ کے واسطے بھی اپنی آنکھیں اُس کی طرف سے ہٹا نہیں سکا تھا - آنکھیں دو چار ہوگئیں مگر معلوم نہیں کہ عبدالرحمٰن کی نگاہ نے اس معصوم نظر کو کیا کہہ دیا تھا - کہ لڑکی نے حیا اور حجاب سے آنکھیں نیچی کرلیں اور کمرہ سے بھاگ کر نکل گئی -

عبدالرحمٰن کو اس عورت کی زبان سے معلوم ہوچکا تھا کہ لڑکی کا نام حوارہ ہے - اُس کو جو چند لمحے حوارہ کی شکل و صورت روشنی میں قریب سے اور زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے کے ملے تھے ان کے خاتمہ پر اس کے دل میں خود بخود ایک سوال پیدا ہوا اور وہ یہہ تھا کہ " کیا اس نے اپنی تمام عمر میں اس سے زیادہ حسین کوئی صورت دیکھی ہے اور یہہ کہ زنانہ حسن کے لحاظ سے اس سے زیادہ حسین کوئی صورت ہوسکتی ہے " اُس کا اپنا ہی دل اور دماغ اس سوال کا یہہ جواب دے رہا تھا کہ " نہیں "

حوارہ کی عمر کوئی تیرہ یا چودہ برس کی معلوم ہوتی تھی - رنگ دودھ کی طرح سفید تھا - رُخسارے گلاب کی پنکھڑیوں کا رنگ چُرائے ہوئے معلوم ہوتے تھے - آنکھوں کی یہہ کیفیت تھی کہ گویا دو مشعلیں روشن کرکے رکھ دی گئی ہیں اور لمبی سیاہ پلکیں اُن کی حفاظت پر مقرر کی گئی ہیں - ناک پتلی اور تیکھی چھوٹا سا مونہہ اور یاقوتی رنگ کے پتلے ہونٹ سفید موتیوں کی دو لڑیوں کو

چھپائے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کے سے رنگ کی کشادہ اور فراخ پیشانی اُس کی غیر معمولی ذہانت کو ثابت کر رہی تھی۔ لمبے سیاہ بال ایک پتلی بلند گردن سے گذرتے ہوئے کمر تک پہنچ رہے تھے۔ عمر کے لحاظ سے اُس کے قامت کشیدہ کی بلندی زیادہ معلوم ہوتی تھی اور جس طرح بدن دُبلا پتلا تھا اسی طرح اُس کے ہاتھ اور پاؤں نہایت نازک اور حسین تھے۔ اُس کے بشرہ کی ہیئت مجموعی سے ذہانت اور ذکاوت ٹپکتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور اس ساری کیفیت نے عبدالرحمٰن کے دل میں ایک گدگدی سی پیدا کر دی تھی۔

بربری مسلمانوں کا تصور کرنے پر شاید یہہ قیاس پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہہ سب افریقہ کے سیاہ فام لوگ تھے۔ مگر یہہ قیاس درست نہیں ہے۔ عربوں سے پہلے اہل روما نے ایک زمانہ دراز تک اس ملک میں سلطنت کی تھی اور اُن کے ہزاروں خاندان اس ملک میں آباد ہو گئے تھے۔ اور بہت سے ان میں سے ایسے تھے جنھوں نے اپنے خالص رومی خون کو مخلوط نہیں ہونے دیا تھا۔ اور مسلمان ہو جانے پر بھی اُن کی یہی حالت تھی۔ گذشتہ سو برس کے عرصہ میں ہزارہا عربی قبایل نے اسی سرزمین کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور جہاں عربی اور رومی اور بربری اقوام کے باہم شادی بیاہ کرنے سے مخلوط نسلیں بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ وہاں عربوں اور رومیوں میں ایسے خاندان بھی موجود تھے جنھوں نے اپنی شرافت خاندانی کے غرور سے اپنے خالص خونوں کو محفوظ رکھا تھا۔ اور حوارہ کے والدین ایک اس قسم کے رومی گھرانے کے یادگار تھے۔ یہہ قبیلہ مکناسہ کی بستی تھی جس میں اور مخلوط نسلوں کے مکناسی حوارہ کے باپ نعیم کی خاص طور پر عزت اور تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور اس کو اپنے قبیلہ کا

سرداد تصوّر کرتے تھے کیوں کہ وہ اس ایک نہایت شریف رومی خاندان میں اُن کے خیال کے مطابق نجیب الطرفین یعنی خالص رومی تھا۔ اور اُن کے مرد اور عورتیں اسی تمیز کے لحاظ سے اب تک خوبصورت رومی وضع کا لباس پہنتے تھے۔ پس گو یہہ سب قبائل اب عام طور پر بربری کہلاتے تھے مگر اس سے لازمی طور پر یہہ مراد نہیں ہوتی تھی کہ وہ افریقیہ کے سیاہ فام باشندے ہی ہیں۔

حوارہ اور اُس کی والدہ کو عبدالرحمٰن کو کمرہ میں چھوڑ کر گئے ہوئے چند ہی لمحہ گذرے تھے کہ ایک آدمی کے ڈیوڑھی میں سے گذر کر مکان کے اندر جانے کی اُس کو آہٹ معلوم ہوئی اور خیال کیا کہ شاید حوارہ کا باپ اپنے گھر میں داخل ہوا ہے۔ اور فی الواقع یہہ حوارہ کا باپ نعیم تھا۔ وہ ڈیوڑھی میں سے گذرتے ہوئے عبدالرحمٰن کے کمرہ کے بند کواڑوں کے سوراخ میں سے روشنی نکلتی ہوئی دیکھ گیا تھا۔ اُس نے اندر جاتے ہی حوارہ کی ماں کو خطاب کر کے کہا کہ "مریم۔ کوئی مہمان ہمارے ہاں آ ٹھہرا ہے"

مریم (جو حوارہ کی ماں کا نام تھا) "جی ہاں ہمارے ہاں ایک مہمان آیا ہے جس کی غائیت درجہ خاطر و تواضع کرنی ہم پر واجب ہے"

نعیم "اپنے سب مہمانوں کی تواضع کرنا ہمارا فرض ہے"

مریم "مگر اس مہمان نے تو ہم پر ایک ایسا عظیم احسان کیا ہے کہ گویا ہم سب کی جانیں بچائی ہیں"

نعیم (کچھ گھبرا کر) "آخر کیا واقع ہوا ہے"

مریم "حوارہ کو میں ہمیشہ منع کرتی تھی کہ وہ تنہا باہر نہ جایا کرے۔ مگر وہ تیسرے پہر کے وقت چشمہ پر جانے سے باز نہیں آتی تھی۔ آج کوئی بربری چور اُس کو اُٹھا کر

لے چلا تھا کہ یہہ شخص جو ہمارا مہمان ہے۔ اتفاقاً وہاں آپونچا اور حوارہ کو چور سے چھڑا کر لے آیا اور ہمارے گھر پونچا دیا"

اس بات کو سُن کر نعیم نے ایک نہایت غضب آلود تیوری چڑہائی۔ مگر حوارہ کی طرف دیکھ کر اُس کے خیالات کی کیفیت فوراً تبدیل ہوگئی اور آگے بڑہ کر اُس نے حوارہ کو اس طرح سے گود میں اُٹھالیا جس طرح ایک چھوٹے بچے کو اُٹھا لیتے ہیں اور اُس کے مونہہ اور سر کو چومنا شروع کیا۔ حوارہ اُس کو اِس قدر پیاری تھی کہ زندگی کے واسطے اس کے حواس خمسہ کی طرح ایک جزو ضروری بن گئی تھی۔ جب دیر تک وہ اس طرح سے اُس کے ساتھ اظہار محبت کرچکا تو اُس کے مونہہ سے نکلا کہ " جس نے حوارہ کو مجھے زندہ لاکر دیا ہے اُس نے خود مجھے میری زندگی لاکر دی ہے " اور پھر حوارہ کو اُس نے اپنی گود سے الگ کرکے اور ایک چوکی پر بٹھاکر کہا کہ " بیٹی بتاؤ وہ چور کون تھا اور کس طرح یہہ واقعہ گذرا "

حوارہ کے خوف وخطر کے خیالات اور اس حادثہ کی دہشت اب سب جاچکے تھے۔ اُس نے بہت وضاحت سے بیان کیا کہ " میں چشمہ پر بیٹھی ہوئی پانی کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ ایک کالا دیو (جس کے قد اور سیاہ رنگ اور ہیئت کی اُس نے بہت ہی اچھی تصویر کھینچ کر بتائی) وہاں آپونچا اور مجھ کو اُٹھا کر لے بھاگا۔ میں نے اُس وقت ایک چیخ ماری مگر پھر اُس نے میرا مونہہ بند کرلیا اور مجھ کو غش آگیا۔ پھر جب مجھ کو ہوش آئی تو میں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کالا چور اور ایک آدمی تلواروں سے آپس میں لڑ رہے تھے۔ مجھ کو خوف تھا کہ کالا دیو اس آدمی کو مار ڈالے گا مگر اُس نے اُس کے ساتھ اس طرح لڑائی کی کہ چور نے تنگ آکر اپنی تلوار اُس شخص کی طرف زور سے دے ماری۔ وہ آدمی تو کود کر بچ گیا اور ایک اور شخص نے جو وہاں کھڑا تھا تلوار کو اُٹھا لیا تب وہ چور بھاگ

گیا اور مجھ کو وہ آدمی جس نے چور سے اڑائی کی تھی گھر لے آیا۔"

اس کیفیت کو سن کر نعیم نے پھر حوارہ کے سر اور آنکھوں کو چوما اور پھر اس کی زبان سے یہی کلمہ نکلا کہ " جس نے حوارہ کو مجھے زندہ لا کر دیا ہے۔ اس نے خود مجھے میری زندگی لا کر دی ہے " یہہ کہا اور وہ سیدھا عبدالرحمن کے کمرہ کی طرف گیا۔ دروازہ کھولا اور دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھا نعیم کی عمر تیس اور چالیس برس کے درمیان تھی۔ گورا رنگ۔ سیاہ گول داڑھی اور نہائت خوش آیند اور خوبصورت چہرہ تھا۔ قد لنبا اور جسم بھرا ہوا تھا۔ مگر عبدالرحمن سے بڑھ کر نعیم کو اس کے دیکھنے سے تحیر اور تعجب ہوا۔ گو لباس اس کا معمولی تھا۔ مگر اس کے چہرہ کا کامل اور دلاویز حسن و جمال اور شاہانہ جاہ جلال آفتاب کی طرح نمایاں ہو رہے تھے۔ عبدالرحمن نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ حوارہ کا باپ اور گھر کا مالک ہے وہ اس کے سلام کا جواب دے کر اس کی تعظیم کے واسطے اٹھا۔ مگر نعیم کے دل میں جو خیالات اس وقت موجزن تھے ان کا اثر یہہ ہوا کہ اس نے آگے بڑھ کر عبدالرحمن کو گلے سے لگا لیا اور دیر تک اپنے سینہ سے لپٹائے رکھا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بیٹھ گیا اور کہا کہ " پیارے بھائی۔ میں اپنے مونہہ میں وہ زبان نہیں رکھتا ہوں جو آپ کے احسان کا کافی شکریہ ادا کر سکے۔ خداوند کریم نے آپ کے وجود میں ایک رحمت کا فرشتہ ہمارے لئے بھیجا ہے جس نے ایسی نیکی۔ مروت۔ شرافت اور شجاعت کا کام کیا ہے کہ کسی نے اس سے بڑھ کر نہیں کیا ہوگا۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں اور میرے بال بچے آپ کے اس احسان کے خرید کردہ غلام ہو چکے ہیں اور اپنی عمر بھر میں اس کو فراموش نہیں کریں گے "

عبدالرحمن اس احسان مندی اور شکر گذاری کے پُرجوش اظہار سے بہت ہی متاثر ہوا اور اس نے نعیم کا قطع کلام کر کے کہا کہ " یہہ آپ کی شرافت اور بزرگی ہے

کہ آپ ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں ورنہ میں اپنے آپ کو کسی شکریہ کا مستحق نہیں خیال کرتا ۔ یہہ ایک عام انسانی ہمدردی کا ایسا کام میری خوش قسمتی کے باعث مجھ سے سرزد ہوا ہے جو ہر ایک شخص کرتا ہے ۔ آپ مہربانی کرکے اس کا اور زیادہ ذکر نہ کریں "

نعیم " آپ میرے خیالات کا اندازہ نہیں کرسکتے ہیں کیوں کہ آپ کو معلوم نہیں کہ وہ شخص جو سوارہ کو اُٹھائے لیئے جا رہا تھا کون تھا اور کس غرض سے لے جا رہا تھا ۔ سوارہ نے جو اُس کا حلیہ بیان کیا ہے اس سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ بدذات ایک نہایت مشہور بربری قزاق اور سارق تھا جس کا نام بسطام ہے اور جو مسلمانوں کے حسین بچوں کا سرقہ کرتا ہے ۔ اور اُن کو شہروں میں لے جا کر غلام اور لونڈیاں بنائے جانے کے واسطے فروخت کرتا ہے ۔ میں کئی روز سے سُن رہا تھا کہ اس نواح سے بچے چرائے جا رہے ہیں اور چوروں کا سُراغ لگانے کے درپے تھا ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میری اپنی پیاری بیٹی کے چرائے جانے کی نوبت آ پہنچے گی ۔ میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب میں اس بات کا تصور کرتا ہوں کہ میری لخت جگر بیٹی کو چور لے جاتے اور اُس کو کسی کی لونڈی یا کنیز بننے کے واسطے فروخت کر دیتے ۔ خدا جانتا ہے کہ ہم سب اس بیٹی کے غم میں گھل گھل کر مر جاتے "

عبدالرحمن خاموشی سے اس تقریر کو سُنتا رہا اور جب نعیم اپنی کلام کو ختم کر چکا تو اُس نے کہا کہ " تو اس صورت میں میں اپنے آپ کو زیادہ خوش نصیب خیال کرتا ہوں کہ آپکی ایک ایسی خدمت کر سکا ہوں جس کی قدر کرنے میں آپ اس قدر مبالغہ فرماتے ہیں ۔ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ وہ شخص ایسا بُرا اور موذی ہے تو میں اُس کو جان سے مار ڈالتا "

نعیم " اگر آپ اس خبیث ڈاکو کو قتل کر دیتے تو افریقہ کے مسلمانوں پر ایک

بڑا احسان کرتے اور حکومت کی طرف سے آپ کو بہت انعام واکرام عطا ہوتے والیان افریقہ نے اُس کو گرفتار کرنے کی بہت کوششیں کی ہیں مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔کئی دفعہ اُس کو سرکاری سپاہیوں نے پتہ لگا کر جا گھیرا ہے مگر وہ اس قدر شہ زور اور بہادر ہے کہ ہر دفعہ کئی آدمیوں کو قتل کر کے بھاگ گیا ہے۔میں حیران ہوں کہ آپ نے اُس پر کس طرح غلبہ حاصل کیا "

عبدالرحمن (مسکراکر) وہ موٹا تازہ ضرور ہے مگر مبازرہ اور تلوار بازی کے فن میں تو ایک طفل مکتب سے بھی کم ہے۔اور یا شاید یہہ شخص وہ بسطام نہیں تھا جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں "

نعیم "مجھ کو کامل یقین ہے کہ وہ بسطام ہی تھا کیوں کہ اور کوئی چور میری بستی سے چوری کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتا "

عبدالرحمن " میں نے اُس کو دانستہ قتل کرنا نہیں چاہا کیوں کہ میرے علم میں اُس نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا تھا جس کی سزا میں اُس کا قتل کرنا واجب ہوتا ورنہ میں نے اُس کو ایک دفعہ نہیں بیس دفعہ قتل کر دیا ہوتا "

نعیم نے اس نوجوان شخص کے دلفریب چہرہ کی طرف بہت حیرت کے ساتھ دیکھا اور اُس کے بشرہ کی سیاست کو دیکھ کر اُس کے دل میں خیال گذرا۔کہ یہہ شخص کسی معمولی درجہ کا آدمی نہیں ہے اور کہا کہ " کیا آپ اپنے نام و نشان سے مجھے اطلاع بخش کر میری مسرت کو بڑھائیں گے "

عبدالرحمن " میرا نام جعفر ہے اور میں شام کا رہنے والا ہوں۔بعض خانگی حالات نے ترک وطن کرنے پر مجبور کیا ہے اور اندلس (ہسپانیہ) کا قصد کیا ہے کہ وہاں کوئی اچھی روزگار کی صورت بن جائے گی "

نعیم " میرا نام نعیم ہے اور میں بربری کہلانے کے باوجود خالص رومی ہوں۔خدا نے نعمت دین حقہ اسلام سے مشرف فرمایا ہے اور آسائش دنیوی

بھی حاصل ہے۔ بہت وسیع اراضیات کا مالک ہوں۔ اور حکومت کی طرف سے قبیلہ مکناسہ کا سردار ہونے کے باعث وظیفہ بھی ملتا ہے۔ میں نے اگرچہ تھوڑی دیر کے واسطے آپ کو دیکھا ہے مگر آپ کی محبت کا ایک ایسا گہرا نقش دل پر بیٹھ گیا ہے کہ گویا عمر بھر آپ سے محبت کرنے میں گذری ہے۔ آپ سے جُدا ہونے کا خیال بہت شاق گذر رہا ہے۔ کیا آپ یہہ نہیں پسند کریں گے کہ اسی جگہ سکونت اختیار کرلیں۔ جو کچھ میں رکھتا ہوں وہ سب آپ کی دولت ہوگی "

عبدالرحمٰن نعیم کے اس اخلاص اور اظہار اُلفت اور مروت سے بہت متاثر ہوا اور جواب دیا کہ " خدا آپ کے املاک آپ کے نصیب کرے اور آپ کو صحیح و سلامت رکھے۔ سردست تو میں اس نواح میں نہیں ٹھہر سکتا اور اس سفر کو جاری رکھنے پر مجبور ہوں۔ آپ کی عنایات کو میں ہمیشہ یاد رکھونگا اور آپ کی ملاقات کے پر تکلف اور خوش آیند خیالات اپنے دل میں لیئے ہوئے صبح آپ کی خوشنما بستی سے روانہ ہوں گا

نعیم " یہہ تو آپ نے بڑے ستم کی بات کہی ہے کہ صبح آپ یہاں سے روانہ ہوں گے۔ مانا کہ آپ میری اس درخواست کو کہ اسی جگہ سکونت اختیار کرلیں منظور نہیں کر سکتے۔ لیکن یہہ آپ کی بڑی بے مہری ہے کہ آپ چند ماہ بھی ہمارے پاس نہ ٹھہریں۔ آپ کے ہسپانیہ میں دیر سے پونہچنے سے جو کچھ آپ کا نقصان ہوگا وہ ہم بھر دیں گے "

عبدالرحمٰن نے سوچا کہ کسی خاص منزل مقصود کی طرف تو وہ جا نہیں رہا ہے۔ مدعا اس کا صرف مرکز حکومت سے دور نکل جانے کا ہے اور اب وہ بارقہ سے کئی منزلوں کے فاصلہ پر پونہچ چکا ہے۔ آخر کہیں نہ کہیں اس کو ٹھہرنا ہوگا۔ سفر کی تکالیف بھی بہت کچھ برداشت کر چکا تھا اور اس

سب کے علاوہ اس ننھی سی حور کا تصور جو اس نے اس گھر میں دیکھ پائی تھی اور جو اس کو اس مہمان نواز گھر میں لے آنے کا باعث ہوئی تھی کہہ رہا تھا کہ "عبدالرحمٰن یہاں سے جانے کی اتنی جلدی کیوں کر رہا ہے"۔ اُس نے چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد کہا کہ " آپ کی شفقت اور مہربانی کا میں بہت مشکور ہوں چند ماہ تو نہیں مگر آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے کی غرض سے چند روز تک یہیں ٹھہر جاؤں گا"

نعیم " فی الحال میں اتنی ہی بات سے نہایت خوش ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ کچھ روز یہاں رہنا تو آپ نے منظور کر لیا ہے۔ پھر دیکھا جائیگا کہ وہ روز کتنے روز ہوتے ہیں"

عبدالرحمٰن نے کسی بات کا خیال کر کے اُس سے پوچھا کہ " یہاں سے سب سے قریب کوئی بڑا شہر جہاں کوئی سرکاری عامل رہتا ہو کون سا ہے"

نعیم " سب سے بڑا شہر یہاں سے قریب فسطاط ہے جو کوئی پانچ چھ روز کا راستہ ہے۔ اگر کبھی آپ اُس کی سیر کرنا پسند کریں گے۔ تو میں آپ کے ہمراہ چلوں گا"

نعیم بے چارے کو کیا خبر تھی کہ عبدالرحمٰن ان شہروں کا احوال اُن کی سیر کرنے کی غرض سے نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ اُن سے دور بھاگنے کی ضرورت کی وجہ سے۔ بہر حال یہاں سلسلہ گفتگو ختم ہوا اور نعیم نے اپنے بڑے بیٹے یونس کو جس کی عمر سولہ سترہ برس کے قریب تھی آواز دی اور کہا کہ خدمتگاروں کو کہے کہ کھانا لے آئیں۔ چنانچہ عبدالرحمٰن۔ نعیم اور یونس تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ نعیم اور عبدالرحمٰن آپس میں کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے مگر عبدالرحمٰن بار بار یونس کی طرف دیکھتا تھا کیوں کہ اُس کی صورت اکثر خط و خال کے لحاظ سے حوا

کا گویا ایک مثنیٰ تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر تینوں نے نماز پڑھی اور پھر نعیم نے اس خیال سے کہ اُس کے عزیز مہمان کو جلدی آرام کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اُس کے کمرے کے جنوب کی طرف کے مکان کا دروازہ کھول دیا اور بتایا کہ یہہ اُس کی خوابگاہ کا کمرہ ہوگا اور پھر سلام و دعا کہتا ہُوا اپنے مکان کے اندر چلا گیا۔

نعیم جب اپنی بیوی اور بچوں میں جا بیٹھا تو اُس نے اُن کو مہمان کا کُل حال جو اُس نے دریافت کیا تھا اور جو باتیں اُس کے ساتھ ہوئی تھیں سب بیان کیں اُس کا نام بتایا اور پھر خود ہی کہا کہ" یہہ شخص اس کی حیرت انگیز خوب صورتی اور اوضاع و اطوار سے کسی بڑے شریف خاندان کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے اسی انقلاب سلطنت کے باعث جو شام میں ہُوا ہے کہ بنی امیہ کی جگہ بنی عباس قابض خلافت ہو گئے ہیں یہہ نوجوان شخص ترک وطن کرنے پر مجبور ہوا ہو۔ بہرحال جتنے روز وہ ہمارا مہمان رہے گا۔ ہم اُس کی کماحقہ خدمت کریں گے تاکہ جو احسان اُس نے ہم پر کیا ہے اُس کا کچھ تو بدلہ اُتار سکیں "۔

حوارہ اس شخص کی تعریفیں سُننے سے جس کا نام اُس کے باپ نے جعفر بیان کیا تھا دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی مگر جانتی نہیں تھی کہ کیوں۔ کیا صرف اسی وجہ سے کہ اُس نے اُس کو ایک چور سے چھوڑایا ہے یا اس کے سوائے کوئی اور بھی وجہ ہے۔ اُس کے معصوم دل میں کچھ اس قسم کا خیال گذر رہا تھا کہ جعفر کے ساتھ اُس کو محبت ہو گئی ہے۔

عبدالرحمٰن سونے کے واسطے اپنی چارپائی پر جا لیٹا۔ سب سے پہلا خیال تو اُس کے دل میں یہہ گذرا کہ چوں کہ اُس نے صبح کی روانگی ملتوی کر دی ہے اُسے پچھلی رات کو اُٹھ کر بدر کو اس امر کی اطلاع دینی ہوگی پھر اُس روز کی اس شام کے غیر معمولی واقعات کے خیالات یکے بعد دیگرے اُس کے دل میں گذرے اور آخر کار حوارہ کی تصویر کا عکس اُس کے آئینہ خیال میں آ کر جم گیا کہ ہٹانے سے ہٹتا نہیں تھا۔

اُس نے خیال کیا کہ اگر وہ اچھی اور آسودہ حالت میں ہوتا تو ایک ایسی حسین لڑکی کو دیکھنے کے بعد اُس کو اپنی زوجیت میں لے آنے کی کوشش کرتا اور اس میں کامیاب ہوجانے پر اس کی زندگی کیسی پُرمسرت زندگی ہوتی۔ مگر اپنی موجودہ حالت کا تصور کرنے پر اُس کے دل سے ایک آہ سرد نکلی اور ایک ایسے سکتہ کی سی حالت میں پڑا رہا کہ اُسی حالت میں سوگیا۔

پچھلی رات کو روزانہ سفر اختیار کرنے کے وقت پر جاگ اُٹھنے کی اُس کی عادت ہوئی تھی۔ اُسی وقت پر اُس نے اُٹھ کر کپڑے پہنے۔ بدر کے ساتھ وہ شام کو اشارہ سے اُسی چشمہ کے قریب ملنے کی قرار داد کر آیا تھا اور اُسی طرف روانہ ہوا۔ چشمہ کے قریب جب پوہنچا تو بدر کو وہاں موجود پایا۔ اور بدر کے سلام کا جواب دینے کے بعد فوراً اُس کو کہا کہ " بدر آج ہم اس وقت روانہ نہیں ہونگے"

بدر۔ "کیوں جناب خیریت ہے"

عبدالرحمن۔ "ہاں خیریت ہے۔ کل ہم نے جس لڑکی کو اُس بربری سے چھڑایا تھا وہ اس بستی کے سردار کی بیٹی ہے۔ اُس کے باپ نے اس امر پر بہت اصرار کیا ہے کہ میں چند روز اسی جگہ ٹھہر جاؤں۔ اور میں اُس سے انکار نہیں کرسکا"

بدر۔ "تو یہہ آپ نے سوچ لیا ہے کہ یہاں رہنے میں کسی قسم کا اندیشہ تو نہیں ہے"

عبدالرحمن۔ بہ ظاہر تو کوئی اندیشہ نہیں معلوم ہوتا۔ یہاں سے سب سے قریب بڑا شہر قسطلات ہے جو پانچ چھ روز کا راستہ بیان کیا جاتا ہے اور اس نواح کے لوگوں کی اُس طرف چنداں آمد و رفت نہیں ہے"

بدر۔ "جیسے آپ کی خوشی ہو۔ مجھے اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن میرا یہہ خیال تھا کہ اگر ہم کوئی دس منزلیں اور مغرب کی طرف نکل جاتے تو غالباً زیادہ محفوظ ہوتے"

عبدالرحمٰن :۔ اگر خدا کو ہماری حفاظت منظور ہے تو سب جگہ وہی حافظ ہے۔ یہاں چند روز آرام کر لینے میں کوئی ہرج نہیں معلوم ہوتا خصوصاً اس حالت میں کہ میرا میزبان اس امر کی درخواست کرنے میں سخت مصر ہے"۔

یہہ کہ کر عبدالرحمٰن نے بدر کو وہ تمام کیفیت سُنائی جو رات کو اُس کے اور اُس کے میزبان نعیم کے درمیان گذری تھی۔ ان حالات کے سُننے سے بدر کے دل پر بھی بہت اثر ہوا اور اُس نے کہا کہ " اُس کی خواہش کو قبول کرنے اور اس جگہ کچھ روز ٹھہر جانے کا فیصلہ کرنے میں آپ نے بالکل ایک مناسب امر کیا ہے۔ اس نواح میں کسی شخص کو اپنا ہمدرد بنا لینا ممکن ہے کسی ضرورت کے وقت ہمارے کام آجائے"۔

عبدالرحمٰن :۔ "تو تم یہہ ایام کہاں گذارو گے"۔

بدر :۔ "میں جہاں ٹھہرا ہوں وہیں ٹھہرا رہوں گا"۔

عبدالرحمٰن :۔ "مگر تمہارے میزبان کو کئی روز تک تمہیں مہمان رکھنا گراں گذرے گا"۔

بدر :۔ "جس شخص کے گھر میں میں رات کو ٹھہرا ہوں وہ ایک اچھا بھلا مانس آدمی ہے۔ کلیب اُس کا نام ہے خود عرب ہے اور ایک رومی عورت سے اُس نے نکاح کیا ہوا ہے۔ میں یہاں ٹھہر جانے کی ضرورت کے واسطے کوئی عذر پیش کر دوں گا۔ اور اس غرض کے واسطے کہ میرا اُس کے گھر ٹھہرنا اُس کو ناگوار نہ معلوم ہو۔ میں دن میں اُس کا کام کرتا رہوں گا"۔

عبدالرحمٰن :۔ "اچھا یوں ہی سہی۔ مگر ہر شام کو غروب آفتاب کے بعد اسی چشمہ پر تم مجھ سے مل لیا کرنا"۔

بدر:۔ "بہت اچھی بات ہے"
یہہ کہ کر بدر اپنے میزبان کے گھر کی طرف واپس چل دیا اور عبدالرحمن نعیم کے مکان کی طرف روانہ ہوا اور پیشتر اس کے کہ گھر کے آدمی جاگیں وہ سونے کے کمرہ میں جاکر چارپائی پر پڑ رہا۔
بدر کلیب کے مکان پر پہنچ کر حسب عادت تہجد پڑہنے اور عبادت کرنے میں مصروف رہا اور اُسی جگہ نماز فجر ادا کی۔ کلیب مسجد میں نماز پڑہنے گیا تھا جب واپس آیا تو بدر نے اُٹھ کر اُس کو بیرونی دروازہ سے داخل ہوتے ہی سلام کہا اور کہا کہ "میں آپ سے ایک دو باتیں کہنا چاہتا ہوں" کلیب اس کمرہ کے اندر آگیا جس میں بدر ٹھہرا ہوا تھا اور بدر کو بہت شفقت سے اپنے پاس بٹھا کر کہا کہ "جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں کہیں"
بدر:۔ "میں نے شب کو جب میں آپ کے پاس ٹھہرنے کے واسطے آیا تھا تو یہہ کہا تھا کہ مجھے اس بستی میں صرف رات بھر گذارنی ہے۔ چنانچہ میں پچھلی رات کو اپنے سفر پر روانہ ہو پڑا تھا۔ لیکن مجھ کو ایک اور مسافر مل گیا اور اُس نے مجھ کو اطلاع دی کہ جس شخص کی تلاش میں میں جارہا ہوں وہ اپنی بستی میں موجود نہیں ہے اور کوئی دس روز تک واپس آئے گا۔ پہلے تو میں نے ارادہ کیا تھا کہ اُسی کی بستی میں جاکر اُس کا انتظار کروں مگر چونکہ وہ اور دس بارہ منزل یہاں سے آگے ہے اور میں پچھلے سفر کی تکان سے بہت ماندہ ہو چکا ہوں میں نے ارادہ کیا ہے کہ چند روز آپ کی بستی ہی میں آرام کر لینے کے بعد یہاں سے روانہ ہوں"
کلیب (بدر کا قطع کلام کرکے) "تو آپ کو شاید اس بات کا تردد ہوا ہے کہ مجھے آپ کو کچھ دنوں تک مہمان رکھنے میں تامل ہوگا۔ واللہ۔ یہہ خیال آپ کا غلط ہے۔ جب تک آپ کو ضرورت ہو آپ میرے گھر میں ٹھہریں۔ میں

اس بات پر خدا کا شکر کروں گا کہ اُس نے مجھے ایک مہمان کی خدمت کرنے کا موقع دیا ہے۔"

بدر۔" میں یہی درخواست کرنا چاہتا تھا کہ چند روز تک آپ کے گھر میں رہ سکوں۔ لیکن آپ کی اس مہربانی کو میں ایک شرط پر منظور کرنے کو تیار ہوں۔"

کلیب ۔" وہ شرط کیا ہے؟"

بدر۔" شرط یہہ ہے کہ جو کچھ آپ کا کام کاج ہو آپ اُس کے کرنے کی مجھے اجازت دیں۔"

کلیب ۔" تو یہہ پھر مہمانی تو نہ ٹھہری یہہ تو صلۂ خدمت ہوگیا۔"

بدر۔" کچھ ہی ہو اگر آپ میری اس شرط کو منظور کریں گے تو میں آپ کے ہاں ٹھہرنے پر راضی ہوں گا ورنہ کہیں اور جا رہوں گا اور وہاں بھی اسی شرط پر رہنا قبول کروں گا۔"

کلیب دو ایک لمحوں کے واسطے خاموش ہوگیا۔ درحقیقت بدر کی یہہ شرط اور اس پر اُس کا اصرار اُس کو خوش گوار معلوم ہوا۔ اُس وقت فصل استادہ پکے ہوئے تھے۔ اور سب لوگ اپنے اپنے فصل کاٹنے میں مصروف تھے۔ کلیب نے کسی فالتو آدمی کی اُس کو فصل کاٹنے میں مدد دینے کے واسطے بہت تلاش کی تھی مگر کوئی آدمی نہیں ملا تھا اور اُس کو لاچار ہوکر نہایت ناخوشی سے اپنی اکلوتی جوان لڑکی سلمہ کو اس کام میں اپنے ساتھ شریک کرنا پڑا تھا اُس کو خیال گذرا کہ اگر ان باپ بیٹی کے ساتھ یہہ تیسرا شخص شامل ہوگیا تو اس کام سے وہ بہت جلد فارغ ہوجائیں گے۔ اس بات کو سوچ کر اُس نے بدر کو جواب دیا کہ اگر آپ اس بات پر اصرار کرتے ہیں تو میں مجبوراً آپ کی اس شرط کو منظور کرلیتا ہوں۔ مگر آج کل میرا کام فصل کو کاٹنے کا ہے اور شاید اس قسم کا

کام آپ کے شان کے مطابق نہ ہوگا اور آپ کو اُس کے کرنے میں بہت تکلیف ہوگی"

بدر "میں تمام عمر اسی قسم کا کام کرتا رہا ہوں اور اس کے کرنے سے مجھ کو راحت ہوگی"

کلیب یہہ سُن کر دل میں خوش ہوا اور کہا کہ "آپ کی مرضی کی میں مخالفت نہیں کرنا چاہتا - مگر میں ان دنوں میں صبح سویرے روٹی کھا کر باہر کھیتوں میں چلا جاتا ہوں اور نماز ظہر تک وہیں کام کرتا ہوں اور اُس کے بعد گھر واپس آتا ہوں - آپ آج تو آرام کریں کل سے میرے ساتھ چلا کیجے گا اور میرے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایے گا"

بدر "مجھ کو آرام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے - آپ کھانا کھا کر تیار ہوں اور میں اسی وقت آپ کے ہمراہ جانے پر آمادہ ہوں"

کلیب نے یہہ سُن کر کچھ شکرگذاری کے الفاظ کہے اور مکان کے اندر جا کر اپنے اور بدر کے کھانے کے واسطے روٹی لایا اور جب کھانے سے دونوں فارغ ہوگئے تو باہر جانے کے واسطے تیار ہوئے - کلیب مکان کے اندر جا کر تین درانتیاں ایک کپڑے میں باندھ کر اپنی لڑکی کو ساتھ لئے ہوئے باہر نکلا - لڑکی چادر سے مونہہ کو چھپائے ہوئے تھی صرف ایک آنکھ کھلی تھی تاکہ راستہ وغیرہ دکھائی دے سکے - بدر نے اُس کی طرف ایک نظر دیکھنے سے صرف اتنا اندازہ کیا کہ اُس کا قد نہائیت موزوں و جسم متناسب ہے مگر اُس لڑکی نے جس کا نام سلمہ بیان کیا جا چکا ہے کئی دفعہ راستہ میں بدر کی طرف دیکھا اور اُس کی صورت اور شکل اُس کو بہت ہی بھلی معلوم ہوئی -

کھیتوں میں پہنچ کر تینوں نے ایک ایک درانتی لے لی اور فصل کے کاٹنے میں مصروف ہوئے - تھوڑی ہی دیر کے بعد کلیب نے اندازہ کیا کہ دونوں

باپ بیٹی کے برابر بلکہ اُن سے زیادہ کاٹتا ہے اور نہایت خوشی اور سرگرمی سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ ظہر تک تینوں کام میں مصروف رہے اس روز کا کام ہر ایک سابق دن سے دوچند سے زیادہ معلوم ہوتا تھا اس عرصہ میں کام کرنے کی حالت میں کئی دفعہ سلمہ کے مونہہ پر سے اُس کی چادر ہٹ گئی اور بدر نے ایک سے زیادہ دفعہ اُس کے چہرہ کو دیکھا اور اُس سے بہت ہی متاثر ہوا۔ رنگ اُس کا ملیح تھا۔ آنکھوں کو چشم غزال سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ ناک اور مونہہ ٹھوڑی اور پیشانی رومی عورتوں کے مشہور حسن کا نمونہ تھیں اور فی الجملہ وہ ایک نہایت حسین چہرہ تھا۔ لیکن جس امر نے بدر کے دل پر سب سے زیادہ اثر کیا اور اُس کے دل میں رحم اور رقت کے خیالات پیدا کر دیئے وہ یہہ تھا کہ کام کرتے ہوئے کئی دفعہ سلمہ نے درانتی کو زمین پر رکھ دیا اور دائیں ہاتھ سے بائیں کو اور بائیں سے دائیں ہاتھ کو دبایا اور ایک دفعہ جب بدر کو نزدیک سے زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملا تو اُس نے دیکھا کہ اُس کے چھوٹے چھوٹے نازک ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس تمام کیفیت کو اُس نے اپنے دل میں رکھ لیا اور اُس وقت خاموشی سے اپنے کام کو ختم کیا۔ اس وقت کلیب نے بدر کے کام کی نہایت تعریف کی اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر تینوں گھر کو واپس آئے۔ سلمہ کی ماں نے اُن کے واسطے جو کچھ کھانے کو پکا رکھا تھا اُسے کھا کر تینوں آسودہ ہو گئے۔

رات کو کلیب اور بدر نے پھر مل کر کھانا کھایا اور جب فارغ ہو چکے تو کلیب نے کہا کہ "آپ نے آج اس قدر شاقہ محنت سے کام کیا ہے کہ آپ تھک گئے ہوں گے۔ اور جلدی آرام کرنے کے محتاج ہوں گے۔ اگر اسی نسبت سے کام ہوا جیسے آج ہوا ہے تو یہہ کام ہفتہ عشرہ ہی میں

ختم ہوجائے گا۔"

بدر:" مجھ کو کوئی غیر معمولی تکان محسوس نہیں ہوئی ہے اور میں بھی اس بارہ میں آپ سے کچھ ذکر کرنا چاہتا تھا۔"

کلیب:" کہئے۔"

بدر:" میں یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس فصل کے کاٹنے کے کل کام کو میرے سپرد کردیں۔ میں اکیلا بھی اس کو ہفتہ عشرہ ہی میں ختم کر دوں گا۔"

کلیب:" یہہ امر میں کبھی بھی گوارا نہیں کرسکتا کہ اپنے مہمان سے ایک غلام یا مزدور کا کام کراؤں۔ آپ کی یہہ امداد ہی کافی ہے اس سے ہم باپ بیٹی کا کام بہت ہلکا ہوجائے گا۔"

بدر:" تو کم سے کم میں بھی اس امر کو تو گوارا نہیں کرسکتا کہ ایک جوان عورت سے یہہ کام کرایا جائے اور آپ اپنی لڑکی پر رحم کرنے سے میرے خیالات پر احسان کریں گے۔ میں ایک عورت کو اپنے ساتھ اس قسم کی مشقت کا کام کرتے دیکھنا برداشت نہیں کرسکتا اور اگر اس میں آپ اصرار کریں گے تو مجھ کو کوئی اور جگہ پناہ لینے کی تلاش کرنی پڑے گی۔"

کلیب کو بھی آخر بوجہ مجبوری اپنی لڑکی کو اس کام میں اپنے ساتھ شریک کرنا پڑا تھا وہ بدر کی اس دھمکی سے نہایت خوش ہوا اور کہا کہ "آپ کی اس رحم دلی سے صرف میں ہی آپ کا مشکور نہیں ہوں بلکہ سلمہ کی ماں اور خود سلمہ آپ کے بہت شکر گذار ہوں گے۔"

بدر:" میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے میری اس درخواست کو قبول کرلیا ہے۔"

کلیب:" خدا آپ کو جزائے خیر دے۔"

بدر: "آپ ایک درانتی میرے کمرہ میں چھوڑ دیں۔ میں وقت بے وقت بھی اس کام کو کرتا رہوں گا۔"

بدر جب رات کو سویا تو ایک درانتی اُس کے سرہانے موجود تھی وہ آدھی رات کے وقت اُٹھا اور کپڑے پہن کر درانتی ہاتھ میں لئے ہوئے بستی سے باہر نکل کر کلیب کے کھیتوں میں جا پہنچا۔ ٹھنڈا وقت تھا۔ سوائے نماز کے پڑھنے کے باقی تمام عرصہ اُس نے فصل کے کاٹنے میں صرف کیا۔ کلیب کے مسجد سے واپس آنے سے پیشتر وہ گھر پہنچ گیا اور خوب اشتہا کے ساتھ کھانا کھا کر پھر کلیب کے ساتھ کھیتوں میں جانے کے واسطے تیار ہو گیا۔ کلیب کو وہاں پہنچ کر اس امر کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا کہ جتنا فصل پہلے روز تینوں نے مل کر کاٹا تھا اتنا ہی اور کٹا پڑا ہے۔ اُس نے حیرت آمیز نگاہ سے بدر کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ "کیا آپ رات میں بھی کام کرتے رہے ہیں؟"

بدر: "چوں کہ میں رات کے پچھلے حصہ میں سفر کرنے کا عادی ہو گیا ہوں اُس وقت میری آنکھ کھل جاتی ہے اور پھر نیند نہیں آتی۔ میں نے بے کار پڑے رہنے سے یہی بہتر سمجھا کہ کچھ کام ہی کرتا رہوں۔ چنانچہ اسی کام میں لگا رہا۔"

کلیب: "تو پھر اب دن کے وقت آپ کا آرام کرنے کا حق ہے۔"

بدر: "اگر مجھے آرام کی ضرورت معلوم ہوئی تو کام کو چھوڑ دوں گا۔"

اس کے بعد پھر دونوں نے کام شروع کیا اور ظہر تک جاری رکھا۔ جب بستی کی طرف واپس آئے۔ تو کلیب کے دل میں ایک نیا خیال پیدا ہو چکا تھا۔

کلیب کی عمر کوئی چالیس برس کے قریب تھی اور اُن کی بیوی زوارہ پانچ چھ برس اُس سے چھوٹی تھی۔ سلمہ جس کی عمر اب سولہ برس کی تھی انکی

سب سے پہلی اولاد تھی - اس کے بعد دو لڑکے اور دو لڑکیاں اُن کے اور پیدا ہوئیں مگر یہہ چاروں کم سنی ہی میں فوت ہو گئے - اب سوائے سلمہ کے اور کوئی اولاد ان کی نہیں تھی - کلیب کے دل میں یہہ خیال پیدا ہوا کہ اگر سلمہ کا بدر کے ساتھ نکاح ہو جائے اور وہ بہ طور خانہ داماد کے اس کے گھر میں رہنا منظور کر لے تو اس سے وہ بہت آسودہ ہو جائے گا - بدر کی نوجوانی اور پاکیزہ صورت کے ساتھ ہی اُس کی جفاکشی کی عادات اور خوش اطواری نے کلیب کو اس کا بالکل گرویدہ بنا دیا تھا - گھر پہنچ کر جب وہ بدر کے ساتھ مل کر کھانا کھا لینے سے فارغ ہو گیا تو مکان کے اندر جا کر اُس نے اپنی بیوی زوارہ سے تنہائی میں باتیں کرنا شروع کیں - گذشتہ شب کے اس واقعہ نے کہ بدر نے سلمہ سے یہہ مشقت کا کام کرایا جانا ناپسند کیا تھا اور گویا اُس کے حصہ کا کام بھی اُس نے اپنے ذمہ لے لیا تھا دونوں ماں بیٹی کو اُس کا بہت ہی شکرگذار بنا دیا تھا - اب کلیب نے اپنی عورت سے یہہ کہنا شروع کیا کہ "آج کھیتوں میں جا کر میں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ جتنی فصل ہم تینوں نے کل کاٹی تھی اتنی ہی اور کٹی ہوئی پڑی تھی"

زوارہ "وہ کون کاٹ گیا تھا"

کلیب "یہی ہمارا مہمان بدر - وہ کہیں رات کو وہاں جا کر کاٹتا رہا ہے"

زوارہ "یہہ کوئی بہت ہی نیک نہاد اور جفاکش آدمی ہے اور سلمہ مجھے بتاتی رہی ہے کہ وہ عمر میں بالکل نوجوان اور شکل و صورت سے حسین ہے - اور اُس کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اچھے گھرانے کا آدمی ہے کوئی معمولی محنت مزدوری کرنے والا نہیں ہے"

کلیب (خوش ہو کر) مجھے اس بات کے سننے سے کہ سلمہ اُس کی نسبت

اس قسم کے خیالات رکھتی ہے بہت ہی خوشی ہوئی ہے کیوں کر میں اس کے اور سلمہ کی بابت ہی تمہارے ساتھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

زوارہ:۔ (کچھ سمجھ کر) "کیا اس نے آپ سے سلمہ کی نسبت کوئی بات کہی ہے؟"

کلیب:۔ "نہیں۔ اس نے کوئی بات مطلق نہیں کہی۔ مگر میرے دل میں ایک تجویز پیدا ہوئی ہے اور اس کی بابت تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔"

زوارہ:۔ "وہ کیا ہے؟"

کلیب:۔ "سلمہ کے سوائے ہماری کوئی اولاد نہیں ہے۔ سلمہ جوان ہو چکی ہے اور کم و بیش عرصہ کے بعد ضروری ہوگا کہ اس کا شادی بیاہ کر دیا جائے اگر اس کا نکاح کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا گیا جو اس کو اپنے گھر لیجا کر رکھنا چاہے گا تو ہم اکیلے رہ جائیں گے۔ بدر کی نسبت جیسے تم نے سنا ہے وہ نوجوان اور بہت ہی خوش شکل آدمی ہے اس کے اوضاع و اطوار شریفانہ ہیں اور واقع میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی اچھے گھر میں پرورش پائی ہے۔ میرے دل میں یہہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اگر بدر سلمہ سے نکاح کر کے ہمارے پاس ہی رہنے کو راضی ہو جائے تو ہم کس قدر آسودہ ہو جائیں گے اور ہماری کوئی نرینہ اولاد نہ ہونے کا جو ہمارے دلوں پر داغ ہے وہ مٹ جائے گا۔"

زوارہ پہلے ہی سمجھ چکی تھی کہ اس کے خاوند کے دل میں کیا ہے اور وہ اسے کیا کہنا چاہتا ہے۔ جیسی کہ وہ حسین تھی ویسی ہی دانشمند بھی تھی اس نے کلیب کی اس بات کو سن کر کہا کہ "اب تک بدر کی نسبت جو رائے ہم نے قائم کی ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ اس کے اصلی حالات کا ہم کو

[redacted]

کلیب :- "میری کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ صرف ایک لڑکی ہے اگر آپ کے حالات میری اس خواہش کے پورا کرنے کی اجازت دیں تو میری آرزو یہہ ہے کہ آپ میرے گھر میں بہ طور میرے فرزند کے سکونت اختیار کریں۔ جب ہم دونوں مل کر کام کرنے والے ہوں گے۔ تو ہمارے محاصل بہت زیادہ ہوں گے۔ اور آسایش کے ساتھ زندگی بسر کریں گے "

بدر نے اب سمجھا کہ کلیب کا اصلی مدعا کیا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کا مقصود اپنی لڑکی کا اُس کے ساتھ نکاح کر دینے اور اپنے گھر میں رکھ لینے کا ہے۔ بدر نے جب سلمہ کو دیکھا تھا تو اُس کی حسین صورت نے اُس کے دل پر بہت کچھ اثر پیدا کیا تھا۔ مگر عبدالرحمٰن کی اغراض کے مقابلہ میں وہ اپنے کسی ذاتی میلان خاطر کی طرف کچھ بھی التفات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اُس نے بھی ٹالنے ہی کی غرض سے یہہ جواب دیا کہ "میں آپ کی اس عنایت اور شفقت کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ مگر اتنی جلدی میں اس امر کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا "

کلیب (کچھ مایوس ہو کر) "آپ یہہ تو سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا مدعا اپنی لڑکی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دینے کا ہے "

بدر (تجاہل عارفانہ کے ساتھ) "اگر آپ کا یہہ ارادہ ہے تو یہہ آپ کی غایت درجہ کی مہربانی ہے۔ مگر ابھی میں آپ کی بستی میں سکونت اختیار کر لینے کا اقرار نہیں کر سکتا "

کلیب :- "اصلیت یہہ ہے کہ مجھ کو اس قلیل عرصہ ہی میں آپکے ساتھ نہایت محبت ہو گئی ہے اور میری لڑکی بھی آپ کی مداح ہے اور سلمہ کی ماں نے جو کچھ آپ کی نسبت سنا ہے اس سے وہ بھی نہایت متاثر

اپنے ساتھ اندر مکان میں لے آئیے تاکہ میں اُس دیکھ لوں "

سلمہ نے اس خبر کو سنتے ہوئے پہلے کچھ گھبراہٹ کا اظہار کیا اور پھر اُس کے چہرہ پر غیر معمولی سُرخی سی پیدا ہوگئی اور آنکھیں زیادہ روشن ہوگئیں۔ اُس نے ایک دفعہ اپنی ماں کے چہرہ کی طرف دیکھا مگر پھر جلدی سے آنکھیں نیچی کرلیں اور سر کو جھکالیا اور اس تمام عرصہ میں بالکل خاموش رہی۔ ماں خوب سمجھتی تھی کہ اس کی بیٹی کے دل میں کیا گذر رہا ہے۔ اُس نے اُس کے قریب آکر اور اُس کا سر اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اُس کے مونہہ کو کئی بار چوما اور کہا کہ " بیٹی خدا تمہاری عمر دراز کرے اور تمہارے باپ کے اس ارادہ کو تمہارے حق میں مبارک ثابت کرے "

تھوڑی دیر کے بعد کلیب بدر کو ساتھ لئے ہوئے مکان کے اندر آیا۔ زوارہ اور سلمہ دونوں نے اپنے چہروں پر سے کپڑا ہٹا دیا تھا۔ البتہ سلمہ نے سر جھکایا ہؤا تھا اور زمین کی طرف دیکھ رہی تھی مگر اس کی ماں بدر کے دیکھنے کے واسطے ہمہ تن اشتیاق بنی ہوئی بیٹھی تھی۔ بدر کو اُس نے اپنی توقعات سے زیادہ خوش شکل اور خوبصورت پایا اور جو کچھ اُس کی نسبت سُن چکی تھی۔ اُس کے بشرہ سے اُس کی کماحقہ تصدیق ہو رہی تھی۔ بدر نے بھی زوارہ کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا۔ اُس کے خط و خال بالکل سلمہ کے سے تھے فرق اتنا تھا کہ زوارہ کا رنگ گورا اور جسم بھرا ہوا تھا۔

بدر جب اپنے کمرہ میں آکر سونے کے واسطے چارپائی پر لیٹا تو اُس کے مخلوط خیالات میں سے یہہ ایک خیال اُس کو ملامت کر رہا تھا کہ اُس کو عبد الرحمن کی اجازت کے بغیر یہہ امر نہیں کرنا چاہیے

تھا۔ مگر پھر اُس نے سوچا کہ اُس کو اُس کے ساتھ ذکر کرنے یا اجازت طلب کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا ہے۔ اس کے بعد اُس کو پھر یہہ خیال آیا کہ آیا عبدالرحمٰن کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کرنا چاہیئے یا نہیں۔ وہ کوئی امر عبدالرحمٰن سے چھپا رکھنا بمنزلہ ایک جرم کے سمجھتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ اس بات کا قیاس کرتا تھا کہ اس بات کا علم عبدالرحمٰن کی حرکات اور ارادوں میں کوئی تزلزل نہ پیدا کر دے۔ وہ جانتا تھا کہ عبدالرحمٰن اُس کو نہائیت عزیز رکھتا ہے اور اُس کی خاطر وہ اپنے آپ کو معرض خطر میں ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا اس خیال سے اور نیز اس خیال سے کہ عبدالرحمٰن کی موجودہ مصیبت کی حالت میں شاید یہہ خبر اس کی طبیعت میں بےلطفی پیدا کر دے اُس نے ارادہ کر لیا کہ اس امر کی اطلاع سردست اُس کو نہیں دے گا۔

بدر اب کھانا اندر گھر ہی میں کھاتا تھا۔ سلمہ اور زوارہ اُس سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ فصل کاٹنے کا کام اُس نے شب و روز لگ کر چار پانچ دنوں ہی میں ختم کر ڈالا تھا۔ شام کے وقت عبدالرحمٰن سے مل آتا تھا اور رات کو اُسی کمرہ میں سویا کرتا تھا جس میں وہ شروع سے ٹھہرایا گیا تھا کلیب اور زوارہ کے دلوں میں اُس کی محبت بڑھتی جاتی تھی اور سلمہ کو آزادی کے ساتھ دن میں کئی بار دیکھنے اور اُس کی باتیں سُننے سے جو اثر اُس کے دل پر ہونا شروع ہوا تھا اُس سے کلیب بہت آسانی سے یہہ پیش گوئی کر سکتا تھا کہ اُس کا باقی نصف مدعا بھی بہت جلد پورا ہو جائے گا اور فی الواقع اگر عبدالرحمٰن کا معاملہ اور اُس کے اغراض اور مصلحتوں کا لحاظ بدر کے راہ میں مزاحم نہ ہوتا تو وہ سلمہ کے ساتھ نکاح کر لینے میں ایک لمحہ کا توقف بھی روا نہ رکھتا۔ کیوں کہ اب اُس کا دل بالکل اُس پر

ہوئی ہے۔ آپ کا ہمارے شریک حال ہو جانا ہماری زندگیوں کو نہائت پُر مسرت اور خوش گوار بنا دے گا اور اسی امر نے مجھے آپ سے اس بات کی درخواست کرنے کی تحریک کی ہے"۔

بدر نے جب یہہ سُنا کہ وہ حسین نوخیز سلمہ بھی اُس کی مداح ہے تو بالکل قدرتی امر تھا کہ اس کی طبیعت پر اس کا خاص طور پر اثر ہو۔ کون سا نوجوان آدمی ایک خوب صورت نوعمر عورت کی نسبت یہہ بات سُن کر کہ وہ اس کی نسبت اُلفت کا اظہار کرتی ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے اور یہی حال بدر کا ہوا۔ اب رو کھے اور ناگوار جواب دینا نہ تو اُس کی طبیعت گوارا کرتی تھی اور نہ وہ اس امر کو مقتضائے شرافت اور خوش اخلاقی خیال کرتا تھا کہ اب بھی انکار کرنے سے وہ اپنے نیک دل میزبان اور اُس کی لڑکی کی بے عزتی اور بے وقری اور دل شکنی کرے مگر ساتھ ہی وہ اپنی موجودہ حالت اور عبدالرحمن کے متعلق اپنے فرائض کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن عبدالرحمن نے اسی شام کو جو گفت وگو اُس کے ساتھ کی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی بہت روز تک اس گاؤں میں ٹھہرنا چاہتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ "میں آپ سب کی عنایات کا صرف مشکور ہی نہیں ہوں بلکہ اپنے آپ کو نہائت خوش نصیب تصور کرتا ہوں کہ ایسی عزت اور شفقت کا مورد بنائے جانے کے قابل سمجھا گیا ہوں۔ لیکن جس صفائی سے آپ نے اپنے کریمانہ ارادہ کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح میں بھی یہہ امر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے موجودہ حالات کے لحاظ سے میں فوراً رشتہ مناکحت کر لینے سے معذور ہوں البتہ اس امر کے واسطے تیار ہوں کہ آپ کی صاحبزادی سے اپنی نسبت ٹھہرا لوں اور جب حالات مساعدت کریں اُس کے ساتھ نکاح کر لوں اور جو غرض آپ کی ہم سب کے اکٹھے رہنے

کی ہے وہ جیسی اس مقام پر پوری ہوسکتی ہے ویسی ہی کسی دوسری جگہ پوری ہوسکتی ہے"

کلیب نے اس جواب کو اپنے مدعا میں نصف کامیابی کے برابر سمجھا اور اس خیال سے اُس کو بہت کچھ خوشی اور طمانیت حاصل ہوئی کہ اور چند روز میں باقی نصف بھی حاصل ہو جائیگا۔ یعنی بدر اسی جگہ رہ جانے پر رضامند ہو جائے گا اُس نے جوش مُسرت سے بدر کا مونہہ چوم لیا اور کہا کہ "میں سلمہ کی ماں کو اس خوش خبری کے سُنانے کے واسطے جاتا ہوں۔ اور پھر آپ بھی تھوڑی دیر کے واسطے اندر آجائیے گا۔ کہ سلمہ کی ماں آپ کو دیکھ لے"

یہہ کہکر وہ بدر کے کسی جواب کا انتظار کرنے کے بغیر بہت تیزی کے ساتھ مکان کے اندر گیا۔ اور زوارہ کے کانوں میں نیچی آواز سے یہہ سب کیفیت کہہ ڈالی۔ اور پھر کہا کہ "میں بدر کو اندر بلائے لاتا ہوں کہ تم اُس کو دیکھ لو"

زوارہ "ذرا دیر کرکے آنا کہ میں سلمہ کے کانوں سے بھی یہہ بات نکال دوں"

کلیب "بہت اچھا"

اُس کے چلے جانے کے بعد زوارہ نے سلمہ کو جو ایک طرف کچھ اور گھر کا کام کر رہی تھی بلایا اور بہت پیار سے کہا کہ "بیٹی۔ تمہارے باپ کو اس مہمان کے ساتھ جو ہمارے ہاں ٹھہرا ہوا ہے اس تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر محبت ہوگئی ہے کہ اس کو اپنے سے جُدا کرنا چاہتا ہی نہیں ہے۔ اور اُس نے اُس کے ساتھ تمہارا نکاح کرا دینے کا ارادہ کرلیا ہے اور تمہاری نسبت اُس سے ٹھہرا دی ہے اور اب ... گیا ہے کہ اُس کو

[illegible]

عبدالرحمٰن جب پچھلی رات کے وقت مسجد سے ملی کر اور اُس کو اس امر کی اطلاع سے کر کہ اُس نے اپنے میزبان نعیم کے اصرار پر چند روز اسی بستی میں ٹھہرنے کا اقرار اور ارادہ کر لیا ہے نعیم کے گھر واپس آکر اپنی چارپائی پر پڑ رہا تو وہی حوارہ کی صورت جو رات کو سوتے وقت اُس کی چشم خیال کے سامنے تھی پھر اُس کے تصور میں آموجود ہوئی۔ اُس نے کئی دفعہ کوشش کی کہ اس کے خیال کو دل سے نکال دے اور کسی اور امر کے سوچنے میں مصروف ہو مگر اس کوشش میں وہ ناکامیاب ہوا بلکہ جس قدر وہ اُس کے خیال کو ہٹانا چاہتا تھا اُسی قدر زیادہ زور کے ساتھ وہ اُس کے تصور میں جاگزیں ہوتا جاتا تھا اور اس خیال سے دل کو رہائی دلانے کی بجائے اُس کے دل میں حوارہ کو پھر دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی جاتی تھی۔ عبدالرحمٰن اپنی طبیعت کی اس کیفیت کو ایک احمقانہ خواہش کا مقتضا سمجھتا تھا مگر باوجود اس کے اس بات پر قادر نہیں پاتا تھا۔ کہ اس کو اپنے دل سے نکال دے۔ اسی حالت میں نماز فجر کی اذان سنائی دی وہ گویا ایک عجیب قسم کی خواب سے چونک اُٹھا اور وضو کر کے نماز پڑھنے میں مصروف ہوا۔ نماز سے فارغ ہو کر نشست گاہ کے کمرے میں بیٹھے ہوئے اُس کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ نعیم آپہنچا اور عبدالرحمٰن کی خیر و عافیت پوچھنے کے بعد ذکر کیا کہ میں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں حوارہ کے حادثہ اور آپ کے اُس کو بچانے کا احوال بیان کیا۔ بستی کے تمام لوگ آپ کو دیکھنے کے بہت مشتاق ہیں اور مجھ سے کہا ہے کہ آپ سے درخواست کروں کہ آپ اُن کو اجازت دیں کہ آپ کو دیکھ سکیں گے۔

عبدالرحمٰن (کچھ گھبرا کر مگر پھر فوراً ضبط کر کے) مجھے نہایت [illegible]

ہے کہ میں اس امر کی اجازت نہیں دے سکتا مجھے ایک خفیف سی بات کے واسطے اتنے آدمیوں کی نگاہوں کا نشانہ بننے سے سخت وحشت اور پریشانی ہوگی اور میرے روح کو نہایت تکلیف پہنچے گی "

نعیم (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) "مگر آپ حوارہ کے قریبی رشتہ داروں کو تو اجازت دیں گے کہ آپ کے پاس آئیں "

عبدالرحمٰن " وہ کون صاحب ہیں "

نعیم " میرے دو چچازاد بھائی ہیں جو گویا رشتہ میں حوارہ کے چچا ہوتے ہیں۔ ایک کے دو بیٹے ہیں جن میں سے بڑے کے ساتھ حوارہ کی نسبت ہوئی ہوئی ہے "

اگر عبدالرحمٰن کے دل میں کوئی نیزہ کی تیز انی چبھو دیتا تو اُس کو اتنا درد نہ ہوتا جتنا کہ اس بات کے سُننے سے ہوا کہ حوارہ کی کسی سے نسبت ہوئی ہوئی ہے اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا مگر اُس نے غیر معمولی ضبط کی کوشش سے کام لے کر جواب دیا کہ " اگر یہہ صاحب مہربانی کریں گے تو مجھے ان کو ملنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا "

حوارہ کے حادثہ کی خبر سنانے والوں نے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ کر بیان کر دی تھی اور بستی بھر کی عورتیں نعیم کے مکان کی طرف اُس کی بیوی کو مبارکباد دینے کے واسطے چلی آرہی تھیں۔ اور مرد جعفر کے دیکھنے کے واسطے اُس کے مکان کے گرد جمع ہونے شروع ہوگئے تھے۔ نعیم اُن سے معذرت کرنے اور جعفر کی تکان اور علالت طبع کا اس معذوری کے واسطے بہانہ پیش کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا۔ اور عبدالرحمٰن کچھ دیر کے واسطے کمرہ میں تنہا بیٹھا رہ گیا۔ اس سے پیشتر وہ حوارہ کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دینا اپنے حالات کے لحاظ سے ایک نادانی کا کام تصور کرتا تھا مگر جب اُس کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ کسی اور کی [illegible] قرار

(ما)یوسی ہے تو بجائے اس کے کہ یہہ خبر اُس کے عوارہ سے اپنی طبیعت کو ہٹا لینے کے ارادہ کی مدد کرتی اُس نے اُس کے جذبات کو اور بھی بھڑکا دیا اور اس خیال نے کہ اُس کی اس خواہش کے پورا ہونے میں دوگونہ موانعات سدِ راہ ہیں۔ اُس کے دل میں سخت مایوسی بخش اور جان فرسا اندوہ و ملال پیدا کر دیا۔ اور وہ اس بات پر پشیمان ہونے لگا کہ اُس نے کیوں نعیم سے اس بستی میں چند روز ٹھہرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس بستی میں اور عوارہ کے اس قدر قریب ہونے کی حالت میں عوارہ کا خیال اُس کے دل سے نہیں نکل سکتا تھا۔ لیکن سفر کی صعوبتوں میں وہ اُس کو آسانی سے بھلا دے سکتا۔

نعیم کھانے کے وقت سے کچھ دیر پہلے واپس آیا اُس کے ساتھ چار آدمی تھے۔ دو تو خود اُس کی عمر کے لگ بھگ معلوم ہوتے تھے۔ اور دو نوجوان لڑکے تھے۔ عبد الرحمن اُن کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ دو تو نعیم کے چچیرے بھائی ہیں اور نوجوان لڑکے ان میں سے ایک کے بیٹے ہیں اور ان میں سے ایک عوارہ کا خطیب ہے۔ چنانچہ نعیم نے اُن کی یہی تعریف بیان کی۔ یہہ چاروں سانولے رنگ کے تھے اور جیسا کہ عبد الرحمن کو معلوم ہوا اُن کے والدین میں دو پشتوں سے بربری خون شامل ہو چکا تھا۔ ان میں سے خاص طور پر عبد الرحمن نے اس نوجوان لڑکے کو دیکھا جس کے ساتھ عوارہ کی منگنی ہوئی ہوئی تھی اس کا نام اُس کو بلنیس بتایا گیا۔ عمر میں کوئی اٹھارہ برس کا ہوگا۔ چہرہ کے خط و خال گو نا موزوں نہیں تھے مگر اُس کو خوبصورت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ سر کسی قدر چھوٹا تھا۔ اور بشرہ سے یہہ معلوم ہوتا تھا کہ دماغ اس کا بھدا ہے۔ مگر دلیر ضرور ہے۔ عبد الرحمن بہت خوش اخلاقی سے اُن کو ملا اور انہوں نے جب ان کی شجاعت اور

اس بے بہا خدمت کی تعریف کی تو اُس نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد کھانا منگوایا گیا۔ اور سب نے مل کر جن میں نعیم کا بڑا لڑکا یونس بھی شامل تھا وہیں کھایا اور اس کے بعد کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوا کیں۔ اور پھر وہ چلے گئے۔

عبدالرحمٰن کا وہ دن بہت ہی پیچ و تاب میں گذرا اور شام کے وقت وہ بدر کو ملنے کے واسطے چشمہ پر گیا۔ ایک دوسرے کا احوال دریافت کیا اور کچھ مختلف قسم کی باتیں آپس میں کرتے رہے۔ آخر کار بدر نے پوچھا کہ "کتنے دنوں تک آپ کا یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے"

عبدالرحمٰن "میں تو جتنی جلدی ممکن ہو۔ یہاں سے چل دینا چاہتا ہوں"

بدر: "مگر آپ کا میزبان بھی تو کچھ کہتا ہوگا کہ کب تک وہ آپ کو یہاں ٹھہرانا چاہتا ہے"

عبدالرحمٰن "اُس کے کہنے کی کیا ہے۔ میرا دل یہاں لگا نہیں ہے میں آج رات کو ہی اُس کے ساتھ ذکر کروں گا کہ پرسوں صبح اس بستی سے میں چلا جانا چاہتا ہوں اور میں اُس کو ہر حال میں اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کروں گا"

بدر: "جیسے آپ کی مرضی ہے"

عبدالرحمٰن "جو بات آج قرار پائے گی میں کل شام کو تمہیں بتا دوں گا"

بدر: "بہت اچھا"

[illegible]ں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ بدر نے قیاس کیا [illegible] معمول سے زیادہ غمگین معلوم ہوتا ہے مگر اُس نے [illegible]

کہ اس بے چارہ کے خوش ہونے کے کون سے حالات ہیں۔ ایسی مصیبت کی حالت میں سوائے اندوہ و غم کے اور کس چیز کی اس سے توقع کی جا سکتی تھی۔"

عبدالرحمٰن کے اپنے میزبان کے مکان پر واپس پہونچنے کے تھوڑی دیر بعد نعیم اُس کے پاس آیا۔ کمرہ میں چراغ روشن تھا۔ اور نعیم کے چہرہ سے کچھ پریشانی سی ظاہر ہو رہی تھی۔ اُس نے بیٹھ جانے کے بعد عبدالرحمٰن کو کہا کہ "میں تو ایک دفعہ پہلے بھی آپ کو دیکھنے کے واسطے آیا تھا مگر آپ کمرہ میں نہیں تھے۔"

عبدالرحمٰن "میں ذرا چہل قدمی کرنے کے واسطے باہر چلا گیا تھا۔"

نعیم "حوارہ نے تو آج ہم سب کو سخت ستایا ہے۔"

عبدالرحمٰن "خیر باشد۔"

نعیم "وہ تیسرے پہر کو غروب آفتاب سے پہلے اس بات پر ضد کرنے لگ گئی کہ وہ چشمہ پر ضرور جائے گی جیسے ہر روز جایا کرتی تھی میں نے اور اُس کی ماں نے اُس کی مخالفت کی اور کسی چور کے اُس کو پھر پکڑ کر لیجانے سے بہت ڈرایا مگر اُس نے ایک نہیں سُنی اور رونے لگ گئی۔ ہم نے پھر بھی نہ مانا تو کہنے لگی کہ ہمارا مہمان اُس کے ساتھ چلا جایا کرے گا اور پھر اُس کو کسی چور سے کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔"

عبدالرحمٰن (خوش ہوکر) "اگر آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ میں خوشی سے اُس کے ساتھ چشمہ تک جانے اور وہاں سے اُس کو واپس لے آنے کی خدمت قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

نعیم " میں نے اور جوارہ کی والدہ نے آخر یہہ فیصلہ کیا ہے کہ یونس اور یلیس دونوں یا ان میں سے ایک اُس کے ساتھ جایا کرے مگر چونکہ وہ ناتجربہ کار بچے ہیں اور خود اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کی خبرگیری کی جائے آپ سے درخواست کی جائے۔ کہ آپ ان کی حفاظت کے واسطے ان کے ساتھ جایا کرنے کی تکلیف گوارا کرنا منظور فرمائیں"

عبدالرحمٰن (کم ہوش کے ساتھ) " جب تک میں یہاں مقیم ہوں میں نہائت خوشی سے اُن کے ہمراہ ہو آیا کروں گا"

نعیم " اگر خدا کو منظور ہے تو ابھی بہت روز آپ یہاں ٹھہریں گے"

عبدالرحمٰن " اس بارہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا"

نعیم " دیکھی جائے گی"

اس کے بعد کھانا منگوایا گیا اور دونوں نے کھایا۔ نعیم فارغ ہوکر نماز عشا پڑھنے کے واسطے مسجد کی طرف چلا گیا۔ اور عبدالرحمٰن نے وہیں نماز ادا کرنی شروع کی۔

عبدالرحمن نے بستر پر لیٹ کر جب اس تازہ صورت حالات کا اندازہ کیا تو وہ اپنے آپ پر خود ہی ہنسا۔ کہاں اس کا بدر کو یہہ کہنا کہ وہ اپنے میزبان کو اصرار سے کہے گا کہ پرسوں صبح کو وہ اس بستی سے ہر حال میں چلا جانا چاہتا ہے اور کہاں یہہ کیفیت کہ جوارہ کو ہر روز دیکھنے اور اُس کی حفاظت کرنے کا موقع مل جانے پر وہ اپنے اس ارادہ اور قصد کو قطعاً بھول گیا ہے بہرحال اس کی اس رات کی نیند میٹھی اور خیالات خوش گوار تھے۔ اگلے روز کو اگر کوئی خواہش اُس کے دل میں تھی تو وہ صرف یہہ تھی کہ سورج کے غروب ہونے کا وقت معمول سے کچھ پہلے آجائے مگر اُس نے محسوس کیا کہ آفتاب نے اس روز معمولی وقت سے بہت دیر بعد غروب ہونے کا ارادہ کیا

بیٹھا ہے۔ نماز عصر کے تھوڑی دیر بعد یونس اور بلینس دونوں اُس کے پاس آئے کہ حوارہ چشمہ پر جانے کے واسطے مکان سے باہر تیار کھڑی ہے۔ عبدالرحمٰن نے اپنی تلوار کمر سے باندھ لی اور اُن کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا حوارہ نے اُس کی طرف اور اُس نے حوارہ کی طرف دیکھا۔ اُس نے فیروزی رنگ کا ریشمی لباس پہنا ہوا تھا جو کمر پر سے چُست اور اس کے نیچے بہت کھُلا اور پاؤں تک پہنچا ہوا تھا۔ سر پر ایک ریشمی سیاہ رومال بندھا ہوا تھا اور بال پُشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے جو کچھ پہلی شب کو چراغ کی روشنی میں نہیں دیکھا تھا وہ اب روز روشن کے وقت دیکھا اور بیساختہ اُس کے مونہہ سے اس حور کے صانع کی مدح و ثنا نکلی۔ بستی سے جب باہر نکل گئے تو عبدالرحمٰن کے دائیں جانب حوارہ تھی اور اُس کے آگے پیچھے یونس اور بلینس تھے۔ حوارہ ہر دس بیس قدم چلنے کے بعد عبدالرحمٰن کی طرف دیکھتی تھی مگر اُس کی آنکھوں سے آنکھیں مل جانے کے بعد پھر فوراً اپنی نگاہ نیچی کر لیتی تھی۔ عبدالرحمٰن کا دل گواہی دیتا تھا کہ ان کی آنکھیں ہی آپس میں کچھ باتیں نہیں کر رہی ہیں بلکہ ان کے دلوں کے درمیان بھی کچھ برقی گفت وگو ہو رہی ہے۔

چشمہ پر پہنچے۔ وہاں ٹھنڈے پانی سے سب نے ہاتھ مونہہ دھوئے اور حوارہ دیر تک پانی کے ساتھ کھیلتی رہی۔ عبدالرحمٰن اُسکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یونس اور بلینس درختوں پر چڑھنے کے شغل میں لگے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن کی آنکھیں تو اس چھوٹی سی پری کے چہرہ پر گڑی ہوئی تھیں مگر وہ بھی بار بار عبدالرحمٰن کی طرف اس طرح سے دیکھتی تھی کہ گویا اُس کی طرف دیکھنا بھی اُس کا ایک ضروری کام ہے اور دیکھ دیکھ کر اُس کی آنکھیں سیر ہوتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی تھیں۔

جب آفتاب غروب ہونے لگا تو چاروں بستی کی طرف لوٹے۔ عبدالرحمٰن اُن کو نعیم کے مکان کے دروازہ پر پوہنچا کر پھر واپس چشمہ کی طرف چلا کہ وہیں جاکر نماز پڑھے گا۔ نماز سے فارغ ہو چکا تو بدر آن پوہنچا۔ خیر وعافیت پوچھنے کے بعد بدر نے دریافت کیا کہ " کیا آپ نے یہاں سے روانہ ہونے کے متعلق اپنے میزبان سے کچھ ذکر کیا تھا؟"

عبدالرحمٰن " ہاں ذکر تو آیا تھا مگر وہ اس بات کو نہ سنتا ہے نہ مانتا ہے "

بدر " تو آخر کچھ تو آپ کا اپنا ارادہ ہوگا کہ کتنے دنوں تک یہاں ٹھہریئے گا۔

عبدالرحمٰن " جب کہ میں نے یہاں کے قیام کا قصد اپنی خواہش سے نہیں کیا بلکہ نعیم کے اصرار پر کیا ہے تو یہاں سے جانے کی بابت بھی میں اپنی خواہش کا تابع نہیں ہوں بلکہ نعیم کی رضامندی کا۔ میں تو اُسکے ساتھ ذکر کرتا ہی رہوں گا۔ مگر جب تک وہ خوشی سے اجازت نہ دے میں اُس کو ناخوش کرکے یہاں سے نہیں جانا چاہتا۔ آخر کہیں نہ کہیں ہم کو اپنا وقت بسر کرنا ہے۔ وہ یہاں گذرے یا کسی دوسری جگہ یہ بالکل مساوی ہے "

بدر " جیسے آپ کی خوشی ہو "

عبدالرحمٰن " لیکن اگر ہم کو یہاں کچھ زیادہ روز ٹھہرنے کا اتفاق ہو جائے تو تمہارا میزبان تو اکتا نہیں جائے گا "

بدر " نہیں۔ میں نے اُس کا کچھ کام دھندا شروع کر دیا ہے۔ وہ اکیلا ہے اور اپنا زمیندارہ وغیرہ بہت سا رکھتا ہے وہ تو اس کو غنیمت ... میں اُس کا ہاتھ بٹاتا رہتا ہوں

عبدالرحمٰن۔ "مگر تم کو بھولی زبیدا بدن کا کام کرنے میں تکلیف ہوگی"

عبد۔ "ہرگز نہیں۔ آپ میری طرف سے کچھ فکر نہ کیجئے۔ بھلا ہاتھ پاؤں ہلانے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے"

غرض اسی قسم کی کچھ باتیں باہم کرنے کے بعد دونوں اپنی اپنی جگہ کی طرف واپس چلے گئے مگر ہر روز کل شام کے عبدالرحمٰن اور آج شام کے عبدالرحمٰن کے درمیان مقابلہ کرنے سے سخت حیرت ہو رہی تھی۔ کل عبدالرحمٰن اندوہ مند تھا اور اس کی آواز غمگین تھی۔ آج عبدالرحمٰن خوش و خورم ہے اور اس کی آواز بشاش ہے۔ کل عبدالرحمٰن کا دل اس بستی میں نہیں لگتا تھا اور جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے بھاگنے کا خواہش مند تھا۔ آج عبدالرحمٰن کو دل کے نہ لگنے کی کوئی شکایت نہیں ہے اور جب تک اس کا میزبان اس کو یہاں سے روانہ ہونے کی اجازت نہ دے وہ اس بستی کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس سب کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آئی تو اس نے اس کو زیادہ دیر تک سوچنا بھی پسند نہ کیا اور کلیب کے گھر پہنچ کر جو واقعہ خود اس کو پیش آیا وہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالرحمٰن کو اگر اس امر سے خوشی اور تشفی حاصل ہو سکتی تھی کہ جوارہ کے دل میں اس نے گھر کر لیا ہے اور اس معصوم دل پر پورا قابو اور تسلط حاصل کر لیا ہے تو اس کے واسطے شکایت کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ کل کی شام کی تفریح کے موقع پر اگر عبدالرحمٰن کے علاوہ دو اور بہنیں دونوں اس کے ساتھ ہوتے تھے تو اس کی آنکھیں صرف عبدالرحمٰن کو تلاش کرتی پھرتی نظر آتی تھیں اور گو وہ کسی کے ساتھ کوئی

نہیں کرتی تھی لیکن بلنیس کی طرف اگر کبھی وقت دیکھتی بھی تو بہت ہی خشک نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ جب یونس ساتھ نہیں ہوتا تھا صرف عبدالرحمٰن اور بلنیس ہوتے تھے تب بھی اُس کی وضع یہی ہوتی تھی لیکن جس روز بلنیس غیر حاضر ہوتا تھا اُس روز وہ عبدالرحمٰن کے ساتھ اپنی باریک دلفریب آواز سے بستی کی لڑکیوں کی بابت کچھ اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ عبدالرحمٰن اُس کی غیر معمولی ذہانت پر حیران ہوتا تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ اُس کے اور بلنیس کے ساتھ سلوک کرنے کے امر میں اپنی حالت کو اچھے طور پر جانتی ہے۔

بلنیس نے رفتہ رفتہ اس ترجیح کو جو حوارہ عبدالرحمٰن کو اُس پر دیتی تھی۔ محسوس کرنا شروع کیا اور اُس کے دل میں آتش حسد سلگنے لگ گئی۔ اُس نے اس کا ذکر اپنی ماں سے کیا اور اُس نے حوارہ کی والدہ سے اس امر کی شکایت کی۔ حوارہ کی ماں نے بلنیس کے اس شکوہ کی کیفیت بہت پیار سے اپنی بیٹی سے کہی اور کہا کہ "بیٹی تم جانتی ہو کہ بلنیس کے ساتھ تمہاری نسبت ہوئی ہوئی ہے اور سب سے زیادہ اُسی کا حق ہے کہ تم اُس کے ساتھ محبت کرو۔ ایک دن تمہارا اُس کے ساتھ نکاح ہوگا۔ اور تم کو اُس کی بیوی بن کر رہنا ہوگا"۔

حوارہ نے یہہ سُن کر نہایت بیساختہ پن کے ساتھ جواب دیا کہ "اگر بلنیس کی شکل جعفر سے زیادہ خوبصورت ہوتی تو میں اُس کے ساتھ زیادہ پیار کرتی۔ لیکن اگر جعفر اُس سے زیادہ خوب صورت ہے۔ تو اس میں میرا کیا قصور ہے"۔

مریم یہہ جواب سُن کر ہکا بکا اور ششدر سی رہ گئی۔ اس بات کا تو اُس کا دل بھی اعتراف کرتا تھا کہ اگر بلنیس اور جعفر میں سے ایک کو انتخاب کرنے کی صورت ہوتی تو وہ خود بھی جعفر ہی کو منتخب کرتی۔ لیکن اس سے اب

کی بلنیس کے ساتھ سگائی ایک طے شدہ امر تھا اور وہ جانتی تھی کہ نعیم کبھی اس سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اِن باتوں کا خیال کرکے اُس نے پھر حوارہ کو کہا کہ "بیٹی بلنیس سے تو تمہاری نسبت ٹھہری ہوئی ہے اور وہ تمہارے باپ کا قریبی رشتہ دار ہے اب یہہ تو نہیں ہوسکتا کہ اس ناطہ کو توڑکر جعفر کے ساتھ تمہاری سگائی کی جائے۔ جو بات تم نے جعفر اور بلنیس کی نسبت مجھ کو کہی ہے وہ کسی اور کو کبھی نہ کہنا"

حوارہ "سچی بات کو تو میں کسی سے نہیں چھپاؤں گی۔ اور جو کوئی پوچھے گا اُس سے یہی بات کہوں گی جو میں نے تم کو کہی ہے اور بلنیس سے میں نے کوئی رشتہ نہیں کیا ہے اور نہ میرا اُس سے کوئی رشتہ ہے"

یہہ کہا اور رو پڑی۔ ماں نے اُس کو چُپ کرانے کی بہت کوشش کی مگر اُس نے اُس وقت رونا بند کیا جب ہچکیاں بھرتی بھرتی وہ سوگئی۔ مریم کو اس واقعہ سے سخت تردد اور اضطراب پیدا ہوا اور اُس نے نعیم کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہوتا مگر نعیم اپنے کسی ضروری کام کے واسطے چار روز سے رومی بربریوں کے ایک قبیلہ کی بستی کی طرف گیا ہوا تھا اور ابھی پانچ سات روز تک اُس کے واپس آنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ مریم نے اُس کی واپسی تک اس معاملہ میں خاموش رہنا مناسب سمجھا اور اگلے روز حوارہ سے پھر اس بات کا کوئی ذکر نہ کیا۔ مگر شام کے قریب اس مضمون کے خود بخود نہایت بے لطفی کے ساتھ دوہرائے جانے کی نوبت آگئی۔ جب حوارہ چشمہ کی طرف جانے کے واسطے تیار ہوئی اور بلنیس بھی وہاں آپہنچا تو حوارہ نے بلنیس کو اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کیا اور گو اُس کی ماں نے ہرچند اُس کو سمجھایا مگر وہ اپنی ضد پر اڑی رہی اور آخر کار صرف

یونس اور عبدالرحمٰن اُس کے ہمراہ گئے اور مریم نے جس طرح ہو سکا بلینس کی تسلی اور تشفی کرنے کی کوشش کی۔

راستہ میں بھولے بھالے یونس نے حوارہ کو کہا کہ " تم بڑی ضدی ہو۔ بلینس نے کیا قصور کیا تھا کہ تم نے اُس کو اپنے ساتھ لانے سے انکار کیا۔"

حوارہ نے اس بات کو سُن کر صرف ایک دفعہ کچھ ناخوشی کے ساتھ یونس کی طرف دیکھا مگر زبان سے کچھ جواب نہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے حیران ہو کر حوارہ کی طرف دیکھا مگر وہ آنکھیں نیچے کئے ہوئے چلی جا رہی تھی۔ جب چشمہ پر پہنچے تو حوارہ اپنے سر کو جھکائے ہوئے معمول کی نسبت کچھ بیدلی کے ساتھ پانی میں ہاتھ ڈال اور نکال رہی تھی۔ عبدالرحمٰن سُن چکا تھا کہ کوئی غیر معمولی امر اس روز واقع ہوا ہے۔ مگر اس کے پوچھنے کے واسطے وہ موقع کا منتظر تھا۔ یونس جب درختوں میں کھیلنے لگ گیا تو عبدالرحمٰن نے جو حوارہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا نیچی آوازمیں اس کو کہا کہ " حوارہ آج کیا بات ہوئی ہے ؟"

حوارہ (کچھ دیر کے بعد ایک آہ سرد بھر کر اور آنکھوں میں آنسو بھر لا کر) " میرا دل کل رات سے بلینس اور اپنی ماں سے خفا تھا۔"

عبدالرحمٰن " کیوں ؟"

حوارہ " مجھے کہتے ہیں کہ بلینس سے میری نسبت ٹھہری ہوئی ہے اور میں بلینس سے زیادہ جعفر کے ساتھ کیوں محبت رکھتی ہوں۔"

رات کو حوارہ کی ماں کو اُس کی باتوں سے اتنی تشویش نہیں ہوئی تھی۔ جتنی کہ اب عبدالرحمٰن کو اس بات کے سُننے سے حیرت ہوئی۔ پہلے اُس کے

خیالات تعجب اور پریشانی کے تھے مگر پھر یہ معلوم ہوا کہ اس کا دل اچھل کر اس کے مونہہ میں آرہا ہے۔ اس نے رکتے ہوئے آواز کے ساتھ کہا کہ "پھر تم نے اس کا کچھ جواب دیا؟"

حوارہ "جو بات میرے دل میں تھی میں نے کہہ دی"

عبدالرحمٰن "وہ کیا بات تھی؟"

حوارہ "کہ اگر بلیس جعفر سے زیادہ خوبصورت ہوتا تو میں اُس کے ساتھ زیادہ محبت کرتی۔ بلیس کے ساتھ میں نے کوئی رشتہ نہیں کیا ہے اور میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے"

عبدالرحمٰن (سخت حیرت زدہ ہوکر) "مگر تمہارے والدین نے جب تمہارا ناطہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے تو تم اُس کو کیوں کر توڑ سکتی ہو"

حوارہ "لیکن مجھ کو اُس کے ساتھ محبت نہیں ہے"

عبدالرحمٰن "تو تم کو کس کے ساتھ محبت ہے؟"

حوارہ "تمہارے ساتھ۔"

عبدالرحمٰن "میں تو مسافر ہوں اور چند روز میں یہاں سے چلا جاؤں گا"

حوارہ "نہیں میں تم کو نہیں جانے دوں گی۔ کیا تم کو میرے ساتھ محبت نہیں ہے"

عبدالرحمٰن "مجھ کو تم بہت ہی پیاری ہو مگر جب تمہارے والدین نے تمہاری نسبت بلیس کے ساتھ کی ہوئی ہے تو میری تمہاری محبت کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے"

حوارہ "جس طرح میں نے آج اپنی ماں کو کہہ دیا ہے کہ بلیس سے

میرا کوئی رشتہ نہیں ہے اسی طرح باپ سے بھی کہ دوں گی مجھ کو بلنیس کے ساتھ نہ کبھی محبت تھی اور نہ ہوگی۔ میں نے جس وقت تم کو دیکھا اُسی وقت سے تمہاری محبت میرے دل میں پیدا ہوگئی۔ بلنیس کے سامنے میں تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کرتی تھی کہ شائد وہ میرے ماں باپ سے اس بات کی چغلی کھائے گا اور وہ مجھ کو تمہارے ساتھ باہر جانے سے روک دیں گے مگر اب میں کسی سے نہیں ڈروں گی اور جیسے میرا دل چاہے گا کروں گی۔"

حوارہ اتنی باتیں کر چکی تھی کہ یونس آپہنچا۔ ان کے گاؤں کو واپس آنے کا وقت ہوگیا تھا۔ تینوں بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ عبدالرحمٰن حسب عادت حوارہ کی طرف دیکھتا اور کچھ سوچتا ہوا چلا آتا تھا۔ اُس کے دل میں یہہ خیال گذر رہا تھا کہ حوارہ کا اُس کے ساتھ اپنی محبت کا اعلان کرنے سے اُس کا نعیم کے گھر اور اس بستی میں رہنا محال ہوگیا ہے۔ اُس کو یہہ اندیشہ دامن گیر تھا اور اس سے بہت رنج گذر رہا تھا کہ اُس کے والدین شائد خیال کریں گے کہ اس نے حوارہ کے ساتھ پھرنے کا موقع پانے سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اور یہہ خیالات اُس کے دل میں پیدا کر دیئے ہیں۔ حوارہ اور یونس کو گھر پہنچا کر وہ بدر سے ملنے کے واسطے پھر چشمہ پر واپس گیا۔ بدر کو اُس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے یہہ خیال گذرا کہ عبدالرحمٰن کے دل میں کسی قسم کا تکدر اور ملال ہے اور اُس نے پوچھا کہ "آپ کی طبیعت تو اچھی ہے"

عبدالرحمٰن :۔ "ہاں طبیعت تو اچھی ہے مگر اس گاؤں میں رہتے رہتے میرا اب جی اکتا گیا ہے۔ میں تو اُس روز کو کوستا ہوں جس روز ہم نے اُس لڑکی کو اُس بدبخت بربری چور سے چھڑایا تھا نہ یہہ امر پیش آتا اور نہ ہمارے اس گاؤں میں اتنے عرصہ تک ٹھہرنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔

میں تو صبح ہی یہاں سے چل دیتا مگر میرا میزبان گھر میں نہیں ہے کہیں باہر گیا ہوا ہے اور اُس کو الوداع کہے بغیر میں یہاں سے روانہ ہونا مناسب نہیں سمجھتا۔"

بدر:۔ "تو وہ کب تک واپس آئے گا؟"

عبدالرحمٰن:۔ "کوئی پانچ چھ روز تک شاید واپس آجائے گا۔"

بدر:۔ "جیسے آپ مناسب سمجھیں ویسے ہی کیجئے۔"

عبدالرحمٰن اور بدر جب آپس میں یہہ باتیں کر رہے تھے تو وہ خیال کرتے تھے کہ وہ دونوں اس مقام پر تنہا ہیں مگر اُس وقت تاریکی میں ایک تیسرا شخص درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا یہہ سب باتیں سُن رہا تھا۔ جب عبدالرحمٰن اور بدر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو اُس شخص نے درختوں میں سے نکل کر عبدالرحمٰن کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر دبے پاؤں چلنا شروع کیا اور جب عبدالرحمٰن نعیم کے گھر میں داخل ہو گیا تو وہ شخص اُس مکان کا نشان اپنے دل میں ٹھہرا کر واپس چلا گیا۔

چوتھا باب

ایک نازک وقت اور جائے پناہ کی تلاش

بسطام بربری کی نسبت نعیم نے سچ بیان کیا تھا کہ اُس کا پیشہ کم سن

بچوں کے چُرانے کا ہے اور وہ اکیلا ہی یہہ کام نہیں کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ اس کی قوم کے کوئی قریب سو آدمی کے یہی کام کرتے تھے مگر بسطام کو وہ اس نگاہ سے دیکھتے تھے کہ گویا وہ ان کا سردار ہے اور اپنی کمائی کا ایک حصّہ اُس کو دیتے تھے۔ ان لوگوں کا کوئی مذہب نہیں تھا اور صرف سرقہ اور راہزنی ہی ان کا پیشہ تھا۔ بسطام خود ایسی بستیوں میں چوری کرنے جاتا تھا جہاں اُس سے کم دلیر اور کمزور بربری جانے کی جُرات نہیں کرتے تھے ورنہ اُس کا کام تو زیادہ تر یہہ تھا کہ اُس کے ہم پیشہ بربری جو بچے چُرا کر لے آتے تھے اُن کو وہ فسطاط میں یا اور بڑے شہروں میں یہودی تاجروں کے پاس لے جاکر جو غلاموں اور کنیزوں کی خرید فروخت کا کام کرتے تھے بیچ آتا تھا۔ قبیلہ مکناس کی اس بستی سے جس کا تمیم سردار تھا چوری کرنے کے واسطے آنے کی سوائے بسطام کے اور کوئی جرات نہیں کرسکتا تھا۔ اور جب حوارہ کو اُٹھانے سے پہلے اُس نے درختوں کی آڑ سے اُس کو دیکھ لیا تھا تو اُس نے یہہ قیاس کیا تھا کہ جیسا شکار اُس کو آج ملا ہے ایسا سالہا سال تک بہت مشکل سے ملے گا۔ وہ اپنی اس خوش نصیبی پر اپنے آپ کو مبارکباد دے رہا تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے ان خوش آئند خیالات کو تبدیل کرنے پر مجبور ہوا۔ نہ صرف وہ قیمتی شکار اُس کے ہاتھوں سے جاتا رہا بلکہ عبدالرحمٰن کے ہاتھوں سے زخمی ہوکر اُس کو بھاگنا پڑا۔ اُس کے ان دونوں زخموں سے خون جاری تھا اور اس موقع کے قریب جو بستیاں تھیں اُن میں سے کسی میں داخل ہونے کی شناخت اور گرفتاری کے خوف کے باعث جُرات نہیں کرسکتا تھا۔ اور اُس کی اپنی بستی بہت فاصلہ پر تھی مگر وہاں سے کوئی بیس کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں اُس کا ہم پیشہ بربری چور رہتا تھا۔ پچھلی رات کے وقت وہ اُس گاؤں میں پہنچا۔

وہاں زخم کو دھلاکر بند ھوائے ۔ مگر اُس کے زخموں سے اس قدر خون گیا تھا کہ اُس کو بستر سے اُٹھنے اور اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہونے کے واسطے ایک لمبے عرصہ کی ضرورت تھی ۔ مہینہ بھر کے بعد وہ اس قابل ہوا کہ اپنے مذموم پیشہ کا کام کاج پھر اختیار کر سکے تب وہ اپنی بستی میں پہنچا اور کچھ روز وہاں ٹھہر کر اور چند بچوں کو فروخت کرنے کے واسطے ہمراہ لے کر فسطاط کی طرف روانہ ہوا ۔ فسطاط پہنچ کر وہ ان مظلوم بچوں کو لیئے ہوئے ایک بڑے یہودی کے گھر میں جا ٹھہرا ۔ اسی کے ساتھ اس نے ان ستم رسیدہ ننھی جانوں کے دام چکائے اور اُن کو بیچ ڈالا ۔ رات کو بسطام اور یہودی دونوں کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ باتیں کرنے میں مصروف ہوئے ۔ یہودی نے کہا کہ ” سردار بسطام ۔ اس دفعہ آپ بہت دنوں کے بعد آئے ہیں ۔ کہیں دور کے سفر میں گئے ہوئے تھے “

بسطام ” نہیں میں بیمار پڑ گیا تھا ۔ اور اس وجہ سے اِدھر آنا نہیں ہوا “

یہودی ” میرے دل میں کئی دفعہ یہہ خیال گذرا کہ سردار بسطام سے عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ مگر مجھے آپ کے بیمار ہونے کا خیال نہیں گذرا ۔ میں یہی سمجھتا رہا کہ یا تو کسی دور علاقہ کو گئے ہوئے ہیں اور یا شائد اُس مغرور شاہزادہ کی تلاش میں مصروف ہیں جس کی گرفتاری کی بہت کوشش کی جارہی ہے “

بسطام ” وہ شاہزادہ کون ہے ۔ میں نے تو کوئی اِس قسم کی خبر اس سے پہلے نہیں سُنی “

یہودی ” اُس کا تو آج کل ہر شہر میں بہت چرچا ہو رہا ہے ۔

خلیفہ عباسی نے بنی امیہ کی اولاد میں سے سب چھوٹوں بڑوں کو قتل کرادیا ہے۔ مگر ایک شاہزادہ عبدالرحمٰن شام سے زندہ بھاگ آیا ہے۔ امیر ابن حبیب نے اُس کی تلاش اور گرفتاری کا حکم دیا ہے اور شام کو ہر روز نماز مغرب کے بعد مسجد میں اُس کا حلیہ مشتہر کیا جاتا ہے۔"

بسطام (کچھ دلچسپی کا اظہار کر کے) " تو اُس کا حلیہ تم کو بھی معلوم ہے؟"

یہودی :" میں ایک روز صرف اُس کا حلیہ سُننے کے واسطے شام کے وقت مسجد میں جا کھڑا ہوا تھا اور اُس کے بعد اور لوگوں سے بھی سُنا ہے۔"

بسطام :" تو وہ کیا ہے؟"

یہودی نے جس حد تک اُس کو مفرور شاہزادہ کا حلیہ یاد تھا بسطام سے بیان کیا۔ بسطام جب سُن چکا تو اُس کے دل میں یہہ خیال گذرا کہ اُس نے اِس حلیہ کا ایک شخص کہیں دیکھا ہے۔ مگر دفعتاً یاد نہیں آتا تھا کہ کہاں دیکھا ہے۔ یہودی نے بسطام کو خاموش پاکر کہا کہ "کیوں اُس شخص کے تلاش کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اُس کو گرفتار کرنے والے کے واسطے بڑے انعام و اکرام کا وعدہ کیا جاتا ہے۔"

بسطام :" میں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ کہاں دیکھا تھا۔"

یہودی :" واللہ اگر اس کا پتہ لگا کر پکڑوا دو تو مالا مال ہو جاؤ گے۔"

تھوڑی دیر اور خاموش رہنے کے بعد بسطام بولا کہ " اخاہ۔ اب یاد آگیا ہے۔"

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ اُس کو یہہ بات اب سوجھ گئی کہ یہہ حلیہ

اُس شخص کی شکل سے ملتا ہے جس نے اُس سے بستی کمناس کے پاس اُس کا خوبصورت خشکار اُس سے چھڑا لیا تھا اور اُسکو زخمی کر دیا تھا۔ مگر ایک تو وہ اُس کے ہاتھوں سے زخمی ہونے کے واقعہ کا اظہار اپنی بے عزتی کا باعث سمجھتا تھا اور دوسرا وہ یہودی کو بتانا بھی نہیں چاہتا تھا کہ اُس نے اُس کو کس مقام پر دیکھا ہے۔ لیکن یہودی بھی ہوشیار اور اپنے مطلب کا پکا تھا۔ بسطام کا یہہ فقرہ سُن کر اُس نے کہا کہ "ہاں کیا یاد آگیا ہے۔ اُس شخص کو آپ نے کہاں دیکھا ہے"

بسطام "میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ جو شخص میں نے دیکھا ہے وہ وہی ہے جس کا تم حلیہ بیان کر رہے ہو۔ کیوں کہ آدمیوں کی شکلوں میں باہم مشابہت ہو سکتی ہے۔ مگر یہہ ناممکن بھی نہیں ہے کہ یہہ وہی شخص ہو۔ میں نے اُس کو یہاں سے بہت دور ایک مقام پر دیکھا ہے اور یہہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اب تک وہیں ہوگا۔ غالب قیاس یہہ ہے کہ وہ وہاں سے آگے نکل گیا ہوگا"

یہودی "آپ نے کس مقام پر اُس کو دیکھا تھا۔ اتنا سُراغ مل جانا بھی تو بہت غنیمت ہے۔ وہاں سے پھر آگے اُس کا پتہ لگایا جاسکتا ہے"

بسطام "میں نے اُس کو ایک بستی کے قریب دیکھا تھا۔ مگر اُس بستی کا نام اس وقت یاد نہیں آتا"

یہودی "سردار بسطام! میں آپ کا پُرانا دوست ہوں مجھ سے بات چھپانے کی کیوں کوشش کرتے ہو"

بسطام "تم سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ فی الواقع مجھے اُس بستی کا نام یاد نہیں رہا ہے"

یہودی (کچھ ناراض ہوکر) "مگر میری امداد کے بغیر تو تم اُس کی گرفتاری کا کوئی صلہ حاصل نہیں کر سکتے۔ تم خود کسی حاکم کے سامنے ہوگے تو سب سے پہلے وہ تم کو ہی گرفتار کرلے گا۔"

بسطام "میں یہی تو سوچ رہا ہوں کہ یہہ ایک بہت اچھا موقع حکام سے اپنے جرموں کو معاف کرانے کا مل گیا ہے۔ میں اُس کی تلاش اُس وقت شروع کروں گا جب ایک تحریری معافی نامہ میری جیب میں ہوگا۔"

یہودی (اپنی ناکامی پر خفا ہوکر) "اگر اسی وقت کوئی شخص عامل فسطاط کو اطلاع کردے کہ بسطام مشہور سارق جس کی گرفتاری کا اشتہار ہوا ہے یہیں شہر میں موجود ہے تو پھر؟"

بسطام (ہنس کر) "اگر بسطام سرقہ کے جرم میں پکڑا گیا تو عامل کو اطلاع دینے والا شخص مال مسروقہ کے لینے کے جرم میں پکڑا جاوے گا۔"

یہودی (دانت پیس کر) "لیکن اپنی معافی کے واسطے اگر حکام سے کہوگے تو وہ بھی کسی کی وساطت سے ہی کہوگے۔ خود تو اس امر کی درخواست کرنے نہیں جاؤگے۔"

بسطام "میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ خود جاکر درخواست کروں اور وہیں گرفتار کرلیا جاؤں۔ اسی بات کو سوچ رہا ہوں کہ کس کے ذریعہ سے کہوں۔"

یہودی "تو کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔"

بسطام "کیوں نہیں۔ سب سے زیادہ مجھ کو تم پر اعتبار ہے کیونکہ میں تمہارے بھیدوں کو جانتا ہوں اور تم میرے حال سے اچھی طرح

واقف ہو۔ مگر میرا یہہ خیال تھا کہ شاید تم اس تکلیف کو گوارا نہ کروگے"

یہودی (خوش ہوکر)" میں تو آپ کی خدمت کرنا عین راحت سمجھتا ہوں"

بسطام" تو اس صورت میں میں آپ کو ہی وکالتاً عامل فسطات کے پاس بھیجوں گا"

یہودی" تو اس امر میں کامیاب ہو جانے پر میرے حق الخدمت کا بھی خیال آپ کو کرنا پڑے گا"

بسطام" بلا شُبہ اگر مجھ کو معافی مل گئی اور اس شخص کو گرفتار کرا دینے میں میں کامیاب ہو گیا اور اس کا مجھے کوئی صلہ ملا تو تمہاری خدمت کا واجبی معاوضہ دیا جائے گا"

یہودی" اور معافی مل جانے کے واسطے مجھے کچھ انعام نہیں دوگے"

بسطام" مجھ کو معافی مل جانے سے کیا حاصل ہوگا اور معافی لینے کی ضرورت ہی کیا ہے بجز اس کے کہ اس کام کے واسطے کوشش کرنے کے قابل ہو جاؤں جس کے واسطے بتاتے ہو کہ بہت سے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے"

یہودی" تو انعام میں میرا نصف حصّہ ہوگا"

بسطام" میں اس کا وعدہ نہیں کرتا۔ معلوم نہیں اگر ملے گا تو کیا ملے گا۔ یہہ اُس وقت فیصلہ کرنے کا امر ہوگا۔ مگر میں تم کو خوش کر دوں گا"

یہودی نے سوچا کہ اس میں اُس کا کچھ خرچ تو ہوگا نہیں جو کچھ اس ڈاکو سے مل جائے گا وہی غنیمت ہوگا۔ اُس نے کہا کہ" اچھی بات ہے میں آپکی

زبان پر اعتبار کرتا ہوں اور صبح عامل فسطات کے پاس آپ کے کام کے واسطے جاؤں گا"

بسطام" لیکن اُس کو کیا کہو گے کہ میں کہاں ہوں ۔ اگر وہ مجھے معافی دینے پر راضی نہ ہوا تو میری گرفتاری کی کوشش کی جائے گی"

یہودی "جیسے آپ سوچ کر بتائیں گے ویسے ہی بیان کردوں گا"

بسطام (کچھ دیر تک تامل کرنے کے بعد) "تم کو اسے یہہ کہنا ہوگا کہ بسطام کا ایک آدمی یہہ پیغام لے کر میرے پاس آیا تھا اور پیغام پونچا کر چلا گیا ہے اُس کے جواب کے واسطے وہ پھر کسی روز آئے گا ۔ میں فی الواقع صبح سویرے چلا جاؤں گا اور دو تین روز تک میرا ایک آدمی تمہارے پاس جواب لینے کے واسطے آئے گا ۔ اگر عامل نے مجھے معافی دیدی تو پھر ایک بات اور تم کو اُسے کہنی ہوگی کہ اُس کو آٹھ دس سوار مجھ کو دینے ہوں گے جو اس شخص کے گرفتار کرنے میں میری مدد کریں اگر یہہ بھی اُس نے منظور کرلیا تو ان سپاہیوں کو میرے آدمی کے ہمراہ میرے پاس پونچنا ہوگا"

یہودی " بہت اچھا میں آپ کی ہدائیت کے مطابق عمل کرونگا"

بسطام نے سپاہیوں کی امداد کی درخواست اس خیال سے کی تھی کہ ایک تو وہ جانتا تھا کہ اگر اُس نے اپنے اُسی پہلے رقیب کو گرفتار کرنا ہے تو وہ اکیلے اُس کے بس کا نہیں ہے اور دوسرے یہہ کہ سرکاری سپاہیوں کا اُس کے ہمراہ ہونا اُس کی معافی کی ایک صریح دلیل ہوگی اور خود اُس کو گرفتار کرنے کی کوشش کرنے سے اُسے کوئی تنگ نہیں کرے گا ۔ یہودی کے ساتھ انتظام کر لینے کے بعد وہ پچھلی رات کو اُٹھ کر فسطات سے نکل گیا اور حسب قرارداد اپنا ایک آدمی یہودی کی طرف روانہ کیا جو چھٹے روز دس سپاہی ہمراہ لئے ہوئے اُس کے پاس واپس پونچ گیا جس سے ظاہر تھا

کہ یہودی اپنے مدعا میں کامیاب ہوگیا ہے اور عامل فسطاط کے نزدیک عبد الرحمٰن کی گرفتاری ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کی توقع میں وہ ایک نامی ڈاکو اور چور کے جرائم اُس کو معاف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں سمجھتا ہے۔

بسطام نے اپنی سواری کے واسطے ایک مضبوط گھوڑا تلاش کر کے منگوایا اور سواروں کو ہمراہ لے کر اس نواح کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس نے اس فرضی مفرور شاہزادے کو دیکھا تھا۔ اُس نے جلدی کرنا اور بہت شور و شغب ڈالنا اپنے مدعا کے خلاف تصور کیا اور بہت خاموشی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی منزلیں طے کرنی شروع کیں۔ پانچویں روز شام کے وقت وہ ایک بستی میں پہنچا جہاں سے قریہ کمناسہ کوئی آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں اُس نے اور بھی زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت سمجھی اور دوسری صبح کو سفر اختیار کرنے کی بجائے وہ مع اپنے ہمراہی سواروں کے وہیں ٹھہرا رہا۔ اور تیسرے پہر کے وقت وہ تنہا اور پیادہ پا نعیم کی بستی کی طرف روانہ ہوا۔ خیال اُس کا یہہ تھا کہ ان سب سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے اس گاؤں میں پہنچ کر اگر وہ شخص مطلوب کی تلاش کرنا شروع کرے گا تو اس امر کا اندیشہ ہو سکے گا کہ وہ اس تلاش کے عرصہ میں اس (بسطام) کے مدعا سے آگاہ ہو کر بھاگ جانے کا موقع حاصل کرے گا۔ اس واسطے اُس نے یہہ ارادہ کیا کہ پہلے تنہا جا کر اُس کی کچھ ٹوہ لگائے اور اس میں کامیابی نہ ہونے کی صورت میں پھر جو تجویز مناسب معلوم ہو اُس پر عمل کرے۔ چنانچہ وہ بہت معمولی رفتار سے چلتا ہوا جب قریہ کمناسہ کے قریب پہنچا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ تاریکی ہو جانے تک اُس نے اُسی چشمہ کے ارد گرد کے درختوں میں چھپ کر بیٹھ رہنا مناسب سمجھا جہاں سے اُس نے پہلی دفعہ

ایک حسین لڑکی کو اٹھا کر لے جانے کی کوشش کی تھی۔ آفتاب کو غروب ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ چشمہ پر دو آدمی پہونچے۔ گنجان درختوں نے اس مقام کو زیادہ تاریک بنا دیا ہوا تھا۔ پس نہ تو ان دونوں آدمیوں نے بسطام کو دیکھا اور نہ بسطام نے اُن کو۔ مگر جو باتیں انہوں نے آپس میں کیں اور بسطام نے سُنیں اُن سے اُس کی خوشی اور مسرت کی کوئی حد باقی نہ رہی۔

عبدالرحمٰن جب بدر کو کہہ رہا تھا کہ اس گاؤں میں رہتے رہتے اُس کا جی اکتا گیا ہے اور اُس روز کو کوستا ہے جب اُس نے بربری چور سے اُس لڑکی کو چھڑایا تھا اور پھر یہ کہ اگر اُس کو اپنے میزبان کی واپسی تک پانچ چھ روز تک اس کا انتظار کرنے کی مجبوری نہ ہوتی تو وہ اگلی صبح ہی کو وہاں سے چل دیتا۔ بسطام اس کلام کو بہت خوشی اور اطمینان سے سن رہا تھا۔ اور دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ اگر یہی وہ شخص ہے جس کی اُس کو تلاش ہے تو اگلے روز اِس گاؤں سے چلے جانے کی اُس کی آرزو پوری ہو جائے گی۔

عبدالرحمٰن اور بدر جب وہاں سے الگ ہو کر چلے تو وہ بسطام ہی تھا جو عبدالرحمٰن کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور اُس کے نعیم کے گھر میں داخل ہو جانے کے بعد اُس گھر کا نشان اپنے دل میں ٹھہرا کر واپس چلا آیا تھا۔

بسطام کو اب اپنی کامیابی کا یقین ہو چکا تھا اور اس بات کے سُن لینے کے بعد کہ وہ شخص ابھی کم سے کم پانچ چھ روز تک اس گاؤں سے جانے والا نہیں ہے وہ جلدی کرنے سے اس معاملہ کے بگڑ جانے کی کوئی صورت پیدا ہونے نہیں دینا چاہتا تھا۔ وہ رات ہی کے وقت اس گاؤں میں واپس

پونچا جہاں سواروں کو چھوڑ آیا تھا اور رات وہیں بسر کرنے کے ارادہ سے سو رہا۔ صبح کو سواروں کو دو وقت کے کھانے کے واسطے روٹیاں پکا لینے کی ہدایت کی اور جب وہ اس سے فارغ ہو گئے تو اُن کو ساتھ لے کر بستی مکناسہ کی طرف روانہ ہوا۔

مکناسہ اور اُس کے قرب وجوار کی بستیوں میں چند روز سے ایک بربری شیر جو نہایت خونخوار ہوتا تھا اور انسان وحیوان دونوں پر بیدریغ حملہ کر کے اُن کو قتل کر دیتا تھا آمودار ہؤا تھا۔ بستیوں کے لوگ اُس کے شکار کے واسطے جانے اور اُس کو مار ڈالنے کی تجویز کر چکے تھے۔ اور جس روز بسطام قریہ مکناسہ کو آرہا تھا اُسی دن کی صبح کو وہ لوگ سب جمع ہو کر شیر کی تلاش کے واسطے ایک جنگل کی طرف جو قریہ مکناسہ سے دس گیارہ کوس مشرق کی جانب تھا روانہ ہو گئے تھے۔ عبدالرحمن نے بھی اُن کے ساتھ جانے کا اقرار کیا ہوا تھا مگر گذشتہ شام کے ناخوشگوار واقعات نے اُس کی طبیعت ایسی مکدر کر دی تھی کہ صبح کو اُس نے اُن کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن یونس اور بلنیس دونوں دیہاتیوں کے ساتھ چلے گئے تھے۔

دوپہر کا وقت ہو چکا تھا جب بسطام سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے نعیم کے مکان کے دروازہ پر پونچا۔ چونکہ سرکاری سواروں کا وہاں آنا ایک غیر معمولی امر تھا بہت سے بچے اور چار پانچ سن رسیدہ آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ نعیم گھر میں نہیں تھا۔ حوارہ کی والدہ مریم بلنیس کی ماں کو ملنے گئی ہوئی تھی تاکہ حوارہ کے گذشتہ شام کو بلنیس کو اپنے ہمراہ لے جانے سے انکار کرنے پر جو ناراضی بلنیس اور اُس کے والدین کے دل میں پیدا ہوئی تھی اُس کی بابت معذرت کرے۔ بلنیس کا باپ بھی

شیر کے شکار کے واسطے چلا گیا تھا۔ نعیم کے گھر میں اُس وقت حوارہ اور دو خدمت گاریں اور باہر نشست گاہ میں عبدالرحمٰن تھا۔ ان کے سوائے اور کوئی آدمی وہاں نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن نے جب بہت سے گھوڑوں کے سموں کی آواز سُنی اور پھر اُن کو نعیم کے مکان کے دروازہ پر کھڑا ہوا جاتے پایا تو فوراً یہ خیال اُس کے دل میں گذرا کہ اُس کے دشمنوں نے اُس کی جائے قیام دریافت کرلی ہے اور اُس کے گرفتار کرنے کے واسطے وہاں آپہونچے ہیں۔ اُس نے آہستہ سے اُٹھ کر ڈیوڑہی کی طرف کے دروازہ کو اندر سے زنجیر لگا دی۔ بسطام نے وہاں پونچ کر ایک کم سن لڑکے کو جو وہاں کھڑا تھا کہا کہ اندر جا کر مالک مکان کو بلا لائے۔ جب لڑکا اندر چلا گیا تو ایک بوڑہے شخص نے جو وہاں کھڑا تھا بسطام کو خطاب کرکے کہا کہ "اس مکان کا مالک نعیم جو اس بستی کا سردار ہے گھر میں نہیں ہے وہ چند روزہ سفر کی غرض سے باہر گیا ہوا ہے"

بسطام کو مالک مکان کا گھر پر نہ ہونے کا حال تو پہلے ہی سے معلوم تھا اُس نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ "اُس کے رشتہ داروں وغیرہ میں سے اور کون لوگ وہاں رہتے ہیں"

بوڑھا شخص: "اُس کی بیوی اور بچے رہتے ہیں۔ جن میں سے اُس کا بڑا لڑکا مکناسہ اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں کے جوان آدمیوں کے ساتھ شیر کے شکار کے واسطے گیا ہوا ہے"

بسطام: "کب گیا ہے"

بوڑھا شخص: "آج صبح سب لوگ گئے ہیں"

بسطام: "اُس کے گھر میں ایک مہمان بھی تو ٹھہرا ہوا ہے"

بوڑھا شخص (اپنے علم کے مطابق) "وہ بھی سب کے ساتھ شیر کے

شکار کے لئے گیا ہے"

یہاں تک باتیں ہو چکی تھیں کہ وہ لڑکا جو نعیم کے گھر کے اندر گیا تھا واپس آیا اور اُس کے ساتھ حوارہ تھی۔ بسطام نے فوراً حوارہ کو پہچان لیا۔ اور حوارہ اُس کے مونہہ کی طرف دیکھ کر خوف کے مارے کانپ گئی کیوں کہ اُس کو ابھی تک وہ بربری چور اور اُس کی شکل و صورت فراموش نہیں ہوئی تھی۔ اُس کے دل میں اس بات کا تو کوئی خوف نہیں پیدا ہوا تھا کہ روز روشن میں بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں وہ اُس کو اُٹھا لے جانے کی کوشش کرے گا۔ مگر یہہ خیال فوراً گذرا کہ شائد وہ جعفر سے اُس کو زخمی کرنے کا بدلہ لینے کی غرض سے اور اُس کو گرفتار کرنے کے واسطے آیا ہے۔ بسطام نے حوارہ کو دیکھتے ہی بہت دلاسا بھری آواز سے پوچھا کہ "بیٹی تمہارا باپ کہاں ہے"

حوارہ (اچھی دلیری کے ساتھ) "وہ گھر نہیں ہے۔ سفر میں گیا ہوا ہے"

بسطام "تمہارے گھر کے اور آدمی کہاں ہیں"

حوارہ "میری ماں اسی گاؤں میں کسی کام کے واسطے گئی ہوئی ہے اور میرا بھائی شیر کے شکار کے واسطے گیا ہوا ہے"

بسطام "تمہارے گھر میں ایک مہمان بھی تو ٹھہرا ہوا ہے وہ کہاں ہے"

بسطام کے اس سوال سے حوارہ کے اُن خیالات کی جو اُس کے دل میں جعفر کی نسبت پیدا ہوئے تھے صاف طور پر تائید ہوتی تھی اُس کی فطانت نے اس وقت اس کی مدد کی اور اُس نے بلا تامل اور بے ساختہ طور پر جواب دیا کہ "وہ بھی شکاریوں کے ساتھ گیا ہوا ہے"[1]

---

[1] مورخ کاندےعلی کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۶۵ پر اس واقع کا ذکر موجود ہے کہ عبدالرحمن کو شیر کے شکار کے واسطے گئے ہوئے ہونے کے بہانہ سے اُس کے متلاشی دشمنوں سے اُس کو بچایا گیا تھا۔

بسطام اس جواب کو سن کر اپنے دل میں کچھ ناخوش ہوا۔ مگر چونکہ یہی روایت وہ پہلے ایک بوڑھے شخص سے سن چکا تھا اور ساتھ ہی یہ امر بھی وہ اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ گاؤں میں سوائے بچوں اور بوڑھوں کے کوئی جوان آدمی نظر نہیں آتا ہے۔ اس نے حوارہ کے اس بیان میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہ پائی اور علاوہ ازیں وہ اس شخص کی تلاش میں کسی قسم کی غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کرنا اپنے مقصد اور مدعا میں کامیاب ہونے کے خلاف سمجھتا تھا۔ اس نے ان بڑی عمر کے آدمیوں سے اس جگہ کا پتہ اور نشان دریافت کیا جہاں وہ لوگ شکار کے لئے گئے ہوئے تھے اور اس امر کو معلوم کر لینے کے بعد اس نے سواروں کو حرکت کرنے کا اشارہ کیا اور وہاں سے چل دیا۔ بستی کے مشرق کی جانب پہنچ کر اس نے دو سواروں کو یہ ہدایت کی کہ وہ گھوڑوں سے اتر کر گاؤں کے قریب موجود رہیں اگر کوئی شخص گاؤں میں داخل ہو تو پوشیدہ طور پر اس کے پیچھے جائیں اور دیکھیں کہ وہ کس گھر میں جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس گھر کے اندر جائے جہاں وہ دریافت کرتا رہا ہے تو اس شخص کو پھر باہر نہ نکلنے دیں اور خود وہ باقی سواروں کو ہمراہ لے کر اس جنگل کی طرف روانہ ہوا جدھر اس کو شکار کے واسطے لوگوں کے جمع ہونے کا نشان بتایا گیا تھا۔ جب وہ اس جگہ کے قریب پہنچا اور کچھ فاصلہ پر سے لوگوں کی آوازیں آتی سنائی دینے لگیں۔ تو سواروں کو چند باتیں سمجھا کر منتشر ہو جانے اور گھوڑوں سے اتر کر درختوں کی آڑ میں بیٹھ رہنے کو کہا اور خود ایک بلند جگہ پر درختوں کے ایک جھنڈ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ کئی دفعہ اس کو شیر کے چنگھاڑیں مارنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی آدمیوں کے شور و غل کی آوازیں بھی آئیں جو کسی وقت اس کو اپنے قریب اور پھر دور نکل گئے معلوم ہوتے تھے۔ اس کو اس بارہ میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ شیر کے

شکار کے واسطے لوگوں کا جمع ہو کر وہاں آنا اور اُس شخص مطلوب کا اُن کے ساتھ ہونا ایک صحیح واقعہ ہے۔ پس وہ بغیر کسی بے اطمینانی کے خیال کے صبر سے بیٹھا ہوا شکار کے نتیجہ کا انتظار کرتا رہا۔ شام کا وقت قریب آ چلا تھا اور شکار ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا۔ لیکن رات کی تاریکی کو وہ اپنے مدعا کے خلاف ہونے کی بجائے اُس کا معاون ہونا تصور کرتا تھا۔ اور اُس نے یہہ ارادہ کر لیا تھا کہ جب وہ لوگ جنگل سے نکلیں گے تو وہ اندھیرے میں اُن کے پیچھے پیچھے گاؤں تک جائے گا اور وہاں پہنچ کر مناسب انتظام کرلے گا۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا جب اُس نے ایک شخص کی آواز سُنی جو اُس کے قریب ہی کسی دوسرے شخص کو خطاب کرکے کہہ رہا تھا کہ وہ شیر تو مارا گیا مگر آدمیوں کا نقصان بہت ہو گیا ہے۔ پانچ آدمی زخمی ہوئے ہیں جن میں سے تین کا حال بہت خراب ہے "

دوسرا شخص: "تو اب یہہ سب لوگ پیچھے کیا کر رہے ہیں۔ اندھیرا ہوتا جاتا ہے یہاں سے جلدی روانہ ہونا چاہئے "

پہلا شخص: " وہ درختوں کی شاخوں اور پتوں سے ان مجروحین کو اُٹھا کر لے جانے کے واسطے تختے بنا رہے ہیں۔ اور اب آیا ہی چاہتے ہیں "

تھوڑی دیر اور گذری تھی کہ گاؤں کے لوگوں کا ایک بڑا گروہ بسطام کی ایک جانب سے گذرا۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور اس کی وجہ بسطام نے آسانی سے سمجھ لی کہ وہ زخمی آدمیوں کو اُٹھائے لے جا رہے تھے۔ جب یہہ لوگ کچھ دور نکل گئے تو بسطام نے اپنے سواروں کو جمع کیا مگر یہہ ہدایت کی کہ ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر دائیں بائیں یا آگے پیچھے بہت آہستگی سے چلیں۔ لیکن جب بستی مکناسہ کے قریب پہنچیں تو

جمع ہو جائیں اور اس گاؤں کے لوگوں کو بستی میں داخل ہونے سے پہلے گھیر کر روک لیں۔

عبدالرحمن نے جب یہہ سمجھ لیا تھا کہ سوار اُس کی گرفتاری کے واسطے وہاں آپہنچے ہیں تو اُس دل میں مایوسی کے خیالات پیدا ہو گئے تھے وہ گویا ایک قفس میں بند تھا جہاں سے بھاگنے کی کوئی سبیل یا صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ایک لمحہ کے واسطے اس کے دل میں یہہ خیال بھی گذرا کہ نعیم چوں کہ قبیلہ مکناسہ اور اس بستی کا سردار ہے ممکن ہے کہ سرکاری سوار کسی اور کام کی غرض سے اس نواح میں آئے ہوں اور نعیم کی بابت دریافت کر رہے ہوں مگر جب اُس نے ایک شخص کو نعیم کے مہمان کی بابت صاف طور پر دریافت کرتے ہوئے سنا تو اُس کو اپنی قسمت کی نسبت کوئی شک باقی نہ رہا۔ بدر پاس ہوتا تو دونوں مل کر ان سپاہیوں کے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے۔ نعیم گھر میں موجود ہوتا تو اُس کے بچانے کی کوئی تدبیر کر سکتا۔ کھلے میدان میں ان سپاہیوں سے دوچار ہوا ہوتا تو اپنے دل کی ہوس نکال کر جان دیدیتا۔ مگر اب موجودہ حالت میں مایوسی کی تاریک اور بھیانک صورت کے سوا اور کوئی شکل نظر نہیں آتی تھی جب اُس نے ایک شخص کو یہہ کہتے ہوئے سُنا کہ نعیم کا مہمان شیر کے شکار کے واسطے گیا ہوا ہے تو اُس نے تصور کیا کہ چوں کہ اُس کا گاؤں والوں کیساتھ جانے کا ارادہ تھا اس وجہ سے وہ شخص قیاساً یہہ بات کہہ رہا ہے اور امر واقع دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔ حوارہ کو جب اُس نے متلاشی سواروں میں سے ایک کے ساتھ باتیں سُنا تو اُس کو یقین ہو گیا کہ اب اُس کے اس مکان میں موجود ہونے کا واقعہ بیان کر دیئے جانے میں کوئی ایک آدھ لمحہ ہی باقی ہے مگر اُس کو سخت تعجب ہوا جب اُس نے حوارہ کو اپنی نسبت یہہ کہتے سُنا کہ " وہ

بھی تشکاریوں کے ساتھ گیا ہوا ہے"۔ لیکن اس سے بھی اُس وقت اُس کو کوئی اُمید پیدا نہیں ہو سکتی تھی اتنی بات وہ آسانی سے سمجھ سکتا تھا کہ وہ لوگ اس مکان کی تلاشی لینے اور اپنا اطمینان کئے بغیر وہاں سے نہیں جائیں گے۔ جب اس نے سواروں کے وہاں سے حرکت کرنے اور چل دینے کی آواز سُنی تو وہ اپنے کانوں پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں تھا اور گو باہر گلی میں سناٹا ہو چکا تھا مگر اس کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ لوگ مکان سے کہیں زیادہ دور چلے گئے ہیں۔

سواروں کے چلے جانے کے کچھ دیر بعد حوارہ کی ماں مریم اپنے گھر واپس آئی اور حوارہ نے اُس سے وہ تمام کیفیت جو گذری تھی بیان کی۔ یہہ بھی بتایا کہ سواروں کے ساتھ وہ آدمی بھی تھا جو اُس کو چرا کر لے جانا چاہتا تھا اور یہہ کہ اُس نے یہہ خیال کر کے کہ وہ جعفر سے اپنا بدلہ لینے کی غرض سے آیا ہے اُس سے اُس کو یہہ بتایا ہے کہ جعفر شکار کیواسطے گیا ہوا ہے۔ یہہ حال سُن کر مریم کو بھی بہت تردد پیدا ہوا اور وہ جعفر کے کمرہ کی طرف گئی حوارہ اُس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ڈیوڑھی والے دروازہ کو اندر سے بند پا کر وہ مکان کے صحن میں آئی۔ اور ڈیوڑھی کے اندر کے دروازہ کو بند کر کے اور زنجیر لگا کر جعفر کے کمرہ کے اس دروازہ کیطرف گئی جو صحن کیطرف کھلتا تھا۔ دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ عبدالرحمن نے دروازہ اندر سے کھول دیا۔ مریم نے ایک نگاہ میں دیکھ لیا۔ کہ اسکے چہرہ کا رنگ فق ہوا ہوا ہے۔ اور مونہہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ اس نے نہایت شفقت بھری آواز سے کہا کہ "آپ کو کچھ معلوم ہے۔ کہ یہہ سپاہی یہاں کیوں آئے تھے"۔

عبدالرحمن:- "نہیں مجھے پختہ طور پر تو کچھ معلوم نہیں۔ مگر چوں کہ میری نسبت وہ دریافت کرتے تھے مجھے تردد ہوا ہے کہ شاید کسی نے

میرے برخلاف کوئی الزام لگایا ہو۔"

مریم "یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ حوارہ کہتی ہے کہ ان سواروں کا سرکردہ وہی چور تھا جو حوارہ کو اُٹھا کر لے چلا تھا اور آپ نے اُس کو اس سے چھڑایا تھا۔ غالباً اُسی نے آپ کے برخلاف اُس کو زخمی کرنے کا الزام لگایا ہے۔"

عبدالرحمن سمجھ گیا کہ بسطام نے چوں کہ اُس کو اس نواح میں دیکھ پایا تھا کہیں سے اُس کے حلیہ کا اعلان سُن کر اُس نے مخبری کی ہے۔ مگر جو قیاس مریم ظاہر کر رہی تھی اُس سے اُس کو اپنے اصلی راز اور وجہ تشویش و تردد کو چھپانے کا موقع مل گیا اور جواب دیا کہ "شاید اُسی نے کوئی شہرت کی ہے۔"

مریم "تو اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

عبدالرحمن "اگر مجھ کو شام تک چھپے رہنے اور اس کے بعد اس گاؤں سے چلے جانے کا موقع مل جائے تو غالباً ان کے ہاتھ سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔"

مریم "مگر اس مکان میں تو غالباً وہ پھر آپ کی تلاش کے واسطے آئیں گے شام تک کا وقت اگر کسی دوسرے مکان میں گذریں گے تو بہتر ہوگا۔"

عبدالرحمن "وہ لوگ اس مکان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔"

مریم "میں باہر سے آئی ہوں تو مجھے تو کوئی آدمی اپنے مکان کے قریب نظر نہیں آیا۔"

عبدالرحمن "اگر میرا یہاں سے نکل کر کسی دوسرے مکان میں جانا

ممکن ہو تو میں کس کے مکان میں جا کر چھپ سکتا ہوں "

مریم "حوارہ کے باپ کے رشتہ داروں میں سے آپ نے اُس کے دونوں چچیرے بھائیوں کو دیکھا ہوا ہے - ایک تو کلیب کا باپ ہے مگر اُس کا گھر زیادہ فاصلہ پر ہے - دوسرے کا مکان نزدیک ہے میں آپ کو اُس کے ہاں چھوڑ آؤں گی - مگر آپ کے اس مکان سے باہر جانے سے پیشتر میں خود جا کر اچھی طرح سے اطمینان کرانا چاہتی ہوں کہ ان سپاہیوں میں سے کوئی آدمی یہاں قریب تو نہیں ہے "

عبدالرحمٰن "بہت اچھا یہہ آپ کی بڑی عنایت ہے "

مریم کمرہ سے باہر نکل گئی - مگر حوارہ وہیں کھڑی رہ گئی - عبدالرحمٰن نے جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس کے فکر اور تردد کے خیالات دفعتاً رفع ہو گئے اور دل میں ایک نئی کیفیت پیدا ہو گئی - اُس نے حوارہ کے نازک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور کہا کہ " حوارہ - یہہ تم نے کیونکر کہہ دیا کہ میں باہر شکار کے واسطے گیا ہوا ہوں "

حوارہ "میں نے اُس چور کو دیکھتے ہی خیال کر لیا تھا کہ اس کی نیت میں بدی ہے اور تم کو پکڑنے کے واسطے آیا ہے "

عبدالرحمٰن " حوارہ تم بہت ہی سیانی ہو - خدا تمہاری عمر میں برکت دے "

حوارہ (تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد) "تو شام کے بعد تم کس طرف جاؤ گے "

عبدالرحمٰن "کسی اور گاؤں کی طرف "

حوارہ "پھر کتنے دنوں بعد واپس آؤ گے "

عبدالرحمٰن (سرد آہ بھر کر) "ابھی تو میں یہہ نہیں

بتا سکتا۔"

حوارہ۔" تو میرے ساتھ چشمہ پر کون جایا کرے گا؟"

عبدالرحمٰن۔" یونس اور بلینس۔"

حوارہ۔" بلینس کے ساتھ تو میں کبھی نہیں جاؤں گی اور یونس مجھے چوروں سے نہیں بچا سکتا۔"

عبدالرحمٰن۔" تمہارا خدا حافظ ہوگا۔"

حوارہ۔" تو جب تک تم واپس نہیں آؤ گے میں چشمہ پر نہیں جاؤں گی۔"

عبدالرحمٰن ابھی کچھ جواب نہیں دینے پایا تھا کہ مریم واپس آگئی اور عبدالرحمٰن کو اُس نے کہا کہ" ہمارے اور حوارہ کے چھوٹے چچا کے مکان کے راستہ میں کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ آپ چلیں یہاں سے نکلنے کا یہ اچھا موقع معلوم ہوتا ہے۔"

عبدالرحمٰن نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے لی اور چلنے کو تیار ہو گیا۔ مریم آگے اور وہ اُس کے پیچھے تھا حوارہ بھی ساتھ تھی۔ جب دروازہ پر پہنچے تو مریم نے حوارہ کو کہا کہ وہ وہیں گھر پر ٹھہرے۔ اُس وقت حوارہ نے عبدالرحمٰن کی طرف اور عبدالرحمٰن نے حوارہ کی طرف دیکھا۔ جو کچھ اُن کی آنکھوں نے ایک دوسرے کو ایک آن واحد میں کہہ دیا وہ زبانیں گھنٹوں بھر میں بھی بیان نہ کر سکتیں۔ مریم اور عبدالرحمٰن بلاغل وغش نعیم کے چھوٹے چچیرے بھائی کے مکان پر پہنچ گئے۔ صاحب خانہ توشکاریوں کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ اُس کی بیوی اور ایک چھوٹی سی لڑکی اور ایک خدمتگار عورت کے سوا گھر میں کوئی نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن کو مریم نے نشست گاہ میں بٹھا دیا اور کہا کہ" شام کے قریب میں پھر آپ کو دیکھنے کے واسطے

آؤں گی۔"

عبدالرحمٰن ۔"میں آپ کی اس سب مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن مناسب یہہ ہوگا کہ آپ شام کو اس مکان کی طرف آنے کی تکلیف نہ کریں۔ اس سے ان لوگوں کو میرے یہاں ہونے کا پتہ کر لینے کا موقع مل جانے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ میں اب آپ کو الوداع کہتا ہوں۔ میں اگر ان لوگوں کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا تو میں کبھی نہیں بھولوں گا کہ ایک نازک موقع پر حوارہ نے مجھے کسی آنے والی مصیبت سے بچا لیا ہے۔ سردار نعیم کو میرا اسلام پہنچائیے گا اور کہئے گا کہ ان کی اور ان کے کُنبہ کی مہربانیوں اور احسانات کے شکریوں سے میرا دل بھرا ہوا ہے۔"

عبدالرحمٰن کے اس کلام کو سُن کر مریم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دل میں ایک ایسے رنج کا جوش پیدا ہو گیا کہ وہ زبان سے "خدا حافظ" کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکی اور کمرہ سے نکل کر چلی گئی۔

غروب آفتاب تک کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا جو عبدالرحمٰن کے کسی تازہ تردد کا باعث ہوتا۔ جب تاریکی ہو گئی تو وہ اس مکان سے نکلا اور چشمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور بغیر کسی روک ٹوک کے چشمہ پر پہنچ گیا۔ بدر وہاں پہلے سے موجود تھا۔ عبدالرحمٰن نے چند الفاظ میں اس روز کی سرگذشت اُس سے بیان کر دی اور کہا کہ "میں روانہ ہونے کے واسطے تیار ہو کر آیا ہوں۔" بدر نے اس موقع کی نازک حالت کو فوراً سمجھ لیا اور کہا کہ "مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں اپنے میزبان کو الوداع کہہ آؤں۔"

چنانچہ وہ کلیب کے گھر واپس آیا۔ کلیب کھانے کے واسطے اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ بدر نے جب ناگہانی اپنے روانہ ہونے کی ضرورت بیان کی تو کلیب۔ سلمہ اور ندوارہ تینوں ہکا بکا رہ گئے۔ بدر نے یہہ کہہ کر کہ اُس کو

اتنی بھی فرصت نہیں ہے کہ اپنی اس غیر متوقع ضرورتِ سفر کی کوئی تشریح کرسکے اُن کو اور بھی حواس باختہ کر دیا۔ لیکن بدر نے یہہ وعدہ کیا کہ جتنی جلدی بھی ممکن ہوا وہ اپنے حالات سے اُن کو اطلاع دے گا۔ زوارہ نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں باندھ دیں وہ اُس نے لے لیں اور کلیب کے کچھ دور تک اُس کے ہمراہ جانے کے متعلق عذر کرکے وہ تنہا وہاں سے روانہ ہوکر بہت جلد عبدالرحمٰن کے پاس پہنچ گیا اور وہ دونوں اس بستی سے سیدھا مغرب کی طرف رُخ کرکے چل دیئے۔ دونوں خاموش چلے جا رہے تھے۔ عبدالرحمٰن کے دل میں جوارہ کے خیالات تھے اور بدر کو سلمہ کی یاد ستا رہی تھی۔ جب قریہ مکناسہ کوئی چار پانچ کوس پیچھے رہ گیا تو اُس وقت عبدالرحمٰن نے خیال کیا کہ وہ خطرہ کی حالت سے بچ کر نکل آیا ہے اور خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔ اور بدر کو خطاب کرکے کہنے لگا کہ " اُس خوبصورت لڑکی نے جس کو ہم نے اُس بربری چور کے ہاتھوں سے چھڑایا تھا ہماری اُس خدمت کے معاوضہ میں ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ ہم کبھی اُس کی شکر گذاری سے عہدہ برا نہیں ہوسکیں گے "

باتوں باتوں میں اُس نے پھر گذشتہ دن کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ بدر کو بتائے اور بدر بھی اُن کو سُن کر بہت ہی متاثر ہوا۔ پھر عبدالرحمٰن نے کہا کہ " اگر مجھ کو اس طرح ناگہاں طور پر یہاں سے بھاگنے کی ضرورت پیش آتی اور میں اپنے میزبان نعیم سے ملاقات کرکے روانہ ہوا ہوتا۔ تو اُس سے دریافت کرتا کہ آگے مغرب کی طرف کس مقام پر ہم کو کوئی اچھی پناہ کی جگہ مل سکتی ہے "

بدر " میں اپنے میزبان سے اکثر اس قسم کے حالات دریافت کرتا رہا ہوں اور بہت سے قبائل عرب وغیرہ کے نام اُس نے مجھ کو بتلائے ہیں "

یہہ کہہ کر بدر نے مختلف قبائل کے نام گنانے شروع کئے اور بہت سے قبیلوں کا نام لینے کے بعد اُس نے قبیلہ نفزادہ کا نام لیا۔ عبدالرحمٰن نے نفزادہ کا نام سُن کر بدر سے پوچھا کہ "اس کا بھی کچھ حال تم کو معلوم ہے کہ اُن کی بستی یہاں سے کتنی دور ہے"؟

بدر "جہاں تک مجھ کو یاد ہے نفزادہ کی بستی میرے میزبان کلیب نے اس گاؤں سے دس روز کا راستہ بتائی تھی"۔

عبدالرحمٰن "تو تم کو یہہ معلوم نہیں ہے کہ میری ماں قبیلہ نفزادہ سے ہے۔ اور اس قبیلہ کے سب لوگ میری والدہ کے قریبی رشتہ دار ہیں[1]۔

بدر "یہہ تو مجھے معلوم تھا کہ نفزادہ آپ کے نہال ہیں مگر یہہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں سے آپ کے کوئی قریبی رشتہ دار المغرب میں آبسے ہیں"۔

عبدالرحمٰن "عبداللہ اگر زندہ ہو تو وہ میری ماں کا چچازاد بھائی ہے اور وہی قبیلہ کا سردار ہوگا"۔

بدر "یہہ تو بہت دل خوش کن خبر ہے"۔

ان مسافروں کو چھوڑ کر ہم بستی مکناسہ کی طرف واپس آتے ہیں۔ بسطام نے گاؤں کے قریب تک اُن لوگوں کا جو شکار سے واپس آرہے تھے بہت پوشیدگی کے ساتھ پیچھا کیا اور جب نزدیک پہنچ گئے تو اُس نے اپنی رفتار کو بڑھا کر سواروں کو ساتھ لئے ہوئے ان سب آدمیوں کو روک کر کھڑا ہوجانے کو کہا اور اُن کو بتایا کہ عامل فسطاط نے ایک سرکاری کام کے واسطے اُس کو وہاں بھیجا ہے۔ اور ان سب کو اس وقت تک

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۱۹۸۔

اسی جگہ ٹھہرا رہنا پڑے گا جب تک کہ گاؤں سے کوئی شخص روشنی نہ لے آئے۔ ایک سوار کو اُس نے کہا کہ وہ جلدی جا کر سب سے نزدیک مکان سے ایک جلتا ہوا چراغ لے آئے۔ بستی کے لوگوں کو اس اجنبی بدہئیت شخص کی یہ حاکمانہ تقریر بہت ناگوار معلوم ہوئی کیوں کہ مجروح آدمیوں میں سے اوروں کو تو بعض دوسرے دیہات کی طرف لے گئے تھے اور ایک کو اس بستی والے اُٹھائے لا رہے تھے۔ مگر سرکاری سواروں سے اس وقت کوئی تنازعہ کرنا اُنہوں نے مناسب نہ سمجھا اور وہیں ٹھہر گئے۔ بہت دیر نہ گذری تھی کہ وہ سوار روشنی لئے ہوئے واپس آ پونہچا۔ بسطام نے سب آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا اور ہر ایک کے چہرہ کو دیکھنا شروع کیا۔ لیکن جب اس نے اس جماعت میں اُس شخص کو نہ پایا جس کی وہ تلاش کر رہا تھا تو مایوسی آمیز غصہ اور غضب سے بھڑک اُٹھا۔ اور بہت تند آواز میں کہا۔ کہ ”وہ شخص کہاں ہے جو اس بستی کے سردار نعیم کے گھر میں بطور مہمان کے ٹھہرا ہوا تھا“

ایک شخص نے جو نعیم کا چھوٹا چچیرا بھائی تھا۔ اُس کو جواب دیا کہ ”آپ کی مراد جعفر سے ہے۔ وہی نعیم کے گھر میں ٹھہرا ہوا ہے۔ مگر وہ تو ہمارے ساتھ شکار میں نہیں گیا تھا۔ صرف نعیم کا بیٹا یونس ہمارے ہمراہ تھا“

بسطام ”مجھ کو نعیم کے گھر سے بتایا گیا تھا کہ وہ شکاریوں کے ساتھ گیا ہوا ہے۔ دوپہر کے وقت وہ اُس کے گھر پر موجود نہیں تھا“

وہی شخص ”اگر وہ گھر پر موجود نہیں تھا تو کسی اور طرف گیا ہوگا۔ شکار کے واسطے ہمارے ساتھ جانے کا اُس نے اقرار کیا ہوا تھا مگر صبح کو اُس نے انکار کر دیا تھا“

بسطام کو اپنی اس تلاش میں ناکامیاب ہونے کا خیال سخت شاق گذر رہا تھا اور اُس نے اسی طرح بدستور اپنی غضب ناک آواز میں کہا کہ "مجھے تمہارے اس بیان پر اعتبار نہیں ہے۔ تم اُس کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں تم سب کے گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تمام گھروں کی تلاشی لوں گا"

ایک دوسرا شخص (بلینس کا باپ) "جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے بالکل درست ہے۔ اُس شخص کے چھپنے یا ہمارے اُس کو چھپانے کی کسی ضرورت کا ہم کو قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ آپ تلاشی لیں یا جو کچھ کریں آپ کا اختیار ہے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے ایک زخمی آدمی اُٹھایا ہوا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے۔ ہم زیادہ دیر تک یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ ضروری ہے کہ گھر پہنچ کر اس کے زخموں کا علاج کرنے کی کوشش کریں"

بسطام ۔ (اس خیال سے کہ ان لوگوں سے کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو پڑے) "میں تم کو اور تمہارے مجروح بیٹے کو گاؤں میں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر اس کو اُٹھا کر میرے آدمی لے جائیں گے اور باقی سب کو یہیں ٹھہرا رہنا پڑے گا"

بسطام نے چار سپاہیوں کو ان آدمیوں کے پاس چھوڑا۔ اور حوارہ کے منگیتے بلینس کو جسے شیر نے اس روز زخمی کر دیا تھا اپنے سپاہیوں سے اُٹھوا لے جا کر اُس کے گھر پہنچا دیا۔ اور پھر اُس نے گاؤں کے گھروں کی تلاشی لینی شروع کی۔ نعیم کا گھر تلاشی کرتے وقت اُس نے حوارہ اور مریم سے بہت جرح قدح کی مگر اُنہوں نے ایک ہی مختصر جواب دیا کہ اُن کے علم و قیاس کے مطابق تو وہ شکار کے واسطے ہی گیا ہوا تھا اور اگر وہ شکار کو نہیں گیا تو ان کو معلوم نہیں ہے کہ پھر کدھر گیا ہے۔

آدھی رات تک بسطام اُسی گاؤں میں اپنے شکار کی تلاش میں مصروف رہا۔ اور فرضی عبدالرحمٰن کے علاوہ وہ اس کے ساتھی کی شکل کے آدمی کو بھی ڈہونڈتا رہا جو چشمہ پر اُس لڑکی کو اُس سے چھڑانے کے وقت اُس کے ہمراہ تھا۔ آخر مایوسی اور تکان سے مجبور ہو کر ایک مکان میں ذرا دم لینے کے واسطے ٹھہرا اور کچھ کھانا کھایا۔ اس اثنا میں مختلف قسم کے خیالات اُس کے دل میں گذرے۔ پہلے تو اس ناکامی نے اُس کے غصہ اور غضب کو بہت بھڑکایا ہؤا تھا۔ رفتہ رفتہ اُس کا غصّہ فرو ہوا اور اُس نے کسی قدر متانت سے ن پیش آیندہ واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔ وہ اپنے آپ کو اپنی اس احمقانہ حرکت پر ملامت کرنے لگا کہ اُس نے اُسی وقت نعیم کے گھر کی تلاشی کیوں نہ لی یا نعیم کے گھر پر نظر رکھنے کے واسطے ایک دو سپاہی وہاں کیوں نہ چھوڑ گیا۔ نعیم کے مہمان کا نام اس کو جعفر بتایا گیا تھا۔ لیکن وہ یہہ خیال کر رہا تھا کہ اگر وہ شخص اپنے تلاش کئے جانے کا حال معلوم کر کے بھاگا ہے تو خواہ اُس نے اپنا نام کچھ ہی رکھ لیا ہو وہ ضرور عبدالرحمٰن ہے۔ ورنہ اگر وہ عبدالرحمٰن نہیں ہے تو اُس کو وہاں سے بھاگ جانے کی کوئی وجہ یا ضرورت نہیں تھی لیکن اگر اس کو اپنے متلاشیوں کے اس گاؤں میں آنے کا علم نہیں ہؤا ہے اور درحقیقت صبح کے وقت سے ہی وہ کہیں چلا گیا ہے تو اب وہ اس بات کی فکر کر رہا تھا کہ وہ کدھر اور کس طرف گیا ہوگا۔ اُس وقت اس کو اس شخص کا یہہ قول جو گذشتہ رات کو چشمہ پر سُنا تھا یاد آیا کہ اگر اُس کو اپنے میزبان کا انتظار نہ ہوتا تو وہ اگلی صبح ہی کو وہاں سے چلا جاتا تب اُس کے دل میں یہہ بات گذری کہ اس صورت میں اغلب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے میزبان نعیم سے ملاقات کرنے اور اس سے رخصت لینے کے واسطے اس گاؤں کی طرف گیا ہے جدھر وہ گیا ہوا ہے۔ اس قیاس کے دل میں گذرنے پر

اُس کے مایوسی کے خیالات کچھ کم ہو گئے اور اُس نے فیصلہ کیا کہ اُس بستی کا نام و نشان دریافت کر کے وہ اسی وقت اس طرف کو روانہ ہو جائے۔ مگر اس بات کا کسی پر اظہار کرنا کہ وہ اس شخص کو مفرور شاہزادہ عبدالرحمٰن تصور کر کے اُس کی تلاش کر رہا ہے خلاف مصلحت سمجھتا تھا چنانچہ وہ اسی رات کو بغیر آرام کرنے کے اُس گاؤں کا پتہ دریافت کر کے جہاں نعیم گیا ہوا تھا وہاں سے چل پڑا اور کئی روز کی کٹھن منزلیں طے کرنے کے بعد جب وہاں پونچا تو سوائے غصہ انگیز مایوسی کے اُس کو اور کچھ نہ نصیب ہوا۔ وہاں اُس کو بتایا گیا کہ نعیم اس بستی سے چلا گیا ہے اور اُس کے بتائے ہوئے حلیہ سے مشابہ شکل کا کوئی شخص وہاں نعیم کو ملنے کے واسطے نہیں آیا تھا۔ اس خبر نے بسطام کے دل میں اس بات کا یقین پیدا کر دیا کہ وہ شخص ضرور عبدالرحمٰن ہی ہے اور گرفتار کئے جانے کے خوف ہی سے وہ کسی اور طرف کو بھاگ گیا ہے بسطام نے اب پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اُس کی تلاش میں افریقیہ کی تمام سرزمین کی مٹی چھان ڈالے گا اور جب تک اُس کو ڈھونڈ نہیں لے گا آرام سے نہیں بیٹھے گا۔

نعیم جب اپنے گاؤں میں واپس پونچا تو بسطام کے سرکاری سوار اپنے ہمراہ لے جا کر جعفر کی تلاش میں آنے کے واقع سے اُس کو بہت تعجب ہوا۔ اور حوارہ کی ذہانت پر جو عبدالرحمٰن کو گرفتاری سے بچا لینے میں اُس نے ظاہر کی تھی اُس نے حیرت کا اظہار کیا۔ جعفر کے چلے جانے سے اُس کو بہت رنج اور ملال گذرا۔ مگر سب سے زیادہ اندوہ رسان یہ خبر تھی کہ اُس کا بھتیجا اور حوارہ کا خطیب بلنیں اپنے زخموں کی وجہ سے سخت بیمار ہے اور اُس کی زندگی کی نسبت بہت کچھ مایوسی

کے خیالات پیدا ہوئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اُس کے واپس آنے سے
چوتھے روز وہ باوجود اُس کا علاج کرنے کی ہر قسم کوششوں کے فوت
ہوگیا اور تمام قبیلہ کو اپنا ماتم کرنے کے واسطے چھوڑ گیا۔ حوارہ کو بلیس
کی موت کا اتنا ہی صدمہ گذرا جتنا کہ اُس کے اصلی رشتہ کے باعث
ہونا ضروری تھا۔ جعفر کی صورت ہر وقت اُس کے آنکھوں کے سامنے رہتی
تھی۔ اور اُس کے واپس آنے کی توقع اُس کی جُدائی کے رنج کی تلافی کرنے
میں مدد دیتی تھی۔ مگر جب اُس کو گئے ہوئے کوئی مہینہ بھر گذر گیا اور وہ
واپس نہ آیا تو اُس کی اُمیدیں مایوسی سے بدل جانے لگیں۔ بعد اس کے
بعد عرصہ دراز تک اُس کو کسی نے ہنستے یا خوشی کی حالت میں نہیں دیکھا۔
اور نہ کبھی وہ اُس کے چلے جانے کے بعد چشمہ پر گئی۔ نعیم اور مریم اپنی بیٹی کی
اس حالت کو محسوس کرتے تھے اور اس بات کا عملی مشاہدہ کر لینے کے بعد
کہ جب کبھی جعفر کا ذکر آجاتا تھا حوارہ اپنے مونہہ کو ڈھانپ لیتی تھی اور آنسو
پونچھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی اُن کو یقین ہوگیا کہ حوارہ جعفر کو نہیں بھولی ہے
اور اُس کی محبت کو اُس نے اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ اگر جعفر
اُن کو مل جاتا تو وہ حوارہ کا اُس کے ساتھ نکاح کر دینے میں کچھ تامل نہ کرتے
مگر جعفر کی نقل و حرکت یا اُس کے جائے قیام بلکہ اس امر کی نسبت بھی کہ
وہ زندہ ہے یا نہیں اُن کو کوئی علم نہیں تھا۔ یہی حال کلیب اور نبوارہ
اور اُن کی بیٹی سلمہ کا بدر کی نسبت تھا۔ انتظار کرتے کرتے وہ اُس کے واپس
آنے یا اُس کے کسی احوال کے معلوم ہونے کی طرف سے مایوس
ہو چکے تھے۔

عبدالرحمٰن اور بدر نے قریہ مکناسہ سے روانہ ہوکر دس روز کا سفر ہفتہ
بھر میں طے کیا اور اپنے منزل مقصود کا پتہ دریافت کرتے ہوئے ساتویں روز

شام کے وقت قبیلہ نغزادہ کی بستی میں جا پوہنچے - بدر نے مسجد میں جاکر قبیلہ کے لوگوں اور اُن کے سردار کا حال اور گھر کا پتہ دریافت کر کے بہت مسرت کے ساتھ عبدالرحمٰن کو جاکر اطلاع دی کہ قبیلہ کا سردار اُس کا ماموں عبداللہ ہی ہے اور گو وہ اکثر تجارت کے کاروبار کی وجہ سے غیر حاضر رہتا ہے مگر اِس وقت وہ گاؤں میں موجود ہے - عبدالرحمٰن یہہ سُن کر بدر کی نشان دہی کے مطابق عبداللہ کے گھر کی تلاش میں روانہ ہوا اور اُس میں اس کو کچھ دقت پیش نہ آئی کیوں کہ اس اچھی بڑی اور آبادبستی میں سب سے زیادہ شاندار اور وسیع مکان عبداللہ ہی کا تھا - عبداللہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے قبیلہ کے بہت سے آدمیوں کے ساتھ اپنی نشست گاہ میں بیٹھا ہوا تھا - عبدالرحمٰن اور بدر جب وہاں پوہنچے تو ان کے ساتھ اسی مہربانی کا سلوک کیا گیا جو نووارد مسافروں کے ساتھ کرنے کا عربوں کا دستور تھا - عبداللہ نے اُن کو اپنے قریب بٹھایا اور اُن کا حال دریافت کیا - عبدالرحمٰن نے بتایا کہ اُس کا نام جعفر ہے اور وہ تلاش روزگار کی غرض سے اپنے وطن شام سے اس نواح کی طرف آیا ہے - عبداللہ اُس کی باتوں کو سُنتا جاتا تھا مگر اُس کے حسین چہرہ کی طرف دیکھنے سے وہی اثر اُس کے دل پر ہو رہا تھا جو ہر ایک مبصر شخص کے دل پر نظر غائر سے اُس کی طرف دیکھنے سے ہوتا تھا - کئی قسم کے خیالات اُس کے دل میں گذرے مگر ابھی اُس کو اپنے کاروبار کے متعلق بعض آدمیوں سے کچھ باتیں کرنی باقی تھیں اس واسطے وہ پھر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا اور عبدالرحمٰن اور بدر خاموش بیٹھے رہے - عبداللہ کا مکان اور اُس کی آراستگی اُس کے بہت آسودہ ہونے کی شہادت دے رہی تھی - اور اُس کی باتوں سے اُس کے کاروبار تجارت کی وسعت کا اظہار ہو رہا تھا - آخر دستر خوان بچھایا گیا اور تمام حاضرین نے جن کی تعداد تیس

آدمیوں کے قریب تھی وہیں اچھا پرتکلف کھانا کھایا اور اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے وہاں سے اُٹھ کر جانے لگے۔ حتیٰ کہ عبداللہ کے پاس سوائے عبدالرحمٰن اور بدر کے اور کوئی آدمی باقی نہ رہا۔ تب عبداللہ پھر عبدالرحمٰن کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے شام کا حال دریافت کرنے لگا اور پوچھا کہ شام سے نکلے آپ کو کتنی مدت ہوئی ہے "

عبدالرحمٰن "کوئی دو اڑھائی مہینے ہوئے ہیں"

عبداللہ "آپ نے بتایا ہے کہ آپ خاص دمشق کے رہنے والے ہیں"

عبدالرحمٰن "جی ہاں میں دمشق کا باشندہ ہوں"

عبداللہ "تو عبداللہ عباسی نے جب اولادِ بنی امیہ کو قتل و غارت کیا ہے تو آپ دمشق ہی میں تھے"

عبدالرحمٰن "نہیں میں اُس وقت دمشق سے باہر تھا"

عبداللہ "مگر وہ حالات تو سب آپ نے سُنے ہوں گے"

عبدالرحمٰن "حالات میں نے سب سُنے ہیں"

عبداللہ "آپ کو یہہ معلوم ہے کہ مروان ثانی کا پوتا اور معاویہ کا بیٹا عبدالرحمن قتل ہونے سے بچ کر وہاں سے بھاگ گیا ہے"

عبدالرحمٰن (ذرا نیچی آواز کے ساتھ) "جی ہاں میں نے سُنا ہے"

عبداللہ "تو اس سفر میں آپ نے اُس کی گرفتاری کی کوئی خبر تو نہیں سُنی ہے"

عبدالرحمٰن "نہیں"

یہہ سُن کر عبداللہ تھوڑی دیر کے واسطے خاموش ہو گیا تو عبدالرحمٰن نے اُس کو کہا کہ "کیا آپ اُس عبدالرحمٰن کو جانتے ہیں"

عبداللہ " میں نے اُس کو دیکھا تو نہیں ہے کیوں کہ مجھے اس علاقہ میں آئے ہوئے بیس برس ہو گئے ہیں اور وہ میرے چلے آنے کے کچھ مدت بعد پیدا ہوا ہے۔ مگر اُس کی ماں میری چچا زاد بہن ہے اور جب سے میں نے اُس کی نسبت یہہ کیفیت سُنی ہے اُس کا احوال دریافت کرنے کا شوق رہتا ہے "

عبدالرحمٰن " اگر وہ بے چارہ زندہ ہے تو کہیں جائے پناہ کی تلاش میں پھرتا ہوگا "

عبداللہ " سب سے بہتر جائے پناہ. . . . . "

یہی الفاظ اُس کے موہنہ سے نکلنے پائے تھے کہ پھر وہ کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا "

عبدالرحمٰن " میں اب سمجھ گیا ہوں کہ آپ سب سے بہتر جائے پناہ اُس کو بتا سکتے ہیں۔ اور یہ جائے پناہ کا متلاشی آپ کے سامنے موجود ہے میرا نام عبدالرحمٰن ہے "

اس کلمہ کو سُن کر جو کیفیت عبداللہ کی ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ اُس کا اپنا دل عبدالرحمٰن کے اس مقولہ کی تصدیق کرنے کو تیار تھا۔ اُس نے بیٹھے ہی بیٹھے عبدالرحمٰن کو گلے سے لپٹا لیا اور پھر اُس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اُس کے موہنہ کو چومنے لگ گیا۔ آنکھوں میں اُس کے آنسو بھر آئے جو عبدالرحمٰن کے رُخساروں پر گر رہے تھے۔ آخر کچھ دیر کے بعد اُس نے اپنے موہنہ کو پونچھا۔ عبدالرحمٰن اور ریدر بھی خوشی کے اشک بہا رہے تھے اُس نے کہا کہ " تمہارا چہرہ اور میرا دل پہلے ہی سے اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ ان کے درمیان کوئی تعلق ہے۔ مگر تم نے بہت ہی عقلمندی کا کام کیا ہے کہ ان لوگوں کے سامنے جو میرے پاس بیٹھے ہوئے

تھے تم نے اپنے صحیح حالات نہیں بیان کئے۔ ان میں ہر قسم کے اور مختلف مقامات کے لوگ بھی تھے۔"

عبدالرحمٰن "پیارے ماموں۔ کیا آپ کی بستی میں بھی میں دشمنوں سے محفوظ نہیں ہوں گا۔"

عبداللہ "فی الحال تو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ مگر چوں کہ ابن حبیب امیرا فریقہ تمہاری تلاش کرا رہا ہے میں اپنی بستی کو کافی محفوظ نہیں خیال کر سکتا۔"

عبدالرحمٰن "تو سب سے بہتر جائے پناہ آپ کے خیال میں کون سی تھی۔"

عبداللہ "اس سے میری مراد زناتین کے شیخوں کے علاقہ سے تھی جو ایک وسیع رقبہ ہے۔ زناتیں کے شیخوں کا قبیلہ کثیر التعداد اور نہایت صاحب اقتدار ہے۔ یہ لوگ مغربی افریقہ اور ہسپانیہ میں سب سے بڑے تاجر ہیں۔ وہب بن اصغر ان کے قبیلہ کا سردار اعظم ہے جس کی تجارت کی کوٹھیاں ہسپانیہ کے تمام شہروں میں موجود ہیں۔ ان شیخوں نے اپنے علاقہ اور املاک کی حفاظت کے واسطے اپنے خرچ سے پیادہ اور سوار مسلح فوج رکھی ہوئی ہے اور اگر چاہیں تو خود حکومت افریقہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بنی امیہ سے ان کو قسما قسم کی قرابت کے تعلقات ہیں اور وہب بن اصغر نے جو آج کل ہسپانیہ سے افریقہ میں اپنے علاقہ میں آیا ہوا ہے چند روز ہوئے ہیں خود مجھے کہا تھا کہ اگر عبدالرحمٰن اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ کما حقہ طور پر اس کی حفاظت کرے گا۔ اور اس کو آسودہ اور خوش رکھے گا۔ وہب بن اصغر افریقہ میں یا ہسپانیہ میں جہاں چاہے تمہاری حفاظت کر سکتا ہے۔ ہسپانیہ کی سلطنت کے ساتھ اس کا بہت بڑا رسوخ ہے اور

تمام ملک میں اُس کی آواز خاص عزت اور تکریم سے سُنی جاتی ہے۔ پس تمہارے واسطے جو سب سے بہتر جائے پناہ میرے خیال میں تھی وہ یہی تھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ سردست تو میں تم کو اپنے پاس سے جانے نہیں دوں گا۔ تمہیں دیکھ لینے کے بعد اپنے سے جُدا کرنا بہت شاق معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً اس حال میں کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے اور خدا نے خود ہی تم کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ لیکن جب ضرورت ہوئی اُس وقت دیکھا جائے گا۔"

عبدالرحمٰن:- "پیارے ماموں۔ آپ کی اس گفت وگو سے میری بہت کچھ تشفی ہوئی ہے اور میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ میری قسمت میں عباسیوں کے مظالم اور اُن کی خون آشام تلواروں سے بچ رہنا لکھا ہے۔ زناتیین کے شیخوں کا علاقہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

عبداللہ:- "اُن کا علاقہ تو یہاں سے تین روز کے سفر کے بعد شروع ہو جاتا ہے مگر اُن کا بڑا قصبہ ترہت جس میں وہب بن اصفر رہتا ہے یہاں سے پانچ روز کا راستہ ہے۔"

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے عبداللہ کی فرمائش پر اپنے شام سے بھاگنے اپنے بھائی سلیمان کے دریا میں تیرتے ہوئے قتل کر دیے جانے اور اُس کے بچ کر نکل آنے اور بہت روز کی آوارگی کے بعد بارقہ میں بدر کے اُس کو آملنے اور پھر وہاں سے فرار کرنے اور پھر بستی مکناسہ کا نعیم کی لڑکی کو بربری چور سے چھڑا لینے اور نعیم کے گھر مہمان رہنے اور آخرکار بسطلم کے اُس کی تلاش میں وہاں آجانے پر ایک نہایت حیرت انگیز اور معجزنما طور پر اُس بستی سے بچ کر نکل آنے کا تمام حال اُس کے سامنے بیان کیا جس کے سُننے سے عبداللہ نے حسب موقع کہیں رنج اور حیرت

اور تردد اور اطمینان کے خیالات کا اظہار کیا۔ اور آخر کار سب نے سونے کی تیاری کی۔ عبدالرحمٰن اور بدر کے واسطے دو کمرے جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی تھے مقرر کر دیئے گئے اور عبداللہ نے اندر اپنے سونے کے کمرہ میں جاتے وقت عبدالرحمٰن کو کہا کہ "مجھے اس بات کی تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ غیروں کے سامنے جن میں میرے اور تمہارے اور بدر کے سوائے سب لوگ شامل سمجھے جائیں گے تمہارا اور میرا تعلق صرف یہہ ہے کہ تم ایک شامی مہمان ہو اور میں تمہارا میزبان ہوں"

عبدالرحمٰن "اور یہہ کہ میرا نام جعفر ہے"

عبداللہ نے پیار سے اُس کے مونہہ کو چوما اور شب بخیر کہ کر اندر زنانہ میں چلا گیا۔ اُس نے عبدالرحمٰن کے متعلق اس قدر احتیاط کی کہ اپنے قرابتیوں میں سے اپنی بیوی کو بھی اُس کی اصلیت سے آگاہ کرنے میں دریغ کیا۔

عبدالرحمٰن جب چارپائی پر لیٹا تو اُس نے محسوس کیا کہ شام کے بھاگنے کے بعد اگر کبھی اُس نے اپنے خاطر کو مطمئن پایا ہے تو اس شام کو پایا ہے۔ ایک محفوظ جگہ میں پہنچ جانے کے خیال کے ساتھ ہی اُس کی چشم تصور کے سامنے حوارہ کی صورت آموجود ہوئی اور اُس کو خیال گذرا کہ شائد اُس کے ماموں عبداللہ کی سعی سے وہ حوارہ کے متعلق اپنی آرزو میں کامیاب ہو جائے۔ مگر اُس کے ساتھ ہی حوارہ کی بلنیس کے ساتھ نسبت کا ہو چکا ہونا نعیم اور بلنیس کی رشتہ داری یہہ بہت بڑی مشکلات نظر آتی تھیں اور پھر یہہ کہ بسطام نے اُس کے متعلق معلوم نہیں کیا اودہم مچا رکھا ہوگا۔ اور غالباً اُس کے اصلی نام اور نشان کو مشتہر کر دیا ہوگا اور انعام کے لالچ

سے اور لوگ بھی اُس کی تلاش میں معروف ہوں گے۔ ایسے حالات کی صورت میں ہوارہ کے متعلق کوئی کوشش کرنا نہ صرف بے سود بلکہ خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ ایسے ہی خیالات میں محو ہوئے ہوئے وہ آخر کار سو گیا۔ بدر نے بھی سونے سے پہلے بہت سی ٹھنڈی آہیں بھریں کیوں کہ سلمہ کی یاد ابھی تک اُس کے دل میں تازہ تھی اور اُس کے والدین کی شفقت اور نیکیوں کو وہ فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

عبدالرحمٰن نے کوئی تین ماہ کا عرصہ اپنے ماموں کے گھر میں بالکل امن اور اطمینان کے ساتھ گذارا۔ ایک روز دفعتًا عبداللہ نے اُس کو یہہ وحشتناک خبر سنائی کہ اُس کو تلاش کرنے والے اس علاقہ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور ہر ایک دیہ اور قریہ میں اُس کو ڈھونڈتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ بسطام نے درحقیقت اپنے اس ارادہ کو کہ وہ عبدالرحمٰن کی تلاش میں تمام افریقہ کی مٹی چھان ڈالے گا عملی طور پر پورا کرکے دکھا دیا تھا۔ اُس نے ہر ایک گاؤں اور بستی میں بلا لحاظ اس کے کہ اُس کو عبدالرحمٰن کے وہاں موجود ہونے کا کوئی شک وشبہ ہو سکتا تھا یا نہیں ڈھونڈنا شروع کیا اور اسی طرح تلاش کرتے کرتے وہ اس نواح کے قریب پہونچ گیا جہاں عبدالرحمٰن اب ٹھہرا ہوا تھا۔ عبداللہ کے پاس مختلف مقامات کے لوگ مال کی خرید وفروخت کی غرض سے آتے تھے اور انہیں لوگوں سے اس کو یہہ کیفیت معلوم ہوئی جو اُس نے عبدالرحمٰن سے بیان کی اور کہا کہ گو وہ اُس کو ایک لمحہ کے واسطے بھی اپنے سے جُدا کرنا برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ مگر اب مجبوراً اس تجویز پر عمل کرنے کا وقت آگیا ہے جو اُس نے اُس کی حفاظت کے واسطے سوچی ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد وہ اسکی آیندہ جائے پناہ قیام کی طرف اُس کے دیکھنے کے واسطے اکثر جایا کرے گا۔

عبداللہ نے تیاری کی اور عبدالرحمٰن اور بدر کے علاوہ اپنے چند ملازم ساتھ لئے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر شیوخ زناتیئن کے علاقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبداللہ کو کسی قدر اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہب بن اصفر ہسپانیہ کو واپس نہ چلا گیا ہو۔ مگر ان شیخوں کے علاقہ میں داخل ہوتے ہی اس کو اس امر کے دریافت کر لینے سے کہ وہب افریقہ ہی میں اپنے گھر پر موجود ہے اطمینان ہو گیا۔ عبداللہ جب وہب کے مسکن مقام تربت میں پونچکر اس کو جا ملا تو وہ بہت ہی خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ رات کو تنہائی میں اس سے کچھ گفت و گو کرنے کی درخواست کر کے اُس نے عبدالرحمٰن کی تمام کیفیت اس سے بیان کی۔ وہب کے کہنے پر تب عبدالرحمٰن کو جیسے عبداللہ نے اپنے خادموں میں شامل کیا ہوا تھا بلوایا گیا۔ وہب جو ایک پختہ عمر کا خوش شکل آدمی تھا عبدالرحمٰن سے نہائیت شفقت اور محبت سے پیش آیا اور دیر تک اُس کے چہرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کو اُس کی حسین صورت صرف پیاری ہی نہیں معلوم ہوتی تھی بل کہ اُس کے نورانی بشرہ اور روشن پیشانی سے اُس کی اقبال مندی کی علامات نظر آ رہی تھیں گو اُس وقت کسی ایسی خوش آیند حالت کا قیاس کرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ وہب نے عبداللہ اور عبدالرحمٰن دونوں کا عبدالرحمٰن کی حفاظت کرنے کے متعلق بالکل اطمینان کرا دیا اور باہم یہ فیصلہ کیا کہ اُس کو جعفر ہی کے نام سے پکارا جائے اور بدر اور ان دونوں کے علاوہ اُس کے اصلی حال سے کسی کو آگاہ نہ کیا جائے۔۔

عبداللہ اور وہب کو عبدالرحمٰن کی تلاش کے متعلق جیسی کہ توقع تھی ویسا ہی عمل میں آیا۔ بسطام اُس کو ڈھونڈتا ہوا شیوخ زناتیئن کے علاقہ تک پونچا۔ مگر وہاں اُس کو بتایا گیا کہ والی افریقہ کے خاص تحریری حکم کے بغیر اُس کو اُن کی

سرحد میں قدم رکھنے نہیں دیا جائے گا اور اس میں اگر وہ اصرار کرے گا تو اس کو گرفتار کر کے قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ ان کے قبیلہ کا سردار اُس کی نسبت کوئی حکم نہ صادر کرے گا۔ بسطام پہلے تو بہت کچھ سرد گرم ہوا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ مسلح سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد اپنی اس دھمکی کو پورا کرنے پر آمادہ ہے تو نرم ہو گیا اور اُس نے یہہ بھی سوچا کہ اگر یہہ لوگ والی افریقیہ کے حکم کے بغیر کسی کو اپنے علاقہ میں داخل نہیں ہونے دیتے تو عبدالرحمٰن وہاں کیوں کر گھسنے پایا ہوگا۔ اس صورت میں اُس نے اس نواح کو چھوڑ کر اور علاقوں میں جا کر تلاش کرنے کا فیصلہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔ یہہ تمام کارروائی حبیب بن اصفر کی خاص ہدایت کے مطابق ہوئی تھی جس کو عبداللہ حالات کی اطلاع دیتا رہتا تھا۔

پانچواں باب

ہسپانیہ۔ اُس وقت اور اس سے پہلے

سنہ ۹۲ اور سنہ ۹۳ ہجری (مطابق سنہ ۷۱۱ء) میں طارق اور موسٰی[1] نے ہسپانیہ کو فتح کیا تھا اور اس کے بعد پینتالیس برس کے عرصہ تک یہہ ملک خلافت بنی امیہ

---

[1] اس فتح کے حالات دیکھنے ہوں تو اس سلسلہ کی پہلی کتاب **فاتح ہسپانیہ** ملاحظہ کرنی چاہیے جو دو جلدوں میں لکھی گئی ہے۔

کا ایک صوبہ ماتحت رہا۔ اور اگر طارق اور موسٰی کو بھی والیان ہسپانیہ میں شمار کیا جائے تو اس زمانہ میں بائیں اشخاص اس ملک میں برسر حکومت رہ چکے تھے۔ کبھی تو ان حاکموں کا تقرر براہ راست دمشق سے ہوتا تھا اور کبھی یہہ اختیار والیان افریقہ کو دیدیا جاتا تھا۔ چونکہ یہہ سرزمین مرکز خلافت سے بہت دور تھی خلافت اس کو پورے طور پر اپنے قابو میں نہیں رکھ سکتی تھی۔ کچھ زمانہ امن کا گذرتا تھا تو پھر مدعیان حکومت کی نفسانیتوں سے خانہ جنگیاں شروع ہو کر حالت ابتر ہو جاتی تھی۔

موسٰی ۹۵ھ تک اپنی فتوحات کو اس مُلک میں وسعت دیتا رہا۔ اور جب اس سال میں اُس کو دمشق واپس جانا پڑا تو وہ اپنے بیٹے عبد العزیز کو ہسپانیہ کی حکومت سپرد کر گیا۔ عبد العزیز بھی دو سال تک اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ اُس کے بعد ایوب بن حبیب اللخمی چھ ماہ تک عارضی طور پر حاکم رہا اور ۹۸ھ میں الحار بن عبد الرحمٰن وہاں کا حاکم مقرر ہو کر پونچا۔ رعایا کے اس کی تعدیوں کی وجہ سے اس سے ناراض ہو جانے کے باعث ایک ہی سال کے بعد وہ برخاست کر دیا گیا اور اس کی جگہ علصمہ بن مالک الکلبی مُقرر ہوا۔ اس نے حکومت کو ہاتھ میں لیتے ہی پہلے تو ملک میں امن اور امان اور عدل و انصاف قایم کیا اور پھر فرانس پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اور دو ہی سال بعد ایک خونخوار لڑائی میں نہائت جوانمردی سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ عنبسہ ابن سہیم الکلبی اس کا جانشین ہوا۔ اس کے پُر امن و انصاف زمانہ کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔ اکثر فرانسیوں کے ساتھ کامیابی سے لڑتا رہا اور کچھ اوپر چار برس حکومت کر کے فوت ہو گیا۔ اس کے بعد عذرہ بن عبد اللہ۔ یحیٰی ابن سلما حذیفہ بن العیاص اور الہثیم ابن عبید الکنعانی یکے بعد دیگرے تھوڑی تھوڑی مدت تک حاکم رہے۔ الہثیم بہت ظالم اور جفاکار شخص تھا۔ اپنی چند روزہ حکومت میں اُس نے مسلمان۔ عیسائی اور

یہودی رعایا سب کو بہت ستایا اور قیدیوں سے محبس پُر کر دیئے - زیاد
ایک مسلمان قیدی نے اُس کے حالات کی خلیفہ ہشام کو اطلاع دی - اُس
نے محمد بن عبداللہ کو اس کے بارہ میں تحقیقات کرنے اُس کو سزا دینے اور اُس کا
جانشین مقرر کرنے کے اختیارات دے کر ہسپانیہ کو روانہ کیا - محمد بن عبداللہ
نے بہت دیانت داری سے اپنے فرائض کو ادا کیا - الہثیم کے خلاف الزامات
کو ثابت پاکر اُس کو معزول کر دیا اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا اور
بعد ازاں قید خانہ میں بند کر دیا - اور حکومت ہسپانیہ کے واسطے عبدالرحمٰن
بن عبداللہ الغافقی کو منتخب کیا - محمد کا یہ انتخاب نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا
ثابت ہوا - چند ہی روز میں اُس کے عدل و انصاف کا شہرہ مُلک کے ایک
سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گیا - تمام مُلک میں اُس نے چکر لگایا -
رعایا کی شکایات کو سُن کر ان کو رفع کیا - سابقہ حکام نے اگر کسی عیسائی یا
یہودی کی کوئی جائیداد وغیرہ غصب کر لی تھی تو وہ اُن کو واپس دلائی اور تمام
سرزمین ہسپانیہ میں امن و آسائش کا دور دورہ ہو گیا -

عبدالرحمٰن جب مُلک کے اندرونی انتظام سے فارغ ہو گیا تو اُس نے
فرانس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض کے واسطے ہسپانیہ کی موجودہ
فوج کو کافی نہ سمجھ کر اُس نے افریقہ سے فوج کی ایک کثیر تعداد طلب کی اور ایک
بڑی جمعیت کے ساتھ فرانس پر حملہ آور ہوا اور متواتر فتوحات حاصل کرتا ہوا
بڑھتا گیا - فرانس کے تین وسیع صوبوں نربونا - طولوسا اور بورڈو کو اُس نے
فتح کر لیا اور معلوم ہوتا تھا کہ فرانس کے تمام مُلک پر مسلمان قابض ہو جائیں گے
لیکن اُس وقت خوف زدہ عیسائیوں نے شاہ چارلس مارٹل سے امداد کی
درخواست کی - وہ ایک عظیم فوج ہمراہ لے کر عبدالرحمٰن کے مقابلہ کے واسطے
آیا - عبدالرحمٰن کے اہل لشکر اور بالخصوص بربری فوج نے سابقہ فتوحات سے

س قدر مال غنیمت جمع کر لیا تھا کہ وہ اب اُن کی نقل و حرکت میں بھی مانع تھا۔
عبدالرحمٰن نے اُن کو بہتیرا سمجھایا کہ اس بوجھے کو الگ رکھ دیں مگر بربریوں نے
نہ مانا اور آخر کار عبدالرحمٰن کی شکست کا باعث یہہ امر ہوا کہ جب بربریوں نے
عیسایوں کو کچھ غلبہ حاصل کرتے دیکھا تو مال و دولت کے حریص سپاہی اپنی
جمع کردہ غنیمت کو بچانے کے واسطے میدان جنگ کو چھوڑ گئے۔ عبدالرحمٰن
بہادری سے لڑتا ہوا وہیں مارا گیا۔

عبدالرحمٰن کی جگہ ۱۱۴ھ میں عبدالملک بن قطن ہسپانیہ کا والی مقرر ہوا
اُس نے اپنی حکومت کا چار برس کا زمانہ فرانسیسیوں سے جنگ کرنے میں
گذار دیا اور ملک کی اندرونی حالت بہت ابتر ہوگئی۔ اس وقت عقبہ بن
الحجاج ہسپانیہ کا نیا حاکم مقرر ہوکر آیا اور اُس نے ہسپانیہ کی اندرونی حالت
کی اصلاح اور رعایا کی بہبودی و فلاح کے ایسے ایسے کام کئے کہ تھوڑے ہی
عرصہ میں اُس کا نام مُلک میں روشن ہوگیا۔ اُس نے ظالم اور بددیانت اور
طامع اہل کاروں کو خواہ وہ فوج کے سردار تھے یا شہروں کے حاکم و قاضی
تھے یک قلم موقوف کر دیا اور اُن کی جگہ خدا ترس۔ منصف مزاج اور دیانتدار
عہدہ دار مقرر کئے۔ ایک نیا محکمہ قایم کیا جس کے ملازم کاشف کہلاتے
تھے۔ اور اُن کا کام یہہ تھا جو آج خفیہ پولیس کا ہے کہ جرائیم اور بدکاریوں کا
حال معلوم کر کے اُن کا انسداد کریں۔ رعایا کی تعلیم کے واسطے مدرسے قایم
کئے اور اُن کا خرچ خزانہ سرکاری سے دینا منظور کیا۔ نئی مسجدیں تعمیر کرائیں

له تاریخ کانڈے جلد اوّل صفحہ ۱۱۰ (اسی عبدالرحمٰن کی بابت جرجی زیدان
عیسائی اڈیٹر رسالہ الہلال مصر نے ایک ناول شارل اور عبدالرحمٰن کے نام سے
لکھا ہے۔ اُس کے اس انتخاب کی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ عیسایوں کے ہاتھ
سے مسلمانوں کی ایک شکست کے واقعہ کو مشتہر کیا جائے)

اور رفاہ عام کے اور بہت سے کام کئے۔ مُلک کے انتظام سے فارغ ہوکر وہ فرانس پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اُس کے بھائی عبید اللہ والی افریقہ نے اس کو اُس مُلک میں بربریوں کے بغاوت برپا کر دینے کی خبر بھیجی اور اُس کو اپنی امداد کے واسطے طلب کیا۔ عقبہ کو مجبوراً افریقہ جانا پڑا اور ہسپانیہ کی حکومت کا کام وہ پھر عبدالملک بن قطن کے سپرد کر گیا۔ افریقہ کی بغاوت کے فرو کرنے میں اُس کو دو سال سے زیادہ عرصہ تک مصروف رہنا پڑا۔ اور جب اس سے فارغ ہوکر ہسپانیہ کو واپس آیا تو اس مُلک کی حالت پھر بگڑی ہوئی تھی۔ مگر اس کی اصلاح کی ہوسیں دل میں لئے ہوئے وہ اسی سال ۱۲۴ھ میں بیمار ہوکر فوت ہوگیا۔ اور عبدالملک بن قطن پھر اُس کا جانشین مقرر ہوا۔ مگر اُس کو چند ہی روز حکومت کرنی نصیب ہوئی تھی کہ ہسپانیہ میں خود مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور دمشق میں خلافت بنی امیہ کے متزلزل ہو جانے اور افریقہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھنے کے باعث ہسپانیہ کی ابتری کو روکنے کے واسطے کوئی مضبوط ہاتھ باقی نہ رہا۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخری سال میں بربریوں نے پھر ایک بہت بڑے پیمانہ پر بغاوت شروع کر دی اور خلافت کی طرف سے جو فوج اُس بغاوت کو فرو کرنے کے واسطے آئی اُس نے بربریوں سے شکست کھائی۔ اس شکست خوردہ فوج کے دو افسر بلج بن بشر اور ثعلبہ بن سلیما اپنی بچی کھچی فوجوں کو ہمراہ لے کر ہسپانیہ میں گھس گئے۔ اور عبدالملک بن قطن کے مقابلہ میں مدعی حکومت بن بیٹھے۔ عبدالملک نے اپنے بیٹے امیہ کو طلیطلہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور عقبہ کے بیٹے عبدالرحمٰن کو قرطبہ کا۔ اور خود سارا گوسا میں تھا۔ بلج اور ثعلبہ کی فوجوں نے طلیطلہ اور قرطبہ کا محاصرہ کرلیا۔

اور خود ہسپانیہ کے مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ جو عبدالملک سے ناخوش تھے اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ عبدالملک نے جب یہہ خبریں سُنیں تو بہت ہی رنجیدہ ہوا اور شب و روز کوچ کرتا ہوا پہلے طلیط کی طرف روانہ ہوا۔ بلج اور ثعلبہ کی فوج نے عبدالملک کے قریب پہنچ جانے کی خبر سُن کر محاصرہ اُٹھا لیا اور بقیہ فوج کے ساتھ جو قرطبہ کے نواح میں تھی مل کر اور ایک جا ہو کر عبدالملک کا مقابلہ کرنے کی غرض سے وہاں سے چلے آئے۔ عبدالملک مریدا کے راستہ سے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے عبدالرحمن بن عقبہ قرطبہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے راستہ سے طلیط کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ عبدالملک اور بلج اور ثعلبہ کی فوجوں کا مقام مرطولا کے قریب باہم مقابلہ ہو گیا اور ایک سخت لڑائی کا انجام عبدالملک کے برخلاف ہوا اور اُس نے قرطبہ میں جا کر پناہ لی۔ وہاں سے اُس نے بلج اور ثعلبہ کو لکھا کہ ان کے آپس میں لڑنے کا نتیجہ یہہ ہو گا کہ بربریوں کی طرح اہل ہسپانیہ بھی دلیر ہو کر بغاوت شروع کر دیں گے۔ اور اُن کو یہہ مفتوح ملک چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس چلا جانا پڑے گا۔ اُس نے اُن کو دو علاقوں کا عامل مقرر کر دینے کی شرط پیش کی اگر وہ خانہ جنگی سے باز آ جائیں۔ مگر بلج اور ثعلبہ پر اُس کا کچھ اثر نہ ہوا اور عبدالملک کی اُس تحریر کو انہوں نے اُس کی کمزوری پر محمول کیا۔

بلج اور ثعلبہ تمام علاقہ کو برباد و ویران کرتے ہوئے اب قرطبہ کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے اور اہل قرطبہ اُن کے مظالم اور سختیوں کی دہشت سے نہایت خوف زدہ ہو رہے تھے۔ انہوں نے ان شدائد سے بچنے کے لئے یہہ تدبیر سوچی کہ عبدالملک کو گرفتار کر کے ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ چنانچہ جب بلج اور ثعلبہ قرطبہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے عبدالملک کو پل کے دروازہ پر بندھا ہوا پایا اور بلج کے حکم سے اُس کو قتل کر دیا گیا۔ قرطبہ کے لوگوں نے

بلج کو اپنا امیر مشتہر کیا کیوں کہ ثعلبہ کے مقابلہ میں وہ زیادہ ظالم اور جفا کیش تھا اس سے ثعلبہ ناراض ہو گیا اور بلج سے اپنی فوج کو علیحدہ کر کے مریدا کی طرف روانہ ہو گیا۔

عبدالملک کے بیٹے امیہ والی طلیطلہ اور عبدالرحمٰن بن عقبہ کو جب عبدالملک کے قتل کئے جانے کی خبر پہنچی تو عبدالرحمٰن نے عبدالملک کے قتل کا بدلہ لینے کی قسم کھائی اور طلیطلہ اور دیگر مختلف علاقوں سے بہت سی فوج جمع کر کے بلج پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ بلج بھی بہت جوش و خروش سے اُس کے مقابلہ کے واسطے نکلا۔ دونوں فوجوں کے درمیان سخت خونریز لڑائی ہوئی اور ابھی معرکہ کارزار گرم تھا کہ بلج نے بآواز بلند عبدالرحمٰن کو پکارا اور کہا کہ میرے مقابلہ کے واسطے۔ عبدالرحمٰن یہ صدا سن کر جھپٹ کر اُس کے سامنے پہنچا اور کہا کہ "میں عقبہ کا بیٹا ہوں جس کو تو تلاش کرتا ہے۔ تب وہ نہایت درجہ کی تندی اور غضب کے ساتھ ایک دوسرے پر جا پڑے اور اپنے نیزوں سے خوفناک طور پر ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ لیکن عبدالرحمٰن کا گھوڑا بلج بن بشر کے گھوڑے سے زیادہ مدد گار ہوا اور فرمانبردار ثابت ہوا اول الذکر (عبدالرحمٰن) نے ایک چکر لگا کر اپنے دشمن پر نیزہ سے حملہ کیا اور اُس کے بدن سے آر پار نکال دیا اور اُس کو اُسی سے اُٹھائے ہوئے زمین پر دے مارا جہاں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے مر گیا۔ بلج کی موت نے اُس کی فوج کو بد دل کر دیا اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اور میدان جنگ کو اپنے کشتوں کے خون سے رنگا ہوا چھوڑ گئے۔ اس فتح سے عبدالرحمٰن کا لقب المنصور پڑ گیا[1]۔

بلج کی فوج جو میدان جنگ سے بچ کر بھاگی تھی وہ جا کر ثعلبہ کی فوج کے

---

[1] اس واقعہ کے متعلق مورخ کانڈے کی عبارت کا لفظ بلفظ ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۲۵۔

ساتھ مل گئی اور اب ثعلبہ اور عبدالرحمٰن ایک دوسرے سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ حنظلہ بن سفیان نے افریقہ میں بربری باغیوں کو ایک عظیم جنگ کے بعد شکست فاش دی اور بیشمار بربریوں کو قتل کر کے بغاوت کی آگ کو بجھا کر اس تمام علاقہ میں امن و امان قائم کر دیا۔ ہسپانیہ کے شریف اور معزز مسلمانوں نے اس وقت حنظلہ سے درخواست کی کہ وہ ہسپانیہ کی حکومت پر کسی قابل شخص کو مقرر کرے۔ جو یمنیوں۔ البدریوں۔ شامیوں اور مصریوں وغیرہ کے باہمی فسادات کو رفع کر کے ملک کی حالت کی اصلاح کر دے۔ حنظلہ نے اس درخواست پر اپنی فوج کے ایک لائق اور تجربہ کار سردار حسام بن ضرار کا انتخاب کیا اور فوج کی ایک کافی تعداد اس کے ہمراہ کر کے اس کو ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا۔ جب حسام ہسپانیہ میں داخل ہوا اس وقت ثعلبہ مریدا پر قبضہ کر چکا تھا اور قرطبہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ حسام نے یہہ خبر سن کر بہت جلد قرطبہ پونہچنے کی کوشش کی مگر اس کے پونہچنے سے پہلے اہل قرطبہ نے شہر ثعلبہ کے حوالہ کر دیا تھا۔ حسام چوں کہ جائز طور پر والی افریقہ کی طرف سے ہسپانیہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا تھا ثعلبہ کو اس کے مقابلہ کی جرات نہ ہوئی اور حسام نے اس کو پکڑ کر افریقہ کی طرف بھیج دیا۔

حسام نے ملک کی خوش نظمی اور مختلف اسلامی علاقوں کے باشندگان ہسپانیہ کے درمیان آئندہ تنازعات کو روکنے کی غرض سے یہہ تدبیر کی کہ ملک کے مختلف علاقے اُن کی سکونت کے واسطے اُن کے درمیان تقسیم کر دیئے۔ اس انتظام سے عموماً تو مسلمان خوش ہو گئے تھے مگر چند لوگ ایسے بھی تھے جو اس کو ناپسند کرتے تھے اور اُن کا سرکردہ صمیل بن حاتم ایک ذی شان شخص تھا صمیل۔ شمر قاتل امام حسینؓ کا پوتا تھا۔ اور بلج بن بشر کی فوج کے ساتھ ہسپانیہ میں آیا تھا۔ بلج نے قرطبہ پر قابض ہو جانے کے بعد صمیل کی خدمات کے

صلہ میں صوبہ سارا گوسا کا اُس کو حاکم مقرر کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر حسام اِن کے کسی اِس قسم کے استحقاق کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اور اس سبب سے وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا اور لوگوں کو اُس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا تھا۔ گذشتہ انقلابات کے تواتر نے لوگوں کو اس قسم کی باغیانہ کوششوں میں شریک ہونے پر دلیر کر دیا تھا اور بہت سے لوگ اُس کے ساتھی اور مددگار بن گئے جو خاص کر البدری اور مصری تھے۔ ان کی تعداد روز بروز ترقی کرتی جا رہی تھی۔ کہ افریقہ سے ایک اور سردار ثعویا بن سلیمان جس نے بربریوں کے ساتھ جنگ کرنے میں بہت کارہائے نمایاں دکھائے تھے فوج ساتھ لئے ہوئے ہسپانیہ میں آ پہنچا اور صمیل اور ثعویا دونوں نے آپس میں مل کر حسام کی مخالفت شروع کی۔ اور ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

حسام اس وقت ہسپانیہ کے مغربی علاقہ میں مقام بیجا میں تھا جب اُس نے اس تازہ بغاوت کی خبریں سُنیں۔ اُس نے ارادہ کیا کہ صرف چیدہ سواروں کا ایک دستہ اپنے ہمراہ لے کر عجلت کے ساتھ دشمنوں کو خبر ہوئے بغیر قرطبہ پہنچ جائے۔ اور باغیوں کو اس پر قبضہ کرنے سے باز رکھے۔ لیکن اُس کے اس مقصد اور حرکت کا حال باغیوں کو معلوم ہو گیا۔ وہ اس کے راستہ میں ایک مقام پر چھپ کر بیٹھ رہے اور اچانک اُس پر جا پڑے اور اُس کو گرفتار کر کے صمیل اور ثعویا کے پاس لے گئے۔ ثعویا کی رائے اُس کو فوراً قتل کر دینے کی تھی مگر صمیل کی تجویز اُس کو قید رکھنے کی تھی۔ چنانچہ قرطبہ کے ایک برج میں اُس کو قید کر دیا گیا۔

حسام نے جب ملک کے مختلف علاقوں کو جُدا جُدا قبائل کے درمیان تقسیم کر دیا تھا تو امیہ بن عبدالملک اور عبدالرحمٰن بن عقبہ کو ہسپانیہ کا انتہائی

مشرقی حصّہ سپرد کیا تھا۔ وہ بہت فاصلہ پر ہونے کے باعث قرطبہ کے حالات سے بالکل ناواقف تھے۔ اور حسام کے قید کردیئے جانے کے بہت روز بعد اُن کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ عبدالرحمٰن ایک دلیر اور بیدھڑک نوجوان تھا اُس نے حسام کو قید سے چھڑانے کا ارادہ کرکے قرطبہ کا رُخ کیا۔ ثوبا اور صمیل اُس وقت باہر علاقہ میں تھے۔ عبدالرحمٰن نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک دوست کی مدد سے رات کے وقت حسام کو اُس کے قیدخانہ سے نکال دیا۔ اہل قرطبہ نے حسام کی امداد کرنے کا اقرار کیا۔ اور حسام میں قرطبہ کی حفاظت کا ہر قسم کا انتظام کیا۔ چنانچہ جب صمیل یہ خبریں سُن کر قرطبہ کی طرف واپس آیا تو حسام محصور ہو بیٹھا۔ جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو حسام نے صمیل سے لڑنے کا قصد کیا اور فوج لے کر شہر سے باہر نکل آیا۔ پہلے روز تو اُس کو کامیابی ہوئی مگر دوسرے روز دشمن کے دھوکے میں آکر شہر سے بہت دور فاصلہ تک نکل گیا اور ایک سخت لڑائی کے بعد مارا گیا۔

اب ثوبا اور صمیل نے مُلک کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے مشرقی حصّہ کی حکومت صمیل نے لی اور قرطبہ پر ثوبا مسلط ہوگیا۔ مگر یمنی۔ شامی۔ مصری اور البدری وغیرہ ایک دوسرے کی رقابتوں پر ویسے ہی تُلے ہوئے تھے اور رعایا کو ایک دن بھی امن اور چین نہیں نصیب ہوتا تھا۔ مُعزز اور شریف اصلاح پسند مسلمان ثوبا اور صمیل کو غاصب سمجھتے تھے اور اُن کی حکومت کا کوئی حق نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اور اُن کے مظالم اور سختیوں سے اور روزمرہ کے انقلابوں اور خانہ جنگیوں سے تنگ آگئے تھے۔ ثوبا اتفاق سے مر گیا تو اُنہوں نے چیدہ اور صاحب رسوخ اشخاص کی ایک مجلس اس غرض سے منعقد کی کہ سب کے اتفاق رائے سے ایک ایسا شخص حاکم مقرر کیا جائے جو قابلیت اور شرافت کے لحاظ سے اس عہدہ کا اہل ہو۔ اس مجمع میں بہت دیر تک بحثیں

اور گفت و گوئیں ہوئیں اور مختلف سرداروں کے نام ملک کا امیر اور حاکم بنائے جانے کے واسطے پیش کئے گئے۔ تمامہ بن علقمہ اور یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری دو سب سے قابل سردار اس عہدہ کے لائق قرار دیئے گئے۔ لیکن ان دونوں میں سے آخرکار یہہ قرعۂ انتخاب یوسف بن عبد الرحمٰن الفہری کے نام پڑا۔ اور پھر سب نے اُس کے حاکم بنائے جانے پر اتفاق کرلیا۔ اور اُس کی شرافت اور لیاقت کا سب نے اعتراف کیا۔

یوسف الفہری فی الواقع بہت قابل اور مدبر سردار تھا۔ صمیل کو اُس نے اُس وقت خصومت پر کمر بستہ ہو جانے سے باز رکھنے کے واسطے طلیطلہ کا اور اُس کے بیٹے کو سارا گوسا کا حاکم رہنے دیا۔ اور ایک شخص عامر بن عمرو کو جو البدریوں کا سردار اور جہازوں کا امیر البحر تھا اس وجہ سے کہ اس نے اس عہدہ کے قایم رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی وہاں سے جدا کرکے سول کا حاکم مقرر کردیا۔ عامر بہت دولتمند شخص تھا اور اُس کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

یوسف سے جو توقعات ملک کے انتظام کے متعلق کی گئی تھیں وہ اُس نے بہت جلد پوری کردیں۔ تمام علاقوں کا اُس نے دورہ کیا اور ہر قسم کی شکایات کو رفع کردیا۔ سڑکوں کو درست کرایا۔ پلوں کی مرمتیں کرائیں۔ ملک کو باقاعدہ صوبوں میں تقسیم کردیا۔ اور انتظام میں ہر ایک پہلو سے ترقی کی روح پھونک دی۔ اور اس وقت یہہ خیال گذرتا تھا کہ پھر اس ملک میں کبھی بدنظمی پیدا ہونے نہیں پائے گی۔ مگر یہہ خیال بہت جلد غلط ثابت ہونے والا تھا۔ عامر ایک چھوٹے سے علاقہ پر حاکم رہنے پر قانع نہیں تھا۔ اور اُسکی عقلمندی اور رسوخ اور ایک بڑی جماعت کا سردار ہونے کے باعث وہ اپنے دل میں اس ملک کی امارت کی ہوس باندھے بیٹھا تھا اور اُس کے پورا کرنے کے لئے اُس نے یہہ منصوبہ سوچا تھا کہ شام کے نئے عباسی خلیفہ سے ساز باز کرکے اُس کی حمایت سے اپنے

مدعا میں کامیابی حاصل کرے۔ چنانچہ اُس نے خلیفہ کی طرف ایک عریضہ لکھا۔ اور اُس میں تحریر کیا کہ یوسف الفہری نے اپنے آپ کو اس مُلک میں خود مختار امیر تصور کر لیا ہے۔ خلیفہ وقت کو کوئی جانتا پہچانتا ہی نہیں ہے۔ اور یوسف اور صمیل رعایا پر ظلم اور زبردستیاں کر رہے ہیں۔ یہہ عرضی اُس نے اپنے ایک معتبر ملازم کے ہاتھ شام کو روانہ کی مگر اُس کے اس راز کا حال کھل گیا اور اُس کو کھلم کھلا طور پر یوسف اور صمیل کا مخالف بن جانا پڑا۔ چند روزہ امن جو مُلک میں قایم ہوا تھا پھر غایب ہو گیا۔ اور پھر اُسی بدامنی اور جدال و قتال اور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہو گیا۔ مُختلف قبایل باہم تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگ گئے۔ لوگوں کی جانوں اور اُن کے مال و متاع کی حفاظت کا کوئی ذمہ وار نہ رہا۔ ہر ایک صوبہ میں جس کو موقع ملا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ اور کوئی مرکزی طاقت ایسی موجود نہ رہی جو اُن کو قابو میں رکھ سکتی۔ اور اُن کی خود سریوں کو روک سکتی۔

جب مُلک کا یہہ حال ہو گیا تو معزز مسلمانان ہسپانیہ کو پھر اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مُلک کے انتظام کے متعلق کوئی اور تدابیر اختیار کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے دوبارہ مسلمان رؤسا کی ایک مجلس شوریٰ منعقد کرنے کی تجویز کی۔ اس مجلس کی کارروائی اور اس کے نیتجہ کے متعلق جو حالات مؤرخ کانڈے نے لکھے ہیں۔ بلا کم و کاست ذیل میں درج کئے جاتے ہیں [1]

"اس مصیبت کے وقت چند نیک مسلمانوں نے جو ان لوگوں میں سے باقی تھے جو ۱۱۳ھ میں کلثوم بن عیاض کی فوج کے ساتھ ہسپانیا داخل ہوئے تھے۔ آئے دن کی خانہ جنگیوں کو جس سے تمام سرزمین جل کر خاک سیاہ

[1] تاریخ کانڈے جلد اوّل صفحہ ۱۶۶۔

ہو رہی تھی - اور جن کی شدت روز بروز بڑہتی جا رہی تھی - نہایت اندوہ اور تاسف کی نگاہ سے دیکھا اور یہہ تجویز کی کہ قرطبہ میں ایک مجلس منعقد کریں اور ذاتی اغراض اور عواقب کے خوف و خطر سے قطع نظر کر کے اس امر کے فیصلہ کرنے کی کوشش کریں کہ آیا موجودہ زبون حالت کا کوئی علاج ہو سکتا ہے یا نہیں - ان شریف مسلمانوں میں جن کی تعداد ننھی آدمیوں کی تھی اور جو سب کے سب اپنی فہم و فراست کی وجہ سے ممتاز تھے حسام بن مُلک دمشقی حسین بن ادغم العقیلی - اور ہیوط بن ملمس حمصی اور ثمامہ بن علقمہ اور وہیب بن اصفر شامل تھے جو سپانیہ کے شامی باشندوں کے سرکردہ سپہ سالار اور پیشوا تھے - انہوں نے ملک کی دو بڑی مخالف جماعتوں کی نسبت کسی حقارت یا عداوت کے خیال کو دل سے نکال کر نہایت احتیاط اور تامل کے ساتھ اس نازک اور اہم مسئلہ پر جو اُن کے درپیش تھا غور کیا - ان دانشمند اشخاص کے دل میں صرف اس امر کا خیال تھا کہ ہسپانیہ میں ایک ایسی پُرانصاف اور مختار سلطنت قایم کی جائے جو اہل مُلک کے امن و امان اور انصاف و عدالت کے عمدہ اور مسلسل اہتمام - قوانین کی پابندی - بدکاروں کو اُن کے کردار کی سزائیں دینے اور نیکیوں کی جزائیں دینے اور حکومت کے امن اور استقلال کے ساتھ جاری رہنے کا وسیلہ اور ضمانت ہو -

" ہیوط حمصی نے اپنی تقریر میں یہہ امر بیان کیا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ بغاوتوں اور طرح طرح کی ابتریوں نے شام اور ممالک مشرقی کی سلطنت کے شیرازہ کو توڑ ڈالا ہے - اور عباسیوں کے بنی امیّہ کی خلافت کو غصب کر لینے سے حکومت کی بنیادیں متزلزل ہو گئی ہیں - اُس نے سامعین کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ خوارزم اور ماوراءالنہر سے لے کر

مصر اور افریقیہ کی مغربی حدود تک والیان صوبجات رعایا پر کیسے کیسے مظالم اور تعدیاں کرتے ہیں جس کی وجہ سے سلطنت اسلامی میں بدامنی اور فسادوں نے ہمیشہ کے واسطے اپنا گھر بنا لیا ہے۔ اُس نے کہا کہ تجربہ نے ہم کو پورے طور پر سکھلا دیا ہے کہ کسی مُلک میں انتظام سلطنت عمدگی اور خوبی سے نہیں چل سکتا جب حکام اور رعایائے ملک کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جتنا کہ ہسپانیہ اور مشرقی خلافت کے مرکز کے مابین ہے انصاف اور عدالت کے سرچشموں سے ہم لوگ بہت دور افتادہ ہیں اور اس سے ہماری اس سرزمین کی آب یاری نہیں ہوسکتی اور خاتمہ تقریر پر اُس نے کہا کہ" اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ جیسے بھی خلیفے ممالک مشرق میں برسر خلافت ہوں تب بھی ہم کو کچھ فایدہ نہیں پہونچ سکتا۔ ہم کو اس امر کی آزمایش اور امتحان کرنے کے سیکڑوں موقعے مل چکے ہیں کہ اگر کسی نیک منش خلیفہ نے ہماری بہتری کے واسطے کوئی کوشش کی بھی ہے تو اُس کے اثر کی رفتار یہاں تک پہونچتے پہونچتے معدوم ہوگئی ہے۔ اور اس بُعد مسافت سے جو برائیاں اور مصیبتیں پیدا ہوسکتی ہیں وہ ہمیشہ اور ہر وقت ہمارے درمیان موجود رہتی ہیں۔ جب کبھی ہم کو امداد کی ضرورت ہوتی ہے تو اُس کو حاصل کرنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی اور یہی سب سے بڑی وجہ ہمارے مُلک کی حکومت کی خرابی اور ابتری کی ہے۔ پس ہمارے لئے ایک ایسا وقت آ پہونچا ہے کہ ہم کو خود اپنے واسطے کچھ کرنا چاہئے اور سب سے بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ اس امن و امان اور وسائل حفظ مال و جان کے حاصل کرنے کے لئے جس کے واسطے ہمارا مُلک نالہ و بکا کر رہا ہے۔ ہم کو اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ موجودہ مخالف فریقوں میں سے ایک فریق دوسرے پر کامیابی اور فتح حاصل کرلے اور پھر ہمارے اس مدعا کے حاصل

حاصل کرنے میں مانع اور مزاحم ہو۔
"تمامہ بن علقمہ نے اس تقریر کو سُن کر جواب دیا کہ جو صورت حالات اور ان کے علاج کی جو تدابیر پیش کی گئی ہیں وہ ان سب کے اپنے خیالات کی گویا گونج ہے اور ان کی صحت اور صداقت پر اُن کو کامل یقین ہے۔ بہت سے دیگر اشخاص نے اپنا یہہ عقیدہ ظاہر کیا کہ اگر ہسپانیہ کو ایشیا اور افریقہ سے جُدا کر دیا جائے اور اہلِ مُلک سب کے سب باہم متحد ہو جائیں اور ایک لائق اور نیک امیر اُن پر حکومت کرنے کی غرض سے مل جائے۔ تو ہسپانیہ تمام دُنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب مُلک بن جائے گا۔ لیکن سب نے یہہ کہا کہ ایسا امیر جس کی ہم کو ضرورت ہے کہاں سے ملے گا۔
"کچھ دیر تک کسی شخص نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور سب کے سب خاموش رہے تب وہب بن اصفر بولا کہ آپ لوگ اتنے پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کے سامنے اپنے خلفائے سابق (بنی امیہ) کی اولاد سے ایک نوجوان شخص کو پیش کرتا ہوں جو ہمارے نبی کریم اور رسولؐ اکرم کے ساتھ نسب جدّی رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ افریقہ میں ظلم اور ستم کے ہاتھوں سے بھاگ کر پہنچا ہے اور اس وقت ایک بے خانمان پردیسی کی سی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن تاہم نیک دل اور فہمیدہ لوگ اُس کی عزت اور ندمت اور اُس کی قابلیت اور شرافت کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ میری مراد عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ہے جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا بیٹا تھا۔ تمام حاضرین نے اس تجویز کو نہایت ادب اور احترام کے ساتھ سُنا اور بڑی مسرت کے ساتھ بالاتفاق اُس کو منظور کیا"۔

چھٹا باب

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

عبدالرحمٰن کو تربت پونہچے اور وہاں ٹھیرے ہوئے جب ایک سہ ماہی کے قریب گذر چکی تھی تو اب امن اور اطمینان کی حالت میں حوارہ کی نسبت اُس کے خیالات میں ایک تازہ جوش پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ وہ اُس کو دل سے بھلا دینے کی لاکھ کوششیں کرتا تھا۔ ہزاروں دلیلیں اپنے دل کے سامنے پیش کرتا تھا مگر وہ پیاری صورت نہیں بھولتی تھی اور اُس کی بیوفائی پر اُس کو ملامتیں کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ تنہائی کے اوقات میں اُس کے دل میں اُسی کا خلجان رہتا تھا۔ مگر اس کیفیت کا کسی سے اظہار کرنا وہ اپنی کمزوری تصور کرتا تھا۔ لیکن آخر کار ان خیالات سے مجبور ہو کر اُس نے ایک روز بدر کو کہا کہ "مجھے نعیم کے احسانات اکثر یاد آتے ہیں۔ حوارہ اور اُس کی والدہ نے جو امداد اور کوشش میری جان کے بچانے میں کی تھی اُس کی کیفیت ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ اور دل میں بار بار یہہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کسی طرح سے اُن کی خیر و عافیت کی خبر منگوائی جائے"

بدر نے جو سلمہ اور اُس کے والدین سے جُدائی کے غم کو اپنے دل ہی دل میں چھپائے ہوئے تھا اور اکثر اپنے اُس وعدہ کے عدم ایفا کے

خیال سے جو روانگی کے وقت اُن کے ساتھ اپنے حالات کی جلد اُن کو اطلاع دینے کا کر آیا تھا اپنی اِس بے بسی کی حالت میں ملول اور پریشان خاطر رہتا تھا عبدالرحمٰن کی اِس بات کو سُن کر فوراً یہہ جواب دیا کہ "اگر آپ کی یہہ خواہش ہے تو میں خود اُن کے حالات دریافت کرنے کے لئے جانے کو تیار ہوں"

عبدالرحمٰن "تم کو بھیجنے میں مجھے یہہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہہ امر تمہارے واسطے خطرناک نہ ثابت ہو"

بدر "مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ کسی کو میرے اور آپ کے درمیان کسی قسم کا کوئی تعلق ہونے کا حال معلوم نہیں ہے"

عبدالرحمٰن "بسطام نے تمہیں اُس شام کو جب جوارہ کو ہم نے اُس سے چھڑایا تھا میرے ساتھ دیکھا تھا"

بدر "اُس وقت کوئی آدمی اتفاقاً آپ کے قریب پایا جا سکتا تھا"

عبدالرحمٰن "اگر تمہاری رائے میں تمہارے لئے اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں تمہیں جانے کی اجازت دیدوں گا"

بدر "میں ہر ایک قسم کی ضروری احتیاط کروں گا اور اُن کے حالات بھی خود براہ راست دریافت نہیں کروں گا بلکہ اپنے میزبان کلیب کے ذریعہ سے۔ اور سوائے میرے اور کون شخص یہاں ایسا مل سکتا ہے جو رازداری کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکے"

عبدالرحمٰن "اچھا یوں ہی سہی"

بدر "تو میں کل ہی یہاں سے چل دوں گا"

عبدالرحمٰن "اس بارہ میں بھی تمہیں اختیار ہے"

اس تجویز کے مطابق بدر دوسرے روز کی صبح کو تربہت سے روانہ ہو پڑا اور راستہ میں عبدالرحمٰن کے ماموں عبداللہ کی بستی سے بھی بچ کر گذرتا ہؤا پندرہویں روز کی شام کو قبیلہ ملناسہ کے گاؤں میں پونہچ گیا - بدر کو کلیب کے گھر سے گئے ہوئے جب بہت روز گذر گئے تھے اور اُس کی کوئی خبر اُس کے پاس نہیں پونہچی تھی تو کلیب اُس کے واپس آنے کے متعلق مایوس ہو چلا تھا وہ اور اُس کی عورت زوارہ اپنی مایوسی کے خیالات کو ایک دوسرے سے بہت رنج کے ساتھ بیان کرتے تھے مگر سلمہ حیا کے مارے زبان سے کچھ نہیں کہتی تھی - لیکن بدر کی محبت کے نقش کو اپنے دل سے مٹا نہیں سکتی تھی اور اُس کی یاد اُس کو ہر وقت ستاتی رہتی تھی - بدر جب ناگہانی طور پر ایک شام کو اُن کے گھر جا پونہچا تو اُن کی خوشی اور مسرت کا کوئی اندازہ باقی نہ رہا اور بدر بھی اُن کو تندرست پاکر بہت شگفتہ خاطر ہوا - بدر کی اس غیر حاضری اور سفر کے متعلق وہ حالات دریافت کرنے کے بہت خواہش مند تھے - مگر وہ اُن کو سوائے ایک گھڑی ہوئی کہانی کے کہ اپنے ایک رشتہ دار کا احوال سُن کر وہ اُس کی تلاش کی غرض سے گیا تھا اور اُس کو ڈھونڈھ لینے کے بعد وہ اُس کے پاس ٹھہر رہا اور کچھ بتانے کے واسطے تیار نہیں تھا - بلکہ اُس نے اس امر کے بتانے سے کہ فی الحال وہ چند روز کے واسطے آیا ہے اور اس کو جلد واپس جانا ہوگا - اُن کی خوشی کے رنگ کو پھیکا کر دیا -

بدر نے دوسرے روز زوارہ سے باتیں کرتے ہوئے بستی کے لوگوں کے حالات پوچھنے شروع کئے اور رفتہ رفتہ گاؤں کے سردار نعیم کا احوال دریافت کیا - زوارہ نے اُس کو بتایا کہ "نعیم خود تو تندرست ہے اور اُس کے بال بچے بھی اچھے ہیں - مگر تمہارے یہاں سے جانے کے چند روز بعد اُس کا ایک جوان بھتیجا جس کا نام بلبیس تھا اور اُس کی لڑکی حوارہ سے بیاہا جانے والا

تھا وفات ہو گیا تھا۔"

بدر۔" کسی بیماری سے فوت ہوا؟"

زوارہ۔" نہیں۔ وہ شیر کے شکار میں اسی روز جس دن تم یہاں سے چلے تھے زخمی ہوا تھا اور چند روز بعد مر گیا۔"

بدر کو بستی مکناسہ میں رہنے کے ایام میں چند بار اس بات کا اشتباہ دل میں پیدا ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن کے وہاں ٹھہر جانے پر رضامند ہو جانے کی کوئی خاص وجہ ضرور ہے اور اس تعلق میں نعیم کی حسین لڑکی کا خیال بھی اس کے دل میں گذرا تھا۔ اور اب جب ایک لمبے سفر پر عبدالرحمٰن نے اس کو روانہ کیا تھا تب بھی اس نے قیاس کیا تھا کہ عبدالرحمٰن نے شاید نعیم کی لڑکی کے متعلق اپنے کسی جذبہ دل کو اس سے چھپا رکھا ہوا ہے۔ اب زوارہ سے اس خبر کو سن کر کہ بلین جس کے ساتھ نعیم کی لڑکی کی نسبت ہوئی ہوئی تھی فوت ہو گیا ہے اس نے دریافت کیا کہ" نعیم کی لڑکی کی کسی اور سے شادی کرنے کی تجویز ہوئی ہو گی؟"

زوارہ۔" کہتے ہیں بلین کے چھوٹے بھائی ادریس کے ساتھ اس کی شادی ہو گی مگر اس کی عمر کوئی دس گیارہ برس کی ہے۔ اگر اس سے بیاہ ہوا تو کئی سالوں کے بعد ہو گا۔"

بدر۔" تو شاید کسی اور کے ساتھ اس کی شادی کر دیں۔"

زوارہ۔" امید نہیں ہے۔ نعیم اپنی برادری سے باہر کسی کو رشتہ دینا منظور نہیں کرے گا۔ اور چوں کہ لڑکی اس کو بہت پیاری ہے وہ اس کو اپنی بستی سے باہر نہیں بیاہے گا۔"

بدر۔" آپ کبھی ان کے گھر جایا کرتی ہیں۔"

زوارہ۔" بہت ہی کم جاتی ہوں۔ لیکن جب کبھی جاؤں حوارہ کی ماں مجھ

بہت مہربانی سے پیش آتی ہے "۔

بدر "میں چاہتا ہوں کہ نعیم کی لڑکی کے رشتہ ناطہ کی بابت پختہ حالات دریافت کئے جائیں "۔

زوارہ "کس غرض سے "۔

بدر "ایک دوست کی خاطر۔ مگر میں یہہ نہیں چاہتا کہ یہہ بات اُن کو بتائی جائے "۔

زوارہ "میں کل مریم کے پاس جاؤں گی اور جو بات مجھے معلوم ہوسکی وہ تمہیں آکر بتادوں گی "۔

زوارہ دوسرے روز دوپہر کے بعد مریم کے پاس گئی اور کچھ دیر تک بیٹھی باتیں کرتی رہی لیکن حوارہ کی نسبت اس سے زیادہ کوئی اطلاع وہ حاصل نہ کرسکی کہ ادریس جب بڑا ہو جائے گا تو اُس کے ساتھ اُس کا نکاح کرادیں گے حوارہ کو اُس نے بہت ہی غمگین اور اُداس پایا اور دیکھا کہ اُس کے چہرہ پر جو نوعمری کی شگفتگی اور تروتازگی تھی وہ نہیں دکھائی دیتی اُس کا جب اُس نے مریم سے سبب دریافت کیا تو مریم نے بات ٹالنے کی غرض سے یہ جواب دیا کہ "اِس بچی کو اتنی چھوٹی عمر میں اپنے منگیتے کی وفات کا صدمہ اُٹھانا پڑا ہے اور اُسی کے غم میں گھلی جارہی ہے "۔ مریم نے دیدہ و دانستہ حوارہ کی غمگینی کی یہہ غلط وجہ بیان کی تھی۔ اصلی وجہ اُس کو معلوم تھی کہ جعفر کی مفارقت کے صدمہ سے اُس نے اپنا یہہ حال بنا رکھا ہے کیوں کہ حوارہ اس بات کو اپنے گھر والوں سے چھپاتی نہیں تھی لیکن اس کے گھر والے اس امر کا کسی سے ظاہر کرنا اس کی غیرت ننگ و ناموس کے خلاف تصوّر کرتے تھے۔

زوارہ کو جو حالات معلوم ہوئے اور جو کیفیت اُس نے حوارہ کی دیکھی تھی وہ سب بدر کو اُس نے بتادی۔ بدر دس روز تک بستی مکناسین میں رہا

اور پھر وہاں سے روانہ ہونے کو تیار ہوا۔ اُس نے اپنے ایک بوڈھے دولت مند رشتہ دار کے پاس جس کا اُس نے کہا کہ سوائے اُس کے اور کوئی وارث نہیں ہے۔ فی الحال مقیم رہنے کی ضرورت کا عذر پیش کیا۔ اور پھر جلد اُن سے آکر ملنے کا وعدہ کرکے وہاں سے چل دیا۔ عبدالرحمن کے پاس اُس کا واپس پوہنچنا اُس کی بہت ہی خوشی کا موجب ہوا کیونکہ عبدالرحمن کو اس تمام عرصہ میں بدر کی نسبت طرح طرح کے تردّدات لاحق رہے تھے۔ بدر نے جب مکناسہ کی خبریں اُس کو بتائیں تو طلیں کی وفات کو اُس نے ایک قسم کے مخلوط خیالات کے ساتھ سُنا اور جب حوارہ کی کیفیت اُس کو بتائی گئی تو اُس کے اندوہ و ملال کا اصلی سبب دریافت کرنے کے واسطے اُس کو سوائے اپنے دل کے اور کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی مگر جو کچھ اُس نے سوچا اور سمجھا وہ اُس نے اپنے دل ہی میں مخفی رکھا اور بدر نے بھی اپنے کسی قیاس یا شبہ کا اظہار واجب نہ سمجھا۔

عبدالرحمن کے قیام ترہت کے زمانہ میں بدر چند بار اور مکناسہ کو گیا اور جو خبریں وہاں سے لاتا رہا اُن میں کوئی نئی خبر نہیں تھی۔ عبدالرحمن کا ماموں عبداللہ ہر تین چار ماہ کے بعد اُس کو دیکھنے کے واسطے آیا کرتا تھا۔ اور اُس نے کئی دفعہ عبدالرحمن کو اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ وہ کسی اچھے گھرانے میں اُس کی شادی کرا دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مگر عبدالرحمن نے اُس کو اپنے میلان خاطر کے خلاف بیان کرکے اس ذکر کو ہر دفعہ بند کرا دیا۔ ہسپانیہ کی حالت کی ابتری کے سبب سے وہب بن اصفر کو افریقہ کی طرف آنے کا بہت کم موقع ملتا تھا اور جب کبھی آتا تھا تو بہت ہی قلیل عرصہ کے قیام کے بعد واپس چلا جاتا تھا۔

عبدالرحمن اگرچہ ترہت میں کسی قسم کے خطرات سے محفوظ تھا مگر

امتداد وقت کے باعث رفتہ رفتہ اُس کو اپنی حفاظت کے واقعے سے
چنداں دلچسپی نہ رہی۔ کبھی کبھی شکار کے واسطے جانے کے علاوہ اور کوئی
شغل ایسا نہیں تھا جس میں وہ دل لگا سکتا۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی
کہ یہہ قیام اُس کو بمنزلہ حبس معلوم ہونے لگا۔ اور یہہ بے کاری کی زندگی گراں
گذرنے لگی۔ بدر ہر دفعہ مکناسہ سے واپس آکر حوارہ کی نسبت اُس کے خیالات
میں تازہ اشتعال پیدا کر دیتا تھا اور یہہ بھی ایک قدرتی امر تھا کہ عبدالرحمٰن
کو اپنی والدہ اور ہمشیرہ کی بیکس حالت کی یاد ستانے کو آجایا کرتی بدر
کے سوائے کوئی اُس کا مونس وغمخوار نہیں تھا اور جب کبھی وہ اُس سے
اپنی حالت سے ناخوش ہونے کا شکوہ کرتا تھا وہ اُس کے ساتھ اظہار
ہمدردی کرنے کو تیار پایا جاتا تھا۔ مگر وہ اُس کے تربہت سے چلے جانے
کے ارادہ کی تائید نہیں کرتا تھا۔ ایک روز بدر نے عبدالرحمٰن کو بہت ہی
غمزدہ اور ملول پاکر بہت ادب اور اخلاص کے ساتھ پوچھا کہ "آپ کی
طبیعت تو اچھی ہے"

عبدالرحمٰن "میں تمہیں بیسیوں دفعہ بتا چکا ہوں کہ یہہ زندگی مجھے
وبال معلوم ہوتی ہے۔ رات میں نے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو خواب میں
دیکھا ہے کہ وہ کسی گاؤں میں نہائت افلاس اور مصیبت کی حالت میں
ہیں۔ خواب میری بہت لمبی تھی مگر جو کیفیت میں نے اپنی ماں اور بہن
کی بے کسی کی دیکھی ہے وہ ناقابل برداشت ہے اور اب میں اُن کی
خدمت گذاری کا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرنا ایک ایسا گناہ سمجھتا ہوں
جس کو خدا کبھی معاف نہیں کرے گا"

بدر "میرے پیارے آقا۔ ایک خواب آخر خواب ہی ہے اور اُس کی بنا پر
اپنے آپ کو کسی خطرہ میں ڈالنا دوراندیشی کے خلاف ہوگا"

عبدالرحمٰن "اوّل تو میرے شام کے بھاگنے کے واقعہ کو اتنا عرصہ گذر گیا ہے کہ اب میرا خیال بھی کسی کے دل میں باقی نہیں رہا ہوگا اور کسی کو اب میری تلاش و جستجو نہیں ہوگی۔ دوسرا یہہ کہ تم بھی سُن چکے ہو کہ عبد اللہ عباسی دمشق کو چھوڑ کر اپنے نئے آباد کئے ہوئے شہر ہاشمیہ[1] میں جا رہا ہے اور دمشق اب عباسیوں سے خالی پڑا ہے۔ اور میرے لئے اب اُس نواح میں چنداں اندیشہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی خطرہ ہو بھی اور میری قسمت میں کسی مصیبت کا پیش آنا لکھا ہو تو میں موجودہ زندگی پر موت کو ترجیح دینے کو تیار ہوں۔ اور اس سے اب میں اس قدر تنگ آگیا ہوں کہ کوئی چیز مجھ کو اب اپنی والدہ و ہمشیرہ کی تلاش اور اُن کی خبر گیری کے واسطے شام کو واپس جانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

بدر (افسردہ ہو کر) "کیا آپ یہہ کام میرے سپرد کر دینا پسند نہیں فرماتے ہیں کہ میں جاؤں اور خاتونوں کو وہاں سے لا کر آپ کے پاس پہنچا دوں۔"

عبدالرحمٰن "تمہارے اس لمبے سفر پر جانے اور وہاں سے واپس آنے کے واسطے جتنا عرصہ درکار ہے اتنا وقت میں تنہا اور تمہارے بغیر یہاں رہ کر کسی طرح اس طویل انتظار کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔"

بدر "اگر آپ کی والدہ صاحبہ یہاں موجود ہوتیں تو آپ کے اس

---

[1] خلیفہ سفاح (عبداللہ) عباسی نے دریائے فرات کے کنارہ پر ہاشمیہ کے نام سے ایک شہر آباد کر کے وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اُس کا بھائی اور جانشین منصور عباسی بھی کچھ عرصہ تک وہیں رہا اور پھر اُس نے مدیلے دجلہ پر بغداد کو آباد کیا۔

امتداد وقت کے باعث رفتہ رفتہ اُس کو اپنی حفاظت کے واقع سے چنداں دلچسپی نہ رہی۔ کبھی کبھی شکار کے واسطے جانے کے علاوہ اور کوئی شغل ایسا نہیں تھا جس میں وہ دل لگا سکتا۔ آخرکار یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہہ قیام اُس کو بمنزلہ حبس معلوم ہونے لگا۔ اور یہہ بےکاری کی زندگی گراں گذرنے لگی۔ بدر ہر دفعہ مکناسہ سے واپس آکر حوارہ کی نسبت اُس کے خیالات میں تازہ اشتعال پیدا کر دیتا تھا اور یہہ بھی ایک قدرتی امر تھا کہ عبدالرحمٰن کو اپنی والدہ اور ہمشیرہ کی بیکس حالت کی یاد ستانے کو آجایا کرتی بدر کے سوائے کوئی اُس کا مونس وغمخوار نہیں تھا اور جب کبھی وہ اُس سے اپنی حالت سے ناخوش ہونے کا شکوہ کرتا تھا وہ اُس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے کو تیار پایا جاتا تھا۔ مگر وہ اُس کے ترہت سے چلے جانے کے ارادہ کی تائید نہیں کرتا تھا۔ ایک روز بدر نے عبدالرحمٰن کو بہت ہی غمزدہ اور ملول پاکر بہت ادب اور اخلاص کے ساتھ پوچھا کہ "آپ کی طبیعت تو اچھی ہے"؟

عبدالرحمٰن "میں تمہیں بیسیوں دفعہ بتا چکا ہوں کہ یہہ زندگی مجھے وبال معلوم ہوتی ہے۔ رات میں نے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ کسی گاؤں میں نہایت افلاس اور مصیبت کی حالت میں ہیں۔ خواب میری بہت بنی تھی مگر جو کیفیت میں نے اپنی ماں اور بہن کی بےکسی کی دیکھی ہے وہ ناقابل برداشت ہے اور اب میں اُن کی خدمت گذاری کا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرنا ایک ایسا گناہ سمجھتا ہوں جس کو خدا کبھی معاف نہیں کرے گا"

بدر "میرے پیارے آقا۔ ایک خواب آخر خواب تھا ہے اور اُس کی بنا پر اپنے آپ کو کسی خطرہ میں ڈالنا دور اندیشی کے خلاف ہوگا"

عبدالرحمٰن: "اوّل تو میرے شام کے بھاگنے کے واقعہ کو اتنا عرصہ گذر گیا ہے کہ اب میرا خیال بھی کسی کے دل میں باقی نہیں رہا ہوگا اور کسی کو اب میری تلاش وجستجو نہیں ہوگی۔ دوسرا یہہ کہ تم بھی سُن چکے ہو کہ عبداللہ عباسی دمشق کو چھوڑ کر اپنے نئے آباد کئے ہوئے شہر ہاشمیہ[1] میں جا رہا ہے اور دمشق اب عباسیوں سے خالی پڑا ہے۔ اور میرے لئے اب اُس نواح میں چنداں اندیشہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی خطرہ ہو بھی اور میری قسمت میں کسی مصیبت کا پیش آنا لکھا ہو تو میں موجودہ زندگی پر موت کو ترجیح دینے کو تیار رہوں۔ اور اس سے اب میں اس قدر تنگ آ گیا ہوں کہ کوئی چیز مجھ کو اب اپنی والدہ و ہمشیرہ کی تلاش اور اُن کی خبر گیری کے واسطے شام کو واپس جانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

بدر (افسردہ ہو کر) "کیا آپ یہہ کام میرے سپُرد کر دینا پسند نہیں فرماتے ہیں کہ میں جاؤں اور خاتونوں کو وہاں سے لا کر آپ کے پاس پہنچا دوں۔"

عبدالرحمٰن: "تمہارے اس لمبے سفر پر جانے اور وہاں سے واپس آنے کے واسطے جتنا عرصہ درکار ہے اتنا وقت میں تنہا اور تمہارے بغیر یہاں رہ کر کسی طرح اس طویل انتظار کا عذاب برداشت نہیں کر سکتا۔"

بدر: "اگر آپ کی والدہ صاحبہ یہاں موجود ہوتیں تو آپ کے اس

---

[1] خلیفہ سفاح (عبداللہ) عباسی نے دریائے فرات کے کنارہ پر ہاشمیہ کے نام سے ایک شہر آباد کر کے وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اُس کا بھائی اور جانشین منصور عباسی بھی کچھ عرصہ تک وہیں رہا اور پھر اُس نے دریائے دجلہ پر بغداد کو آباد کیا۔

ارادہ کو کبھی پسند نہ فرمائیں۔ اُن کو آپ کی زندگی اپنے آرام و آسایش کے مقابلہ میں زیادہ عزیز ہے ورنہ وہ مجھے آپ کی تلاش اور خدمت کرنے کے واسطے کیوں روانہ کرتیں"۔

عبدالرحمٰن :- "میری زندگی اور کسی دوسرے شخص کی زندگی میں جو مزدوری یا گداگری کرکے گذارہ کرتا ہے کیا فرق ہے۔ مانا کہ میری ماں نے صرف ممتا کے باعث میرے زندہ رہنے کی خواہش کی ہو۔ مگر اس سے یہہ غرض نہیں ہوسکتی کہ بقیہ زندگی میں وہ مجھ کو اور میں اُس کو نہ دیکھ سکوں۔ لیکن اگر کسی دوسرے شخص نے بھی یہہ چاہا ہو کہ میں زندہ رہوں تو اُس کا صرف ایک ہی سبب ہوسکتا ہے کہ میں بنی امیہ میں سے ہوں اور شائد حالات اس امر کی مساعدت کریں کہ میں عباسیوں سے بدلہ لے سکوں۔ اور اپنے بزرگوں کی کھوئی ہوئی خلافت کو اُن سے چھین لوں۔ اس امر کی کسی خواہش یا خیال کے پورا ہونے کی کوشش کرنے کی جگہ سوائے دمشق کے اور کوئی نہیں ہے۔ اور اگر یہہ امر ناممکن یا ناشدنی ہے تو میری زندگی یا موت مساوی ہیں۔ اور اس مصیبت سے وقت گذارنے اور زندہ رہنے سے تلخی موت ہی اچھی ہے"۔

بدر کے اپنے خیالات خواہ کچھ ہی تھے مگر اب وہ عبدالرحمٰن کے اس ارادہ کی اور زیادہ مخالفت کرنے سے اُس کو آزردہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے صرف اتنا جواب دیا کہ "اچھی بات ہے۔ اگر آپ کا یہی قصد ہے تو خدا اسے آپ کے لئے مبارک کرے مگر اپنے ماموں عبداللہ اور وہب بن اصفر سے کم سے کم آپ اس معاملہ میں صلاح کرلیں"۔

عبدالرحمٰن :- "وہب بن اصفر کے واسطے تو میں انتظار نہیں کرونگا اُس کے واپس آنے کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے۔ مگر البتہ اپنے ماموں

سے ملتا ہوا جاؤں گا۔"

بدر۔" تو آپ کا ارادہ بہت جلد روانگی کا ہے۔"

عبدالرحمٰن۔" میں صرف کل کا دن یہاں اور گذاروں گا اور پرسوں صبح کو چل دوں گا۔"

بدر نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی کی حالت میں کچھ سوچنے میں مصروف رہا۔ عبدالرحمٰن بھی اس مضمون پر زیادہ گفت وگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے عزم اور ارادہ سے اُس کو مطلع کر چکا تھا۔ اور اسی قدر وہ کافی سمجھتا تھا۔

دوسرے روز عبدالرحمٰن ضروریات سفر کی بعض چیزیں مہیّا اور فراہم کرنے میں مصروف رہا اور نماز عصر سے فارغ ہو کر تنہا پھرنے کے واسطے آبادی سے باہر چلا گیا۔ بہت دیر تک پھرتا اور اپنے دل میں کچھ تجویزیں سوچتا رہا۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا جب وہ شہر کے جنوب کی جانب سے گھومتا ہوا مغربی دروازہ سے داخل ہونے کے خیال سے اس طرف چلا آرہا تھا۔ ابھی دروازہ سے کچھ فاصلہ پر تھا کہ اُس نے نماز مغرب کی اذان سُنی وہیں نماز پڑھنے کو کھڑا ہو گیا۔ اور جب نماز ختم کر کے چلنے کو تھا تو اُس نے دیکھا کہ اسی دروازہ سے شہر میں چند سوار داخل ہوئے ہیں جن کے گھوڑوں کے سموں کی اڑائی ہوئی گرد ابھی سڑک پر موجود تھی جب دروازہ پر پہنچا اور پہرہ والے سپاہی سے اُس کے متعلق سوال کیا تو اُس نے جواب دیا کہ اُن کے سردار وہب بن اصغر تشریف لائے ہیں اور اپنے گھر کی طرف گئے ہیں۔

عبدالرحمٰن کو اس خبر کے سُننے سے پہلے تو خوشی ہوئی کہ اُس کو اپنی روانگی سے پہلے اپنے شریف اور محسن میزبان سے مل لینے اور اُس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ لیکن پھر اس خیال سے کچھ تردد بھی پیدا

ہوا کہ مبادا وہ اُس کے اس ارادہ کی مزاحمت کرے اور کوئی اور بے لطفی پیدا ہو جائے۔ انہیں خیالات میں وہ وہب کے مکان پر پونچا۔ مگر اس خیال سے کہ ابھی وہ سفر کے گرد و غبار کو دہو کر نماز پڑہنے میں مصروف ہوگا اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

بدر گھر پر موجود تھا جب وہب بن اصفر اپنے چند ہمراہی سواروں کی معیت سے وہاں پونچا تو اُس کو اس نیک نہاد سردار کے آجانے پر بہت ہی خوشی ہوئی۔ عبدالرحمٰن کے اس نئے عزم کو وہ اُس کے واسطے نہائیت خطرناک سمجھتا تھا۔ اور اُس کے عباسیوں سے بدلہ لینے اور خلافت چھین لینے کے خیالات کو محض جنون اور دیوانگی اور اُس کی پریشانی دماغ کا نتیجہ تصور کرتا تھا۔ وہ خود تو جو کچھ اُس کو کہہ سکتا تھا کہہ چکا تھا۔ اور اس سے زیادہ کہنے کی جُرات نہیں کرسکتا تھا۔ مگر وہب کی دور اندیشی اور پختہ عقل و دانش اور عبدالرحمٰن پر اُس کی بزرگی اور احسانات کے رُعب سے وہ اس امر کی توقع کرسکتا تھا کہ وہ اُس کو سمجھا بجھا کر اس پُرخطر ارادہ سے باز رکھے گا۔

عبدالرحمٰن کو اپنے کمرہ میں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ وہب کے ایک ملازم نے آکر کہا کہ "سردار وہب دریافت کرتے ہیں کہ آپ اُن کے کمرہ میں تشریف لے چلیں گے یا وہ آپ کے کمرہ میں حاضر ہوں"

عبدالرحمٰن یہہ سُن کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ "میں چلتا ہوں" وہب کے کمرہ کی طرف گیا۔ بدر اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ عبدالرحمٰن جب اُس بزرگ سردار کی نشست گاہ میں داخل ہوا تو وہب کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھ کر اُس کو گلے سے لگایا۔ وہب کو کھڑا ہوتے دیکھ کر تمام حاضرین مجلس استادہ ہو گئے تھے۔ وہب نے عبدالرحمٰن کا ہاتھ پکڑے ہوئے اُس کو لاکر مسند

پر بٹھایا اور اُس کو دو اور شخصوں سے جو وہب کے برابر بیٹھے ہوئے تھے معرفت کرانے کی غرض سے اُن کے نام بیان کئے۔ ایک کا نام اُس نے ثمامہ بن علقمہ۔ اور دوسرے کا شاکر بن ابی الاسمطؒ بتایا۔ ان دونوں نے عبدالرحمن سے اور عبدالرحمٰن نے ان سے خیر وعافیت دریافت کی اور آپس میں معمولی باتیں کرتے رہے۔

وہب اگرچہ عبدالرحمن کی دل سے ہمیشہ عزت کرتا تھا مگر چوں کہ اُس کے اصلی نام و نشان کو چھپانا مدنظر رہتا تھا وہ اُس کی علانیہ طور پر تعظیم و تکریم اِس طرح نہیں کرتا تھا جس طرح کہ اُس نے اس روز کی تھی۔ عبدالرحمٰن کو اس سے بہت تعجب ہوا اور اُس کا کچھ سبب سمجھ میں نہ آیا۔ مگر یہہ کوئی اُس سے پوچھنے کی بات نہیں تھی۔ حسب معمول کھانا دسترخوان پر چنا گیا اور سب نے مل کر کھایا اور پھر بتدریج لوگ وہاں سے رخصت ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ آخرکار وہب اور اُس کے دو معزز ہمراہیوں ثمامہ اور شاکر اور عبدالرحمٰن اور بدر کے علاوہ کوئی شخص کمرہ میں باقی نہ رہا۔

وہب نے تب اپنی نشست گاہ کے سب دروازے بند کرا دیئے اور عبدالرحمٰن کے سامنے بیٹھ کر اور اُس کو خطاب کرکے حسب ذیل تقریر کی کہ "میں اس دفعہ گیارہ ماہ کے غیر معمولی توقف کے بعد وطن کو واپس آیا ہوں۔ اس کی وجہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں اور خانہ جنگیاں ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے ہسپانیہ میں گذشتہ پندرہ بیس برس کا زمانہ اس طرح گذرا ہے کہ اگر کسی نیک دل اور خدا ترس امیر کے مل جانے

ؒ ثمامہ اور وہب اور شاکر ہی وہ تین اشخاص ہیں جو عبدالرحمن کو ہسپانیہ لے جانے کے واسطے افریقہ کو آئے تھے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صفحہ ۱۹۰)۔

سے چند روز امن اور آسایش کے گذرے ہیں تو پھر کوئی تازہ فساد ایسا اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس سے پھر ملک میں بدامنی پھیل گئی ہے۔ ہسپانیہ میں عرب یمن۔ شام۔ مصر اور بربریوں کے مختلف قبایل بہت کثرت سے آباد ہیں اور ان کے درمیان اسلامی اخوت اور اتحاد کے خیالات باقی نہیں رہے ہر ایک ان میں سے دولت اور اقتدار ملکی کا خواہان اور ایک دوسرے کا رقیب ہے۔ ان کو اس بات کی پروا نہیں ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تفرقہ سے اس ملک کی حکومت کو کھو بیٹھیں گے۔ جس کا قابو چلتا ہے وہ حاکم بن بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی باہمی خانہ جنگیوں سے نہ عیسائی رعایا کو امن حاصل ہے نہ مسلمانوں کے مال متاع محفوظ ہیں۔ آپس کی لڑائیوں میں مسلمانوں کی ہزاروں جانیں آئے دن ضایع ہوتی ہیں اور لوٹ اور غارت گری سے رعایا تنگ اور تباہ حال ہے۔ زمیندار اپنی زمینوں کی پیداوار نہیں اٹھا سکتے اور تاجر اپنے کاروبار تجارت بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہسپانیہ کے مسلمان ان مصائب کی اصلی وجہ سے بےخبر نہیں ہیں۔ اُن کو معلوم ہے کہ اس کا سب سے بڑا سبب یہہ ہے کہ وہ مرکز حکومت یعنی مشرقی خلافت سے اس قدر دور ہیں کہ اس سے کسی قسم کی امداد حاصل نہیں کرسکتے۔ افریقہ اور مصر اُن کے اور دارالخلافت کے درمیان واقع ہیں اور ان درمیانی صوبوں میں بجائے خود بغاوتیں اور مفسدے برپا ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانان ہسپانیہ ایک دفعہ اس امر کی کوشش کرچکے ہیں کہ اپنے درمیان سے ایک قابل اور خداترس اور عادل حاکم اس سرزمین کی امارت کے لئے منتخب کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری کو امیر بنانے پر اتفاق کیا تھا۔ یوسف میں بلاشبہ وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو ایک امیر میں ہونے چاہئیں مگر وہ ملک میں امن قایم رکھنے میں کامیاب

نہیں ہوا۔ اور اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف قبائل
میں سے وہ صرف ایک قبیلہ کا سردار ہے۔ عامر بن عمرو بدری جس کو
اہل بربر اپنی تمام قوم کا سرکردہ سمجھتے ہیں وہاں ایک دولت مند سردار
ہے اور بربریوں کی تعداد اور طاقت ہسپانیہ میں بہت بڑھی ہوئی ہے
عامر نے یوسف کے مقابلہ میں بغاوت شروع کر دی ہے۔ اور اس سے
مسلمانان ہسپانیہ کی جو غرض یوسف کو امیر مقرر کرنے کی تھی۔ اس میں
اُن کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ ملک کی حالت پھر ویسی ہی زبون
اور ناگفتہ بہ ہوگئی ہے جس کی اصلاح کے واسطے یوسف کا انتخاب کیا گیا
تھا۔ اس پر مسلمانان ہسپانیہ کے مختلف قبائل کے شیخوں اور سرداروں
نے پھر اس ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ موجودہ حالت کی درستی کی جائے
اُنھوں نے اپنے ایک بہت بڑے مجمع میں دو باتوں کا فیصلہ کیا ہے
ایک تو یہہ کہ ہسپانیہ کو خلافت مشرق سے جُدا کر کے ایک علیحدہ
خودمختار سلطنت بنا دیا جائے اور اُس پر حکومت کرنے کے واسطے
ایک ایسا شخص امیر بنایا جائے جو اپنی نسبی شرافت اور ذہنی قابلیت سے
اس کا اہل ہو اور تمام مختلف قبائل اُس کی اطاعت کرنے پر راضی ہوجائیں
جب ایسے شخص کے واسطے اہل مجلس کے دل اور دماغ تلاش وجستجو
کر رہے تھے تو میں نے اہالیان جلسہ کے سامنے آپ کے حالات
بیان کئے کہ آپ خاندان امیہ کے شاہزادہ ہیں آپ کے دادا خلافت
بنی امیہ کے آخری خلیفہ تھے۔ ہسپانیہ پر اس وجہ سے بھی کہ آپ کے
بزرگوں کی خلافت کے عہد میں یہہ ملک فتح ہوا۔ آپ کا حق عباسیوں
کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ میں نے آپ کی ذاتی قابلیتوں کا بھی ذکر کیا
اور تمام شرکاء مجلس سے جن میں اکثر معزز اور مقتدر قبائل اسلامی کے

اکابر اور سردار پیشوا اور سپہ سالار موجود تھے۔ اس خبر اور تجویز کو نہایت خوشی سے سُنا اور منظور کیا۔ اور ہم تین اشخاص کو جو اس وقت کے سامنے موجود ہیں یعنی۔ مجھے۔ اور تمامہ اور شاکر کو آپ کی خدمت میں یہہ درخواست پیش کرنے کو بھیجا ہے کہ آپ سلطنت ہسپانیہ کی عنان اپنے ہاتھ میں لینا منظور کریں۔ گو اس وقت تک اِس مصلحت کی وجہ سے کہ اس تجویز کی کامیابی اس کے اخفا پر منحصر ہے اس کا عام اعلان نہیں کیا گیا لیکن ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جب یہہ خبر ہسپانیہ میں مشتہر کی جائے گی تو ہر طبقہ اور درجہ کے مسلمان جن میں کار آزمودہ سرداران افواج بھی شامل ہوں گے آپ کے سامنے اطاعت کے لئے سر جھکائیں گے۔"

مورخ کانڈے اس تقریر کو تمامہ بن علقمہ سے منسوب کرتا ہے اور اس کا آخری فقرہ حسب ذیل ہے:۔

"اس میں شک نہیں ہے کہ بہت سے خطرات اور سخت مقابلے آپ کو پیش آئیں گے مگر ان میں آپ تنہا نہ ہوں گے۔ آپ کے پہلو بہ پہلو ملک مغرب کے دلیر اور بہادر فاتحین اور ایسے جنرل موجود ہونگے جنہوں نے میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کئے ہیں اور وہ لوگ جن کی یہہ آرزو ہے اور جو آپ کو اس سرزمین پر جس کے آپ کے آباؤ اجداد مالک تھے سلطنت کرنے کے واسطے بلاتے ہیں دم مرگ تک وفاداری اور جان نثاری سے آپ کا ساتھ دیں گے اور پہلے آپ کو اس سلطنت کا مالک بنا دینے ہیں جو وہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور پھر اسکے استحکام اور قیام کی غرض سے واسطے وہ آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔"[۱]

---

[۱] کانڈی جلد اوّل صفحہ ۱۶۹۔

عبدالرحمٰن وصب کی تقریر کے آخری حصہ کو سُننے کے وقت تھوڑی دیر کے واسطے بہ مشکل یقین کرسکا کہ جو کچھ سُن رہا ہے وہ ایک امر واقع ہے اور ماجرائے خواب نہیں ہے۔ لیکن وہ پادشاہی کرنے کے واسطے بنایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے اور حقیقت حال لینے کے بعد اُس نے نہایت متانت کے ساتھ اس تقریر کا جواب دیا جو مورخ کانڈے کے الفاظ میں لکھ دیا جاتا ہے[1]

"اے برگزیدہ سرداران وسفیران مسلمانان ہسپانیہ۔ میں اس اُمید سے کہ آپ کی بہتری اور فلاح کے واسطے کچھ کام کرسکوں آپ کی خواہشات کے پورا کرنے آپ کے ہمراہ جانے اور آپ کی اغراض کے حصول کے واسطے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر خداوند کریم نے میری مدد کی اور آپ اپنی اس اطاعت میں جو میرے سامنے پیش کر رہے ہیں استوار رہے تو آپ مجھے اپنا ایک سچا بھائی اور اپنی مصائب یا خوشحالیوں میں برابر کا شریک پائیں گے۔ محنت اور مصیبت سے میں ڈرتا نہیں ہوں اور نہ میدان جنگ کے خطرات یا موت مجھے خوف زدہ کرسکتی ہے۔ کیوں کہ گو سن وسال میں میں چھوٹا ہوں مگر میری قسمت کے طرح طرح کے تغیرات نے موت کی مختلف صورتوں کے ساتھ مجھے مانوس بنا دیا ہے اور اپنی زندگی کو معرض خطرات میں پانا اور غیر مامون شمار کرنا سکھلا دیا ہے۔ پس جب آپ مجھے یہہ بتاتے ہیں کہ معزز مسلمانان ہسپانیہ کی یہہ خواہش ہے تو اگر خدا کی مرضی بھی یہی ہے تو میں اُن کا سردار بننے اور اُن کی حفاظت کو اپنے ذمہ لینے پر رضامند ہوں"

---

[1] کانڈی جلد اوّل صفحہ ۱۶۹ -

عبدالرحمن کے اس جواب کو سُن کر تینوں سفیر نہائت خوش ہوے
اور سب سے پہلے ثمامہ بن علقمہ اور پھر وہب اور اُس کے بعد شاکر نے
عبدالرحمن کے دائیں ہاتھ پر عہد اطاعت کے اظہار کی غرض سے بوسہ
اور وہب نے عبدالرحمن کی طرف سے مخاطب ہوکر نہائت ادب
کے ساتھ کہا کہ "اس کے بعد ہمارا آپ کے ساتھ تعلق یہہ ہوگا کہ آپ ہمارے
بادشاہ ہیں اور ہم آپ کی فرمانبردار رعایا۔ لیکن اِسی وقت اِس امر کا
اظہار کر دینا اور ہماری اس تجویز کی خبر کا ہمارے ہسپانیہ پوہنچنے سے
پہلے وہاں پہنچ جانا ہمارے مدعا کی کامیابی کے واسطے بہت خطرناک
ہوگا۔ پس اگر ہم اپنے ظاہری برتاؤ میں آپ کا احترام اور ادب کرنے
میں قاصر رہیں تو اس کو اسی مصلحت پر محمول فرمائیے گا"

عبدالرحمن "آپ سب عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور عرب کے
شریف قبائل کے نامور سردار ہیں میں آپ سے صرف ایسے برتاؤ کا
متوقع اور خواستگار رہوں جو ایک بھائی اپنے بھائی کے ساتھ کرتا ہے
اور آپ کی یہہ رائے بہت درست ہے کہ اس معاملہ کا مخفی رکھنا نہائت
ضروری ہے"

وہب "اور اسی غرض کے واسطے یہہ امر بھی لازمی ہے کہ جتنی
ممکن ہو جلدی کی جائے۔ ایک تو اس لئے کہ اس تجویز کے عمل میں
لانے میں جتنا کم وقت صرف ہوگا اتنا ہی اُس کے مشتہر ہونے کا کم
اندیشہ ہوگا۔ اور دوسرے اس واسطے کہ جب تک یوسف اور عامر
آپس میں لڑ رہے ہیں تب تک ہم کو اپنی اس تجویز کی کامیابی کی زیادہ توقع
ہوسکتی ہے بہ مقابلہ اس حالت کے کہ ان میں سے ایک غالب ہوکر اور
منقسم طاقت کو یک جا کر کے ہمارا مقابلہ کرنے پر تیار پایا جائے۔ اگرچہ

فوجی امداد کے واسطے ہمارا اصلی بھروسہ تو مسلمانان ہسپانیہ پر ہے مگر میں یہاں سے کوئی ایک ہزار جری سوار اپنی قوم کے جوانوں میں سے ہمراہ لے چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور میری رائے یہہ ہے کہ ہم سے پہلے شاکر ہسپانیہ میں پہونچ کر اُن سرداران و شیوخ کو جو ہمارے ہمراز ہیں آپ کے سرراہ ہونے کے واقعہ کی اطلاع دے۔ اس کے پیچھے تمام بن علقمہ ہزار سواروں کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے عبور کرے اور اس کے بعد آپ اور میں اور بدر وہاں پونچیں "

عبدالرحمٰن "کیا شاکر کے ہمارے پونچنے سے پہلے وہاں جا کر اس خبر کے بعض اشخاص کو بتانے سے یہہ اندیشہ نہیں ہوسکتا ہے کہ یہہ راز کھل جائے گا اور وہی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی جن کا آپ کو خوف ہے "

وہب "یہہ اندیشہ ضرور ہوسکتا ہے مگر یوسف اور عامر اس وقت بہت دور سارا گوسا کے علاقہ میں لڑ رہے ہیں۔ یوسف کا بیٹا عبدالرحمن قرطبہ میں ہے مگر قرطبہ میں اُس کو اطلاع پونچنے سے پہلے سول اور جنوبی علاقہ کے اور تمام شہروں کے سردار اپنی اپنی جماعتیں ساتھ لے کر آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ اور تمام کو میں ہزار سواروں کے ساتھ اسی غرض سے پیشتر روانہ کرنے کی تجویز کر رہا ہوں کہ اگر کسی قسم کا کوئی کھٹکا ہو تو اُس کو رفع کر سکے۔ اور یوسف یا اُس کے بیٹے عبدالرحمن کو کوئی اطلاع مل گئی تو اُس کی ہم کو چنداں پروا نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کو رفتہ رفتہ معلوم ہوگا تمام بن علقمہ ایک نہایت تجربہ کار اور نبرد آزما سپہ سالار ہے۔ یوسف الفہری کے مقابلہ میں امارت ہسپانیہ کے واسطے سب سے نمایاں طور پر اسی کا نام پیش کیا گیا تھا مگر کثرت رائے کے لحاظ سے چوں کہ یوسف کے

حق میں چند رائیں زیادہ تھیں اس واسطے اُس کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اب بدقسمتی سے چوں کہ خود یوسف ہی کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش آگئی ہے تو مسلمانوں نے اس امر کو غنیمت اور اپنی خوش نصیبی کا باعث سمجھا ہے کہ تمامہ ان کے درمیان موجود ہے اور اُن کے ساتھ متفق الرائے ہے اور اُنہوں نے اس تجویز کا انصرام اُس کے سُپرد کیا ہے۔ صرف تمامہ کا نام سینکڑوں آدمیوں کو دہشت زدہ کر دینے کو کافی ہے۔ اور جب میرے قبیلے کے ہزار سوار اُس کے ساتھ ہوں گے تو ہزاروں کی جمعیت کو بھی اُس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی"۔

عبدالرحمٰن "میں سردار تمامہ کی اس تعریف کو سُننے سے نہایت خوش ہوا ہوں اور اُس کو آپ کی تجویز کی کامیابی کے متعلق ایک فال نیک تصوّر کرتا ہوں۔ اور اس سب کارروائی کو آپ کے تجربہ کار ہاتھوں میں چھوڑتا ہوں"۔

وہب "تو آپ اب آرام فرمائیں۔ ہم آپس میں صلاح و مشورت کر کے تمام مدارج کا فیصلہ کر لیں گے۔ اور پھر آپ کی خدمت میں عرض کر دیں گے"۔

عبدالرحمٰن اُٹھ کھڑا ہوا بدر بھی اُس کے ساتھ اُٹھا۔ اور تینوں سفیر باوجود عبدالرحمٰن کے اُن کو باصرار روکنے کے اُس کے کمرہ کے دروازہ تک تعظیماً اُس کے ساتھ گئے اور اُس کو وہاں پوہنچا کر واپس چلے آئے۔ بدر کے دل میں اس تمام سرگذشت کے عرصہ میں جو خیالات گذرے تھے اُن کے بیان کرنے کی کوشش کے مقابلہ میں اُن کا تصوّر کر لینا بہتر ہوگا۔ جب عبدالرحمٰن اور وہ تنہا رہ گئے تو اُس نے اپنی ضبط کی ہوئی فرط مسرت کا اظہار اس طرح کیا کہ عبدالرحمٰن کے پاؤں پر گر پڑا اور ایک بچے کی طرح

رونے لگ گیا۔ عبدالرحمٰن کی آنکھوں میں بھی اپنے اس غمخوار ساتھی کی وفاشعاری کے تصوّر سے آنسو بھر آئے۔ بدر کے سر کو پکڑ کر اُس نے اُٹھایا اور اُس کا مونہہ چوم لیا اور اُس وقت چند الفاظ اُس کے مونہہ سے نکلے جن کا مضمون یہہ تھا کہ۔ ع

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

ساتواں باب

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مورخ کانڈے لکھتا ہے[1]۔ کہ اُس وقت (جب عبدالرحمٰن روانگی کی تیاریاں کر رہا تھا) امیر یوسف الفہری نے عامر بن عمرو کو شکست دے کر سارا گوسا تک اُس کا تعاقب کیا تھا۔ عامر اور اُس کا باپ البدری وہاں محصور ہو بیٹھے تھے اور یوسف نے بہت سختی سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ محصورین نے چند بار قلعہ سے نکل کر حملہ کیا مگر ناکامی سے پس پا ہو جانا پڑا۔ فوج کے سپاہیوں اور شہر کی آبادی کے مصارف خوراک نے ذخایر فراہم شدہ کو بہت جلد ختم کر دیا۔ اور محاصرین نہایت شدت سے اس امر کی احتیاط کرتے تھے کہ کوئی چیز باہر سے اندر نہ جانے پائے

[1] تاریخ کانڈے جلد اول صفحہ ۱۸۰

البدری اب روز بروز بہت مایوسانہ چھاپے مارنے لگے اور عامر بن عمرو کے بعض ہمراہیوں نے فاقوں کی تکالیف اور اُن مصائب سے جو وہ برداشت کر رہے تھے تنگ آکر یوسف الفہری کے ساتھ درپردہ گفت و گوی مصالحت شروع کر دی۔ اس نامہ و پیام کا انجام یہہ ہوا کہ سارا گوسا اُس کے اور اُس کے جنرلوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ یوسف نے عامر بن عمرو البدری کو اُس کے بیٹے واہب بن عامر اور اُس کے وزیر الحبیب زہری کو پابزنجیر کرکے زندان میں ڈال دیا۔ پھر شہر کی حالت درست کرکے اور اسکی آئندہ حکومت کا انتظام کرکے امیر یوسف طلیطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور تینوں قیدیوں کے پاؤں میں زنجیر ڈالے ہوئے اور اونٹوں کی پشت پر باندھے ہوئے اُن کو ساتھ لے گیا۔ جب یوسف الفہری طلیطلہ کے علاقہ میں داخل ہوا تو اُس نے اُس حصہ فوج کو جو علاقہ جات بیرونی سے آئی تھی رخصت کر دیا اور خود صرف چند سرداران فوج کو ہمراہ لئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ وہاں اُس نے صرف چند روز قیام کیا اور پھر قرطبہ کی جانب روانہ ہوا۔

" امیر ایک روز طلیطلہ سے کوئی پچاس میل کے فاصلہ پر وادی وورا میں اپنے لشکر کے ساتھ آرام کر رہا تھا۔ اُس کے آدمی دوپہر کا کھانا تیار کر رہے تھے اور قیدی بھی سپاہیوں کے پہرہ میں روٹی کھا رہے تھے کہ دفعتاً یوسف الفہری کا دوست صمیل بن حاتم بہت گھبرایا ہوا اور تھکا ماندہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے بہت دور و دراز کا سفر بہت تیزی کے ساتھ طے کیا ہے۔ اُس کے خیمہ میں داخل ہوا اور ایک خط امیر کے سامنے پیش کرکے اُس کو کہا کہ لو اس کو پڑھو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں کس قدر اہم کام کے واسطے آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ یہہ ایک ایسے شخص کی تحریر

ہے جس پر مجھ کو کامل اعتماد ہے۔ یوسف نے اُس تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ ختم کر چکا تو صمیل نے پھر اُس کو خطاب کر کے کہا کہ میرے صاحب۔ آپ کی سلطنت کے خاتمہ کا وقت آن پونہچا ہے کیوں کہ جو شخص آپ سے مُلک اور حکومت کو چھین لینے والا ہے وہ اس مُلک کو روانہ ہو چکا ہے۔ ہماری قسمت میں اسی طرح جانیں دینا لکھا ہے جس طرح کہ سلیمان بن شہیب اور اور بہت سے نامور مسلمانوں کو دینی پڑی تھیں۔ پس اب آپ کے واسطے کوئی موقع توقف کرنے کا نہیں ہے۔ پہلے تو عامر العبدری اور اُس کے بیٹے کو قتل کر دینا چاہئیے اور پھر ان نمک حرام اور خاین شیخوں کو سزا دینی چاہئیے جو آپ کا جانشین تلاش کرنے گئے ہیں اور جو عنقریب پونہچ جانے والا ہے۔ اُن کو اور ان کو جو ہمارے قابو میں ہیں فوراً مروا ڈالنا چاہئیے۔ گو ان قیدیوں سے اس وقت ہم کو کسی دشمنی کا اندیشہ نہیں ہے مگر ان نام ونمود سے پھر کسی برائی کے پیش آنے کا خوف ہو سکتا ہے:

"یوسف اور صمیل اس تحریر کے مضمون کے متعلق ابھی باہم گفت وگو کر رہے تھے کہ قرطبہ سے ایک اور قاصد آ پونہچا۔ اُس نے بھی بہت تیزی سے سفر کیا تھا اور جو خبر وہ لایا تھا اُس نے یوسف کے ہمراہیوں کو بہت پریشان کر دیا تھا۔ اس قاصد کو یوسف کے بیٹے عبدالرحمٰن نے روانہ کیا تھا۔ اُس نے عبدالرحمٰن کا عریضہ امیر کو دیا۔ اس میں درج تھا کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی اولاد سے ایک قریشی نوجوان شہزادہ جس کا نام عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے ہسپانیہ میں داخل ہونے کے واسطے عبور دریا سے شور کر رہا ہے۔ ان خبروں سے جو میرے پاس پونہچی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ البیرا کے قریب خشکی پر اُترنے والا ہے۔

اور بنی امیہ کی ایک بڑی وسیع اور طاقت ور جماعت نے اُس کو مدعو کیا ہے اور اُن کے ساتھ عرب۔ شام اور مصر کے سب سے بڑے نامور شیخوں کے قبائل شامل ہو گئے ہیں اور بربری بھی اُن کی مدد پر آمادہ ہیں۔"

جب یوسف نے اس تحریر کو بھی پڑھ لیا تو تھوڑی دیر تک وہ سخت بدحواس رہا مگر کچھ دیر کے بعد وہ غصّہ سے کانپتا ہوا اور ایک سانپ کی طرح جس پر کسی نے پاؤں رکھ دیا ہو پیچ و تاب کھاتا ہوا اُٹھا اور اسی قہر و غضب کی حالت میں اُس نے حکم دیا کہ اُس کے تینوں قیدیوں عامر اور اُس کے بیٹے واہب اور وزیر الحبیب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ شاید یوسف کی اسی بیرحمی نے اُس کی قسمت کو اُس کے برخلاف کر دیا اور معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ اسی لمحہ سے خوش قسمتی اُس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اور اُس کے اُس خوش نصیب رقیب کے جھنڈوں پر جا بیٹھی۔ جو اس وقت آبنائے کو عبور کر رہا تھا۔[1]

اس کے بعد مورخ کانڈے عبدالرحمن کے ہسپانیہ میں داخل ہونے کی کیفیت کو اس طرح پر بیان کرتا ہے کہ "عبدالرحمن بن معاویہ المنقعب پر اُترا۔ قبیلہ زناتیں کے ایک ہزار سوار اس کے ہمراہ تھے۔ اندلس کے شیخوں کے سردار اس مقام پر اُس کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے اور جوں ہی اُس نے زمین پر قدم رکھا سب نے اُس کی بیعت کی قسم کھائی اور ہر ایک نے اُس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ ان کے علاوہ جو لوگ نہایت کثیر تعداد میں وہاں جمع ہو گئے تھے انہوں نے اپنے نوکیلے ہیں کہ شاہزادے

---

[1] صفحہ ۷۳

کو دیکھ کر نعرہ ہائے شادی بلند کئے اور بآواز بلند کہا کہ خدا عبدالرحمٰن بن معاویہ شاہ ہسپانیہ کا اقبال بلند کرے۔

تمام جنوبی ملک میں ان باتوں کی شہرت ہوگئی اور چند روز کے عرصہ میں ہسپانیہ کے مسلمان قبائل کے معزز سردار شہزادہ کے استقبال کے واسطے جمع ہوگئے۔ ان میں جو نوجوان تھے وہ بالخصوص اُس کی طرفداری میں نہائیت پرجوش اور سرگرم تھے۔ سب نے اُس کی وفادار رعایا ہونے کا اقرار کیا۔ اور بہتوں نے اُس کی ملازمت میں داخل ہوجانے کی اُسیوقت اجازت طلب کی۔

عبدالرحمٰن خود اُس وقت ایک تروتازہ گل شباب تھا۔ اُس کی وضع نہائیت دل کش تھی۔ صورت پاکیزہ اور حسین تھی اُس کا رنگ صاف جس میں سفیدی اور سُرخی ملی ہوئی تھیں۔ اُس کی آنکھیں بڑی بڑی نہائیت روشن نیلگونی کے ساتھ آفتاب کی طرح چمکتی تھیں۔ اُس کے چہرہ سے اخلاص اور رعب شاہی دونوں عیاں ہو رہے تھے۔ قد متوسط اور جسم سڈول تھا۔ الغرض اُس کی شکل وصورت کے حسن اور دلفریب انداز نے اُس طمانیت اور خوشی کو اور بھی بڑھا دیا جو عبدالرحمٰن کے آنے پر ظاہر کی گئی تھی۔ ہر ایک شخص کی زبان پر اُس کی مدح وثنا تھی اور اُس کی جو قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئی اُس کا اندازہ اس عام خواہش سے ہوسکتا ہے جو لوگوں نے اُس کی ملازمت میں داخل ہونے اور اُس کی خدمت کرنے کی ظاہر کی۔ چند ہی روز گذرنے پائے تھے کہ علاوہ ان شیخوں کے جو عبدالرحمٰن کے ہمراہ آرہے تھے علاقہ جات البیرا۔ المیریا۔ ملاگا۔ شیریز۔ آرکوس اور سدونیا سے بیس ہزار آدمی اور اُس کے ہمراہ جمع

ہو گئے۔ جب وہ سول کے قریب پونہچا تو تمام باشندگان شہر اُس کے استقبال کے واسطے نکل آئے اور ایک عام متفقہ خوشنودی کے ساتھ اُس کی امارت کا اعلان کیا گیا اور علاوہ اس کے اور بہت سے شہروں سے ان کے سفیروں نے آکر اظہار کیا کہ وہ خدمت اور وفادارانہ اطاعت پر آمادہ ہیں "

عبدالرحمٰن کے ہسپانیہ میں داخل ہونے میں اُس کے بلانے والوں اور اُس کے لانے والوں کی توقع اور تجویز کے مطابق اُن کو پوری کامیابی ہو گئی۔ پہلے شاکر ہسپانیہ میں پونہچا اور اُس نے بہت اخفا کے ساتھ سرگرمان قبائل کو عبدالرحمٰن کی آمد کی اطلاع دینی شروع کی۔ پھر تمامہ بن علقمہ نے ہزار سواروں کے ساتھ سمندر عبور کیا۔ اُس وقت عبدالرحمٰن کے ہواخواہوں کی اخفا کی کوششوں کے باوجود صمیل اور عبدالرحمٰن بن یوسف کو جو قرطبہ میں تھا اس واقعہ کی اطلاع مل گئی۔ مگر یوسف الفہری کو اس کی اطلاع ایسے وقت ملی جب وہ اپنی تمام فوج کو جس کی معیت سے عامر کے ساتھ جنگ کر رہا تھا رخصت کر چکا تھا۔ اور اب پھر فوج کو فراہم کئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا اُس نے تمام اطراف میں فوج کے جمع ہونے کے واسطے احکام روانہ کئے۔ اور خود طلیطلہ اور قرطبہ کے درمیان اُس کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں عبدالرحمٰن اور بدر اور وہب سب کے کمکا آبنائے کو عبور کر کے ہسپانیہ میں داخل ہو گئے۔ اور جو کیفیت اُن کے استقبال کی گذری وہ مورخ کانٹے کے الفاظ میں بیان ہو چکی ہے۔

سول میں جب عبدالرحمٰن پونہچ گیا اور اس شہر کے باشندوں نے بہت اظہار صدق اور جوش کے ساتھ اُس کی اطاعت قبول کر لی تو آئندہ کے متعلق اُس کی اُمیدیں بہت کچھ قوی ہو گئیں۔ رات کو بڑے بڑے قبائل

کے منتخب سرداران کا ایک جلسہ اس غرض سے ہوا کہ آئندہ نقل و حرکت کی کیا تجویز کرنی چاہیئے۔ سب سے پہلے تمامہ بن علقمہ جو سب میں برگزیدہ سردار تھا بولا کہ" اے برادران۔ ہم کو خوش ہونا چاہیئے اور خداوند کریم کا شکر کرنا چاہیئے کہ یہاں تک ہم کو اپنی تجویز میں پوری کامیابی ہوئی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ اگر اس معاملہ میں آپ نے اتفاق اور استقلال ظاہر کیا تو آئندہ بھی ہم کو کامیابی نصیب ہوگی۔ ہم یہہ اُمید کرتے تھے کہ ہمارے امیر عبدالرحمٰن کے یہاں پہنچنے تک یوسف الفہری اور عامر بن عمرو آپس میں لڑ رہے ہوں گے اور ہماری کامیابی کا راستہ صاف اور کام سہل ہوگا۔ مگر یوسف الفہری عامر پر غالب آچکا ہے البتہ یہہ امر ہماری خوش نصیبی کا ہے کہ اُس کو ہماری اس تجویز کی اطلاع ایسے وقت میں ملی ہے کہ وہ فوج کو رخصت دے چکا ہے اب پھر اُس کو فوج کے فراہم کرنے میں بہت سا وقت صرف ہوگا۔ یہہ موقع ہم کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور یہہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ قرطبہ میں اس وقت یوسف کا بیٹا عبدالرحمٰن تنہا ہے اور اگر ہم یوسف کے فوج جمع کر لینے سے پہلے قرطبہ پر حملہ کریں تو دشمن کی طاقت اس قدر نہ ہوگی جتنی یوسف اور صمیل کے وہاں پہنچ جانے کے بعد ہو جائے گی۔ پس میری یہہ رائے ہے کہ فوراً قرطبہ کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے"

تمامہ کی اس تجویز کی سب حاضرین نے تائید کی اور یہہ قرار پایا کہ صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد قرطبہ کی جانب کوچ کیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن اپنے مجمع ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بہت تزک و احتشام سے اگلی صبح کو سول سے روانہ ہوا اور بہت تیزی کے ساتھ سفر کرنا شروع کیا۔ یوسف کے بیٹے عبدالرحمٰن کو بھی خبریں برابر پہنچ رہی تھیں اور عبدالرحمٰن کے

ہمراہیوں کو وہ محض ایک بھیڑ سمجھتا تھا اور اپنی باقاعدہ فوج پر اُس کو بہت گھمنڈ تھا۔ عبدالرحمٰن کے قرطبہ کی جانب روانہ ہونے کی خبر سُننے پر اُس نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور ایک جرار لشکر لے کر عبدالرحمٰن کے مقابلہ کے واسطے آ پہنچا۔ ایک وسیع میدان میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا اور اگلی صبح کو ایک دوسرے سے لڑنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ تمامہ بن علقمہ اگرچہ تمام ہسپانیہ میں سب سے بڑا قابل اور جنگ آزمودہ سردار تھا مگر وہ اس سب سے پہلے موقع جنگ پر جو عبدالرحمٰن کو پیش آیا تھا اپنے نئے امیر کی جنگی قابلیت اور ہمت کو دیکھنا چاہتا تھا۔ پس جب عبدالرحمٰن نے اُس کو آراستگی فوج کے واسطے کہا تو اُس نے بہ ظاہر تعظیماً یہہ کہا کہ آراستگی فوج خود جناب امیر ہی کریں۔

عبدالرحمٰن بھی جانتا تھا کہ اُس کو اس ملک میں سب سے پہلے ایک عرصہ تک تلوار سے کام لینا ہے اور یہہ موقع اس کی جنگی لیاقت کے امتحان کا ہے۔ اُس کے ساتھ دس ہزار سوار تھے اُن میں سے چار ہزار کو اُس نے تمامہ بن علقمہ کی ماتحتی میں میمنہ میں کھڑا کیا۔ اور چار ہزار سوار بدر کے زیر حکم میسرہ میں جمائے اور خود دو ہزار سوار لے کر قلب میں کھڑا ہوا۔ فوج کو اُس نے نیم دایرہ کی شکل میں مرتب کیا اور جب دشمن کو تیار دیکھا تو میمنہ اور میسرہ کی فوج کو جنگ کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے حصہ فوج کے ساتھ بے حس و حرکت کھڑا ہوا جنگ کو دیکھتا رہا۔ کوئی دو گھنٹہ تک وہ اسی طرح کھڑا رہا حتی کہ اُس کے سپاہی اُس کی نسبت بزدلی کا گمان کرنے لگے۔ مگر وہ عقاب کی آنکھوں کے ساتھ کیفیت جنگ کو دیکھ رہا تھا۔ جب لڑائی عام ہو گئی تو اُس نے اپنے دو ہزار سواروں کو جن میں ایک ہزار زناتینی تھے جو افریقہ سے اُس کے ساتھ آئے تھے اپنی ننگی تلوار سے اشارہ کر کے حملہ

کرنے کا حکم دیا اور اس قدر تیزی اور زور سے حملہ کیا کہ دشمن کے جس حصّہ فوج پر جا پڑا اُن کو اپنے نیزوں کی نوکوں پر اُٹھا لیا اور اُن کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ اس اکھڑی ہوئی فوج کا اثر پچھلی صفوں پر پڑا اور ایک عام درہمی پیدا ہوگئی۔ یوسف کے بیٹے عبدالرحمٰن نے فوج کو سنبھالنے کی بہتیری کوشش کی مگر اُس کا قلب لشکر عبدالرحمٰن کے ہلّہ کے سامنے برابر اکھڑا ہوا جا رہا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر عبدالرحمٰن کے میمنہ اور میسرہ کی فوج کا بھی دل بڑھ گیا اور مخالف فوج میں مایوسی اور ابتری پیدا ہوگئی اور اُنہوں نے اپنی سلامتی بھاگنے میں سمجھی۔ دوپہر سے پہلے میدان جنگ میں یا تو مقتولین کی لاشیں باقی تھیں اور یا دشمن کا ہر قسم کا سامان۔ اور دشمن کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔

ثمامہ بن علقمہ اور عبدالرحمٰن کے ہر ایک ہمراہی سردار اور سپاہی کے دل میں اُس کی قابلیت جنگ اور شجاعت کا ایسا سکہ بیٹھ گیا کہ ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہو رہے تھے۔ اُن کو یقین ہوگیا کہ اُن کا نیا امیر ہر ایک صفت سے موصوف اور ساتھ ہی اقبال مند ہے۔

عبدالرحمٰن نے پہلے زخمیوں کو آرام کی جگہ پہنچانے اور اُن کا علاج کرانے کا بندوبست کیا اور اُس میں دشمن اور دوست میں کوئی تمیز نہیں کی گئی۔ اسی طرح اپنے اور دشمن کے مقتولین کو یکساں حرمت کے ساتھ دفن کرایا۔

یوسف کے بیٹے عبدالرحمٰن نے میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد قرطبہ پہنچ کر ہی دم لیا۔ اور وہاں محصور ہو بیٹھنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ عبدالرحمٰن بھی اُس کے نقش قدم پر بہت عجلت کے ساتھ قرطبہ پہنچا۔ اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایک اعلان اس مضمون کا شائع کر دیا گیا کہ امیر

عبدالرحمن خلفائے بنی امیہ کی اولاد میں سے ہونے کے باعث اصلی وارث تاج و تخت ملک ہسپانیہ ہے اور وہ باشندگان ملک کو ان مصائب اور مظالم سے نجات دلانے کی غرض سے آیا ہے جس میں وہ سابق حکام کے زمانہ میں مبتلا رہے ہیں - امیر یوسف الفہری اب محض ایک غاصب ہے اور امیر عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں اس کا ادعائے حکومت جھوٹا ہے - اگر لوگ امیر کی اطاعت کر لینے میں دوسرے شہروں کے لوگوں کی مثال کی پیروی کریں گے اور یوسف کی حمایت سے باز رہیں گے تو تھوڑے سے ہی عرصہ بعد وہ حقدار امیر کے زیر فرمان ملک میں امن و امان اور عدل و انصاف کا دور دورہ پائیں گے[1]

عبدالرحمٰن کی اس پہلی فتح کی خبر نے یوسف الفہری کے رہے سہے حواس بھی کھو دیئے - اس نے صمیل بن حاتم کے ساتھ مشورہ کیا اور دونوں نے مل کر یہہ فیصلہ کیا کہ اس سے زیادہ انتظار کرنے میں نقصان ہے جو فوج جمع ہو چکی ہے اسی کو ہمراہ لے کر فوراً قرطبہ کی طرف کوچ کیا جائے - اور عبدالرحمٰن کی فوج پر ایک طرف سے یہہ حملہ آور ہوں اور دوسری طرف سے قرطبہ کی فوج شہر سے نکل کر حملہ کرے اور عبدالرحمٰن کے لشکر کو دونوں فوجوں کے درمیان کچل دیا جائے - یہہ ارادہ کر کے یوسف اور صمیل نے سوار اور پیادوں کی بیس ہزار فوج کے ساتھ قرطبہ کی طرف کوچ کیا -

عبدالرحمٰن کو جب دشمن کے اس ارادہ اور حرکت کی خبر ملی تو وہ ایک ایسی چال چلا جس نے یوسف کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا اس کے پاس اس وقت بیس ہزار فوج موجود تھی - دس ہزار تو اس نے ثمامہ بن علقمہ کے ماتحت قرطبہ کا محاصرہ قائم رکھنے کی غرض سے چھوڑی اور باقی دس ہزار

---

[1] کانڈے صفحہ ۱۷۵ -

فوج کو اپنے ساتھ لے کر یوسف کا مقابلہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا۔ یوسف کو قرطبہ کے نزدیک پہنچنے کا موقع دینا وہ اپنے حق میں مضر سمجھتا تھا۔ یوسف کی فوج کی کثیر تعداد کی اسکو اطلاع مل چکی تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یوسف اور صمیل نبرد آزمودہ سپہ سالار ہیں مگر ان کی ہمت اور شجاعت پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ان قسمت آزمائی کی چالوں میں وہ سست قدمی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئیں تو ان کی ہراول [illegible] میں کچھ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوئیں اور عبدالرحمٰن کو اس اثنا میں [illegible] ہونے سے پہلے اس سرزمین کی کیفیت کا جہاں پر وہ لڑائی ہونے والی تھی اندازہ کرنے کا موقع مل گیا[1]

مقام مسارہ پر دونوں فوجوں کا باہم مقابلہ ہوا۔ یوسف نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے حصۂ اول کو اپنے زیر حکم لیا اور حصۂ دوم صمیل کے ماتحت کر دیا۔ سواروں کی فوج کو آگے کھڑا کیا اور پیادوں کو ان کے عقب میں صف بستہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی فوج کی ترتیب اسی ڈھنگ پر کی جس طرح کہ اس نے پہلی لڑائی میں کی تھی۔ میمنہ کو [illegible] کے سپرد کیا اور میسرہ پر حسام بن عبدالملک کو مقرر کیا اور خود قلب میں فوج لے کر کھڑا ہوا۔ اس لڑائی کا ڈھنگ بھی وہی ہوا جو پہلی لڑائی کا تھا جب عبدالرحمٰن کے باموقع حملہ کرنے پر دشمن کے سواروں کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ نکلے تو بقول مورخ کانڈے کے "یوسف کی پیادہ فوج کو خود اس کے سواروں کی فوج نے اپنے گھوڑوں کے پاؤں میں

---

[1] کانڈے صفحہ ۱۷۶۔ [2] کانڈے اس مقام پر دونوں فریق کے شگونوں کا ایک ایک لمبا ذکر لکھتا ہے۔

روند ڈالا اور دوپہر سے پہلے الفہری نے اپنی تمام فوج کو نہایت ابتری
کی حالت میں کامل فرار کرتے ہوئے پایا جو اپنے ہمراہیوں کی لاشوں اور
اپنے امتعہ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر سخت سراسیمگی کی حالت میں ہر طرف
بھاگے جا رہے تھے۔ دونوں جنرل یوسف اور صمیل دو مختلف سڑکوں سے
ان بھگوڑوں کے ساتھ گئے اور اس طرح جنگ مسارہ کا خاتمہ ہو گیا[1]
عبدالرحمٰن کی پہلی فتح کی نسبت کہا جا سکتا تھا کہ اس میں تمامہ بن علقمہ
کی قابلیت جنگ کو کوئی دخل ہو مگر اس دوسری فتح نے ثابت کر دیا
کہ وہ خود ایک بے مثل سپہ سالار ہے۔ اور اس کے حامیوں کے دلوں
میں اس کی عظمت کا ایک گہرا نقش بیٹھ گیا۔
عبدالرحمٰن قرطبہ کو واپس آیا سب طرف سے اس کو مبارک بادیں
ملیں۔ یوسف کے بیٹے عبدالرحمٰن کے طرف داروں نے محصورین کو
یوسف کی فرضی فتوحات کی کہانیاں سنا کر ان کے دل بڑھانے کی
کوششیں کیں لیکن یوسف کی شکست اور عبدالرحمٰن کی فتح کی اصلیت کب
تک مخفی رہ سکتی تھی۔ اہل قرطبہ نے عبدالرحمٰن کو امیر کی اطاعت کر لینے کی
صلاح دی چند روز تک تو وہ ان کو امداد پہنچنے کی امیدوں سے ٹالتا
رہا مگر جب آخر ان لوگوں نے دیکھا کہ کمک کی تمام امیدیں فضول ہیں انہوں نے
خود امیر عبدالرحمٰن سے صلح کی گفت و کو شروع کر دی اور اس شرط پر شہر
حوالہ کر دینے پر رضامندی ظاہر کی کہ عبدالرحمٰن بن یوسف کو مع ان لوگوں
کے جو اس کے ہمراہ جانا چاہیں شرقی دروازہ سے نکل جانے دیا جائے اور
غربی دروازہ سے امیر شہر میں داخل ہوں۔ عبدالرحمٰن نے ان شرائط کو
منظور کر لیا۔ اور بغیر کسی غل و غش کے ان کی تعمیل ہو گئی۔ عبدالرحمٰن شہر میں داخل

[1] کانڈے صفحہ ۱۷۷۔

ہونے کے بعد صرف چند روز تک وہاں مقیم رہا۔ اہل قرطبہ نے اُس کی اطاعت کی قسمیں کھائیں۔ امیر نے حسام بن عبدالملک کو والی قرطبہ مقرر کیا۔ اور خود دشمنوں کا تعاقب کرنے کے واسطے مریدا کی طرف روانہ ہوگیا۔

یوسف الفہری نے اس وقت مریدا میں بیس ہزار فوج جمع کر لی تھی۔ جب اُس نے یہہ خبر سُنی کہ امیر عبدالرحمٰن قرطبہ کو خالی چھوڑ کر چلا آیا ہے تو اُس نے فوج کے دو حصے کئے۔ نصف اپنے ساتھ لی اور نصف صمیل کے سپرد کی اور دونوں دو مختلف راستوں سے قرطبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اپنی حرکات کو چھپانے کی غرض سے بجائے دن کے راتوں کو سفر کرنا اختیار کیا۔ وہ اپنی اس کوشش اور تدبیر میں کامیاب ہوئے اور عبدالرحمٰن کو خبر ہوئے بغیر قرطبہ پہنچ گئے۔ قرطبہ میں کوئی فوج موجود نہیں تھی اس وجہ سے حسام بن عبدالملک کو حصن مدور کی طرف جو علاقہ غرناطہ میں ایک قلعہ تھا بھاگ جانا پڑا۔ عبدالرحمٰن کو اس خبر کے سُننے سے بہت رنج گذرا مگر اس کے سُنتے ہی وہ قرطبہ کو لوٹا تاکہ یوسف کو قرطبہ کی قلعہ بندیوں کو مضبوط کر لینے کا موقع نہ ملے۔ یوسف درحقیقت قرطبہ کو اس غرض سے آیا تھا کہ عبدالرحمٰن کے حمایتی شیخوں اور سرداروں سے عبدالرحمٰن کی طرفداری کرنے کا بدلا لے اور اُن کو سخت سزائیں دے۔ مگر چونکہ ان سرکردہ شیخوں میں سے وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا جب اُس نے عبدالرحمٰن کے واپس آنے کی خبریں سُنیں تو وہ خود بخود قرطبہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

عبدالرحمٰن کو قرطبہ پہونچنے پر جب ان حالات کی اطلاع ملی تو بغیر دم لینے کے اس نے یوسف کے نقش قدم پر اس کا تعاقب کرنا شروع

کیا لیکن اس کے پونہچنے سے پہلے یوسف اور صمیل نے اپنی اپنی فوجوں کا اتحاد کرلیا تھا اور لڑائی کے واسطے تیار تھے ۔ عبدالرحمٰن نے قریب پونہچ کر بہ مشکل ایک دن بھر اپنی فوج کو آرام کرنے دیا اور جنگ کرنے پر آمادہ ہوگیا ۔ اس لڑائی میں اُس نے سابقہ ترتیب کو ترک کرکے خود بذاتہ فوج سواران کی سرکردگی میں حملہ آور ہوا اور اس قدر تندی تیزی اور استقلال کے ساتھ جنگ کیا کہ دوست اور دشمن سب اس پر حیران تھے یوسف اور صمیل کی اُمیدوں کا بھی یہہ آخری موقع تھا ۔ دونوں سردار ایسی شجاعت اور بہادری سے لڑے جیسے کہ وہ اکثر اپنی کامیابی کے ایّام میں لڑ چکے تھے ۔ مگر اب وہ اپنے جیسے انسان دشمنوں سے نہیں لڑ رہے تھے بل کہ اپنی تقدیر کے ساتھ جنگ کر رہے تھے ۔ صبح سے قریب غروب آفتاب تک سخت معرکہ کی لڑائی ہوئی اور آخرکار لڑائی کا فیصلہ عبدالرحمٰن کے حق میں ہوا اور دشمن میدان جنگ کو اُس کے ہاتھوں میں چھوڑ کر اویرا کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے ۔

پہاڑوں میں چند روز آوارہ پھرنے کے بعد صمیل نے یوسف کو صلاح کہ عبدالرحمٰن کی اقبال مندی کا مقابلہ کرنا اپنا سر پتھروں سے ٹھکرانا ہے خیر اس میں ہے کہ اب اس سے معافی طلب کرلی جائے ۔ چنانچہ اُنکے معافی مانگنے پر عبدالرحمٰن نے اُن کو معاف کردیا ۔ مگر جب تک وہ زندہ رہے ہمیشہ بغاوتیں کرتے کراتے رہے ۔ اُن کے بعد یوسف کے بیٹے قاسم اور ایک رشتہ دار ہشام نے اطراف مُلک میں بدامنی قائم رکھی اور آخرکار عبدالرحمٰن اور ہسپانیہ پر ایک عظیم مصیبت سر لے آنے کا باعث ہوئے جس کا ذکر آیندہ باب میں ہوگا ۔ مگر عبدالرحمٰن کے آفتاب اقبال کی روشنی کو کوئی ابر زیادہ دیر کے واسطے چھپا نہ سکا اور اُس پر

رحمت روشنی سے آخر کار سپانیہ کی سرزمین کا چپہ چپہ منور ہو گیا -

---

آٹھواں باب

یہہ عبدالرحمٰن ہے یا جعفر

عبدالرحمٰن کو جب کچھہ امن نصیب ہوا اور اپنے ذاتی امور کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملا تو سب سے پہلا کام جو اُس نے کیا وہ یہہ تھا کہ اُس نے اپنے ایک رفیق معاویہ بن صالح کو شام کی طرف روانہ کیا کہ وہ دمشق سے اُس کی والدہ ہمشیرہ کو اور اُن لوگوں کو جو خلفائے بنی امیہ کے دیرینہ خیر خواہ ہونے کے باعث اب عباسیوں کے ہاتھوں سے ذلیل و خوار ہو چکے تھے اور اور جو بنی امیہ سے خلوص اور محبت رکھتے تھے اپنے ہمراہ لے آئے - بستی مکناسہ کی اُس ننھی سی حسین حوارہ کو وہ کبھی اپنے دل سے نہیں بھلا سکا تھا - اور جب اُس کا دل ترددات یا مصروفیات سے خالی ہوتا تھا تو اُسی کے تصورات کا شغل رہتا تھا - وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ اُس کی نسبت وہ کیا تدابیر اختیار کرے - کیوں کر اُس کو بتلائے کہ اُس کا جعفر اب عبدالرحمٰن پادشاہ سپانیہ ہے اور اپنے وقت کا ایک حصہ اُس کی یاد میں بسر کرتا ہے اور اُس کی خوشی کا جام اُس وقت تک پُر نہ ہو گا جب تک کہ وہ اُس کے رنج و راحت کی شریک

نہ بنے گی۔ کبھی تو اُس کے دل میں یہہ خیال آتا تھا کہ اپنے ماموں عبد اللہ کی وساطت سے نعیم کے ساتھ سلسلہ جنبانی کرے اور کبھی یہہ کہ بدر کو اپنے راز سے آگاہ کرے اور اُس کو براہ راست نعیم کے پاس بھیجے مگر اس معاملہ میں وہ بہت حزم و احتیاط سے کام لینا چاہتا تھا کیوں کہ اُس کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے اس کی اس عزت اور عظمت کو جو اُس نے لوگوں کی نظروں میں قائم کرلی تھی کسی قسم کا نقصان پہونچ جائے۔ ایک دو دفعہ اُس نے تنہائی میں بدر سے ذکر کیا کہ وہ نعیم اور اُس کے کنبہ کے لوگوں کا احوال دریافت کرنا چاہتا ہے اور بدر کو اس غرض سے اُس طرف بھیجنا چاہتا ہے مگر بدر نے ہر دفعہ یہہ عرض کیا کہ فتوحات مُلک کے مکمل ہو جانے اور مُلک میں اچھی طرح امن و امان قائم ہو جانے تک انتظار کیا جائے۔ اور عبدالرحمٰن کو چار و ناچار انتظار کرنا پڑا۔

جب معاویہ بن صالح عبدالرحمٰن کی ہدایت کے مطابق ہسپانیہ سے شام کو جا رہا تھا تو اُس سے چند روز پیشتر ایک شخص نعمان اسی مُلک سے بغداد کو روانہ ہو چکا تھا۔ اس شخص کو طلیطلہ اور اُس کی نواح کے اُن لوگوں نے جو ایک پُرامن حکومت سے رضامند نہیں ہوتے تھے اور مفسدہ اور بغاوت کو کھڑا رکھنے سے اپنے واسطے کسی پُرمنفعت انقلاب کے پیدا کر دینے کی اُمیدیں باندھے رکھتے تھے اور جن کا سرکردہ ہشام الفہری تھا عباسی خلیفہ جعفر کے پاس جو سفاح کے بعد اُس کا جانشین ہوا تھا اپنی طرف سے یہہ پیغام دے کر روانہ کیا تھا کہ جس طرح خلافت مشرق اور مصر اور افریقہ میں عباسی خلفا بنی امیہ کے جانشین ہوئے ہیں اُسی طرح ہسپانیہ کی سلطنت کے اصلی وارث بھی وہی ہیں اور عبدالرحمٰن اموی ایک غیر مستحق غاصب ہے

جس نے ناجائز طور پر ہسپانیہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ امیر المومنین خلیفہ عباسی کو چاہئیے کہ وہ اپنا حق حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ ایک مضبوط فوج ہسپانیہ کو عبدالرحمٰن سے چھین لینے کے واسطے اس ملک کو روانہ کریں گے تو مسلمانان ہسپانیہ جو عبدالرحمٰن کے ظلم و ستم اور اُس کے غاصبانہ قبضہ سے ناراض ہیں وہ بھی امداد کریں گے اور ملک ہسپانیہ اُس کے اصلی حقداروں کے قبضہ میں آجائے گا۔

خلیفہ جعفر کے پاس جب یہہ پیغام پونچا تو اُس نے اُس کو اپنے دل کی ایک بڑی تمنا پورا ہونے کے واسطے بمنزلہ تائید غیبی کے سمجھا۔ اُس کو پہلے تو بنی امیہ کی اولاد سے عبدالرحمٰن کے زندہ بچ کر نکل جانے کا رنج تھا اور جب سے اُس نے اُس کے ہسپانیہ پر فتح حاصل کر کے ایک علیحدہ خود مختار سلطنت قایم کر لینے کا حال سنا تھا تو اُس کے دل پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ اُس نے فوراً والیان مصر اور افریقیہ و المغرب کو لکھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ایک کثیر فوج اپنے اپنے علاقوں سے جمع کریں اور قیروان بھیج دیں۔ علی بن مغیث والی قیروان کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے علاقہ سے جس قدر فوج جمع کر سکے اُس کو معہ ان افواج کے جو دیگر علاقوں سے اُس کے پاس پونچیں ساتھ لے کر بذات خاص ہسپانیہ پر حملہ کرے اور عبدالرحمٰن سے ہسپانیہ فتح کر کے اور زندہ گرفتار کر کے یا اُس کا سر تن سے جدا کر کے دربار خلافت میں پونچا دے۔ علی بن مغیث کا انتخاب اس مہم کی سرکردگی کے واسطے درست طور پر کیا گیا تھا کیوں کہ تمام والیوں میں سے ایک شخص بھی اس کے برابر شجاع اور بہادر نہیں تھا۔

خلیفہ جعفر کے ان احکام کے پونچنے پر مصر اور تمام افریقیہ میں ایک

طوفان برپا ہوگیا۔ دیگر علاقوں کے والیوں کو اگرچہ اس بات کا رنج تھا کہ علی بن مغیث کو اس مہم کا سپہ سالار مقرر کرنے میں اُن پر کیوں ترجیح دی گئی ہے مگر تاہم ہر ایک ان میں سے اپنے علاقہ کی فراہم کی ہوئی تعداد فوج کی کثرت سے دوسروں پر سبقت لے جانے کی سعی کرنے لگا۔ والی فسطات نے اپنے تمام علاقہ میں یہہ حکم مشتہر کیا کہ ہر ایک شہر قریہ۔ دیہہ اور بستی میں سے پندرہ برس سے کم عمر کے لڑکوں اور ستر سال سے زیادہ کے بوڑھوں اور عورتوں کے سوائے ہر ایک شخص کو اس مہم میں فوجی خدمت بجا لانے کے واسطے جانا لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص اس حکم کی تعمیل کرنے میں قصور کرے گا تو اُس کی سزا موت ہوگی بسطام بربری اس حکم کی اطلاع پاکر والی فسطات کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ وہ پانچ ہزار بربری بہادر جوان اکیلا فراہم کر لانے کا ذمہ لیتا ہے بشرطیکہ اُن کی سرداری پر اُس کو مقرر کر دیا جائے۔ والی نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کر لیا اور بسطام نہائیت خرم و شادان واپس جا کر بربریوں کے جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اُس کو نہ عباسیوں سے ہم دردی تھی نہ امیر ہسپانیہ سے کوئی دشمنی تھی۔ اس کا مدعا تو یہہ تھا کہ اس غارت اور لوٹ مار کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

بستی کناسہ علاقہ فسطات میں تھی جس طرح اور بستیوں میں والی کا یہہ حکم پونہچا۔ اسی طرح نعیم کے پاس بھی پونہچا۔ نعیم ایک امن پسند اور اپنے بال بچوں میں آسائش کے ساتھ وقت بسر کرنے والا شخص تھا اس کو یہہ حکم بہت ہی ناگوار گذرا اور سخت حزن و ملال کی حالت میں اس خبر کو سنانے کے واسطے اپنے گھر واپس آیا۔ اُس کی بیوی مریم نے اس کو اس طرح سے غم زدہ دیکھ کر فوراً دریافت کیا کہ "خیریت تو ہے"۔

نعیم "والی فسطاط کا حکم پونچا ہے کہ ہسپانیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے جو فوج زیر حکم علی بن مغیث والی قیروان جانے والی ہے اُس کے ساتھ ہم لوگ بھی جائیں یعنی ہر ایک مرد جو پندرہ برس کی عمر سے زیادہ اور ستر سے کم ہوگا اُس کو جانا پڑے گا۔ اس صورت میں مجھ کو اور یونس کو بھی جانا پڑے گا اور مجھ کو یہہ امر نہایت ناگوار ہے۔ میں تم کو اور حوارہ کو یہاں بے پناہ چھوڑ کر جانا برداشت نہیں کرسکتا۔

مریم "کیا اس حکم کے مقابلہ میں کوئی عذر نہیں کیا جاسکتا"

نعیم "اُمید نہیں کہ کوئی عذر سُنا جائے کیونکہ حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا موت مشتہر کی گئی ہے"

مریم "کیا عورتوں کے ساتھ جانے کی کوئی ممانعت ہے"

نعیم "نہیں ممانعت تو کوئی نہیں ہے اکثر لوگ ساتھ لے جانے کی تجویزیں کر رہے ہیں"

مریم "تو اس صورت میں ہم آپ کے ساتھ چلی چلیں گی"

نعیم "یہہ امر بھی خطرہ اور اندیشہ سے خالی نہیں ہے۔ لڑائی کا معاملہ ہے۔ معلوم نہیں اس کا کیا انجام ہو۔ کون مرے اور کون زندہ رہے"

مریم "جو ہماری تقدیر ہے وہ ہماری تدابیر سے تبدیل نہیں ہوسکتی۔ یہاں ہمارے تنہا رہ جانے سے آپ کے ساتھ ہونا بہتر ہے"

جب مریم اور نعیم آپس میں یہہ باتیں کر رہے تھے تو حوارہ جو اندر کمرہ میں تھی ان کے پاس پونچی اور اپنی ماں کا مقولہ سُن کر دریافت کیا کہ "ابا جان کہیں جانے والے ہیں"

مریم نے اُس کو اپنے اور نعیم کی گفت وگو کے مضمون سے اطلاع دی۔ تو حوارہ نے کہا کہ "میں ہرگز یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔"

حقیقت یہہ ہے کہ حوارہ کے دل میں جو اثر عبدالرحمن کی محبت کا پیدا ہوا تھا وہ امتداد زمانہ کے ساتھ محو ہو جانے کی بجاے جوں جوں اُس کی عمر پختہ ہوتی گئی وہ خیال بھی پختہ ہوتا گیا اور اُس نے اُس کو اپنے والدین سے چھپانے کی بھی کوئی کوشش نہ کی۔ جیسے کمسنی میں اُس نے اپنے اس خیال کو صاف طور پر ان پر ظاہر کر دیا تھا اسی طرح اس کے بعد بھی اس نے بارہا اُن کو صفائی سے بتا دیا تھا کہ جعفر کی محبت کا اثر اُس کے دل سے مٹ نہیں سکتا اور وہ سواے جعفر کے اور کسی سے شادی نہیں کرے گی۔ اُس کے والدین کو یہہ خیال تھا کہ ادریس کے جوان ہونے تک جس کے ساتھ اُنہوں نے اس کی نسبت ٹھہرائی ہوئی تھی یہ خیال بس کو وہ اُس کا خبط اور جنون تصور کرتے تھے اُس کے دل سے مٹ جائے گا مگر اُن کی یہہ توقع کبھی پوری نہ ہوئی۔ اب جب اُس نے اپنے والدین کے ساتھ ہسپانیہ کی طرف جانے سے انکار کیا تو اُس کی ماں نے پوچھا کہ "تم کو ہمارے ساتھ جانے میں کیوں تامل ہے۔"

حوارہ - اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے میں جب تک زندہ ہوں جعفر کا اسی گاؤں میں انتظار کروں گی۔ وہ جب کبھی میری تلاش میں آئے گا اسی جگہ آئے گا۔

مریم (بہت آزردہ ہوکر) "بیٹی۔ تمہارا یہہ جنون جاتا نہیں ہے اگر جعفر کو تمہارا کچھ خیال ہوتا تو وہ اتنی مدت میں ضرور تمہاری خبر گیری کے واسطے آتا ہوتا۔ اگر وہ زندہ ہے تو اُس کو تمہارا کوئی خیال مطلق نہیں ہے

اور عرصہ سے تم کو بھول چکا ہے ورنہ وہ زندہ نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں یہہ باتیں محض دیوانہ پن کی باتیں ہیں"۔

حوارہ "تو دیوانہ آدمی کے ساتھ بحث و گفتگو کرنے کا کیا فایدہ ہے تمہاری رائے کچھ ہی ہو میں نہ تو جعفر کے انتظار سے ابھی تھکی ہوں۔ اور نہ اُس کے آنے کی اُمید سے مایوس ہوئی ہوں اور اسی جگہ رہ کر اُس کا راہ دیکھتی رہوں گی"۔

مریم نے دیکھا کہ اس ژولیدہ سر اور ضدی لڑکی سے اس طرح کی بحث سے کچھ فایدہ نہیں ہوگا اُس نے ایک دوسری چال سوچی اور کہا کہ "کیا تم اس بات کو ممکن نہیں سمجھتی ہو کہ یہہ فوج جو جمع ہو رہی ہے جعفر بھی اگر زندہ ہے تو اسی فوج میں موجود ہو اور اس کے ساتھ جانے والا ہو یا یہہ کہ وہ اندلس (ہسپانیہ) میں چلا گیا ہوا ہو۔ ایسی صورت میں اُس کا ہمیں کسی دوسری جگہ مل جانا یہاں انتظار کرنے کے مقابلہ میں زیادہ اغلب ہے"۔

اس تقریر کا حوارہ پر وہی اثر ہوا جس کی مریم کو اُمید تھی اور اُس نے جواب دیا کہ "اچھا میں آپ کے ساتھ چلوں گی"۔

حوارہ کے اس جواب کو سُن کر نعیم نے مریم سے کہا کہ "اس صورت میں ایک دو خدمت گار عورتوں کے تمہارے ہمراہ جانے کی ضرورت ہوگی۔ سفر کا معاملہ ہے بغیر خدمت گاروں کے گذارہ نہیں ہوگا۔ اس کا بھی کچھ انتظام کر لو"۔

مریم (کچھ دیر سوچنے کے بعد) "ہماری بستی میں تو کلیب کی بیوہ داؤد اور اُس کی بیٹی سلمہ کے سوا اور کوئی عورت نظر نہیں آتی ہے جو ہمارے ساتھ جانے کے واسطے فارغ ہو۔ کلیب جب سے فوت ہوا ہے۔

زوارہ اکثر میرے پاس آتی جاتی ہے۔ میں آج اُس کو بلا کر اُس سے دریافت کروں گی"۔

چنانچہ کلیب کی بیوہ زوارہ کو مریم نے بلا بھیجا اور اُس سے اپنے مجوزہ سفر کا حال بیان کیا اور کہا کہ اگر وہ پسند کرے تو وہ دونوں ماں بیٹی اُن کے ساتھ چلی چلیں۔ زوارہ نے یہہ کیفیت سُن کر کچھ دیر تک سوچتے رہنے کے بعد آخر یہہ منظور کر لیا کہ وہ دونوں ماں بیٹی یعنی خود زوارہ اور اُس کی بیٹی سلمہ اُن کے ہمراہ جائیں گی۔ اور تین چار روز کے بعد سامان سفر درست کر کے اُس کی بستی سے بھی لوگ قیردان کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھوڑے سے ہی عرصہ میں قیروان میں ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع ہو گئی اُس کو علی بن مغیث نے ہسپانیہ کو فتح کرنے کے واسطے کافی سے زیادہ تصور کیا۔ اور مزید فوج کی فراہمی بند کرنے کا حکم دے دیا اور ہسپانیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔

معاویہ بن صالح جس کو عبدالرحمن نے دمشق اور شام کی طرف بھیجا تھا جب اُس کی والدہ اور ہمشیرہ اور دیگر رفقا کو ہمراہ لئے ہوئے افریقہ پہنچا تو اُس کو اس کیفیت کے معلوم ہونے سے کہ عبدالرحمن پر حملہ کرنے کی غرض سے فوجیں جمع ہو رہی ہیں سخت تردد ہوا زیادہ فکر اس کو عبدالرحمن کی والدہ اور ہمشیرہ اور اپنے ہمراہیوں کی نسبت ہوا اور اس نے عبدالرحمن کی والدہ راحہ سے اکر یہہ حالات بیان کئے اور پوچھا کہ "ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ آیا آگے بڑھنا چاہئے یا واپس چلا جانا چاہیئے"۔

راحہ (بہت جوش سے) "اب ممکن نہیں ہے کہ میں واپس جانے کا کوئی خیال دل میں لاؤں۔ میں نے آپ کو بتایا نہیں ہے کہ یہہ زمانہ میں نے عبدالرحمن کے فراق میں کس مصیبت سے گذارا ہے۔ مجھ کو یہہ بھی معلوم نہ تھا کہ

وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے اور اگر زندہ ہے تو کس حال میں ہے۔ جب کبھی میں سنتی تھی کہ ایک عبدالرحمٰن اندلس (ہسپانیہ) کا پادشاہ ہو گیا ہے تو میں کبھی قیاس نہیں کر سکتی تھی کہ وہ میرا بیٹا عبدالرحمٰن ہے۔ اب جب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ میرا ہی بچھڑا ہوا لخت جگر اور نور نظر ہے تو آپ خیال کریں کہ کیوں کر میں اُس کے دیکھے بغیر صبر کر سکتی ہوں۔"

معاویہ: "آپ درست فرماتی ہیں لیکن اگر امیر کے دشمنوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ امیر کی والدہ ہیں اور باقی سب اُن کے تعلق دار ہیں تو وہ ہم سب کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

راحہ: "اُن کے پاس اس امر کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ ہم اُن کے ساتھ بطور اُنہیں کی فوج کے سپاہیوں کے شریک ہو جائیں اور اس طرح سے ہم اُن کے ساتھ ساتھ ہی ہسپانیہ پونچ جائیں گے۔"

معاویہ: "فرض کیا کہ ہم ہسپانیہ پونچ گئے۔ دشمن نے اتنی بڑی فوج جمع کی ہے کہ اغلب یہ ہے کہ عبدالرحمٰن کو شکست ہو جائے۔ اور وہ کہیں بھاگتا پھرے۔ اس صورت میں آپ کا اور ہمارا کیا حال ہوگا۔"

راحہ: "اُس کا شکست کھا کر بھاگ جانا تو ایک طرف رہا اگر عبدالرحمٰن کے جنگ میں مارے جانے کا بھی اندیشہ ہو تب بھی میں جاؤں گی۔ اگر میں اُس کو زندہ نہ دیکھ سکی تو اُس کے بے جان مونہہ کو تو ایک دفعہ زندگی میں دیکھ لوں گی۔ اگر وہ شکست کھا کر بھاگ گیا تو جدھر کو وہ بھاگے گا اُدھر ہی کو میں بھی بھاگ جاؤں گی۔"

اس جواب کو سُن کر معاویہ خاموش ہو گیا اور اُس نے عبدالرحمٰن کی ماں

کی اسی تجویز پر عمل کیا کہ مع اپنے ہمراہیوں کے مصر کی فوج کے ساتھ اس طرح پر شریک ہو گیا کہ گویا وہ بھی اس فوج کے سپاہی ہیں۔

علی بن مغیث نے اگرچہ ایک اتنی عظیم تعداد فوج کی جمع کر لی تھی مگر یہہ ایسی سُرعت اور خاموشی کے ساتھ کی گئی کہ افریقہ کے شمالی اور مغربی حصّہ میں اُس کی اطلاع اُسی وقت پونچی جب یہہ فوج وہاں پونچ گئی۔ اُس وقت زناتین کے شیخوں نے ایک آدمی ہسپانیہ کو روانہ کیا کہ اس کی اطلاع عبدالرحمٰن کو پونچائے مگر عبدالرحمٰن کو خبر ہونے تک فوج کا ایک بہت بڑا حصّہ سمندر کو عبور کر چکا تھا۔ اور جنوبی مغربی علاقہ کو اُنہوں نے تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا تھا۔

زناتین کے شیخوں نے جو آدمی عبدالرحمٰن کو اطلاع دینے کی غرض سے بھیجا تھا وہ پہلے تمامہ بن علقمہ کے پاس پونچا اور جو تحریر وہ لے گیا تھا۔ وہ اُس کے حوالہ کر دی۔ تمامہ اُس کے مضمون سے واقف ہو کر بہت جلد عبدالرحمٰن کے پاس پونچا اور اُس کو ان حالات سے مطلع کیا۔

. . . . عبدالرحمٰن کو جیسا کہ لازمی تھا ان خبروں سے بہت تردد ہوا اور اس کے بعد بہت جلد ہی والی مرد یا کا عریضہ پونچا کہ افریقہ سے ایک فوج مغربی حصّہ ملک میں داخل ہو گئی ہے جو خلیفہ مشرق کو ہسپانیہ کا بادشاہ مشتہر کر رہی ہے۔ اور اس علاقہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہہ خبر سُن کر عبدالرحمٰن کو محض اپنی رعایا کی تکالیف کے خیال سے بہت رنج ہوا اور اُس نے اپنے سب علاقوں سے فوج کے جمع کئے جانے کا حکم دیا اور بہت سُرعت کے ساتھ فوجیں فراہم ہونے لگیں۔

عبدالرحمٰن کو افریقی حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنا تو ایک کام تھا مگر اُس کے اپنے ملک کے مفسدہ پسند لوگوں نے اُس کی مشکلات کو اور بھی بڑھا دیا

ہشام الفہری جس کو چند ہی روز پہلے عبدالرحمٰن نے امان دی تھی اور اُس کی جان بخشی کی تھی درحقیقت افریقیوں کے اسی حملہ کے انتظار میں تھا۔ جب اُس نے علی بن مغیث کی فوج کے ہسپانیہ پہنچ جانے کی خبر سُنی اُس نے پھر بغاوت شروع کر دی اور لوگوں کو اشتعال دلا کر علی بن مغیث کی امداد اور عبدالرحمٰن کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ ایسے ضعیف الایمان اور انقلاب پسند شخصوں کی کسی زمانہ میں کمی نہیں ہوتی ہے جو ایسے موقعوں پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہشام نے چند ہی روز میں کوئی بیس ہزار آدمیوں کی بھیڑ جمع کر لی اور مُلک میں اودھم مچاتا ہوا اس ہجوم کو ساتھ لے کر علی بن مغیث سے جا ملا۔ اور اُس کو کہا کہ اس نے طلیطلہ پر خلیفہ جعفر کے ایک عامل کی حیثیت سے قبضہ رکھا ہے اور علی اگر چاہے تو فوراً وہاں پہنچ کر اس پر قابض ہو جائے کیوں کہ وہی پرانا دارالسلطنت ہسپانیہ کا ہے مگر اُن کو معلوم نہیں تھا کہ عبدالرحمٰن ابھی زندہ ہے۔ اس عظیم فوج کو دیکھنے سے جو علی بن مغیث نے جمع کر لی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہیبتناک سیلاب تمام تر و خشک کو بہا کر لے جائے گا۔ اور کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔

عبدالرحمٰن نے بھی ہر ایک علاقہ سے فوج جمع کر لینے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا۔ بعض علاقوں سے بدر اور بعض دوسرے علاقہ جات سے دیگر سرداران فوج بہت جلد فوج لے کر پہنچے۔ جن میں قرطبہ۔ سول اور شیرز کے سواروں کی فوج نہایت اطمینان بخش حالت میں تھی۔ عبدالرحمٰن بیس ہزار فوج کے ساتھ علی بن مغیث کا مقابلہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا۔ اُس نے اپنی فوج کے تین حصے کئے۔ فوج مقدمہ۔ وسط اور عقب اور ان تینوں کو میمنہ۔ میسرہ اور قلب کے لحاظ سے تقسیم کیا۔ حصہ اوّل کے قلب کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا۔ وسط کے قلب میں تمام اور عقب کے قلب میں بدر کو

مقرر کیا اور ہر سہ کے میمنہ اور میسرہ پر تجربہ کار اور قابل اعتماد سردار مقرر کئے۔
عبدالرحمٰن جب علی بن مغیث کے لشکرگاہ کے قریب پوہنچا تو اُس کو ایک ٹڈی دل فوج کے ساتھ نہایت اطمینان کے ساتھ خیمہ زن پایا۔ عبدالرحمٰن کی آمد کی خبر سُن کر اُس نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ اور دوسری صبح کو دونوں فوجیں لڑنے کے واسطے صف بستہ ہوگئیں۔

جب یہہ فوجیں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کے واسطے مرتب کی جارہی تھیں اُس وقت بسطام بربری دونوں فوجوں کے جانب شمال اپنے پانچ ہزار بربری ہمراہ لئے ہوئے الگ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کا منشا علی بن مغیث کی مدد کرنا یا عبدالرحمٰن کے ساتھ لڑائی کرنا نہیں تھا بلکہ وہ یہہ دیکھنا چاہتا تھا کہ لڑائی کا فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے کہ مغلوب فریق کے خیموں پر جا پڑے اور اُن کا مال واسباب لوٹ لے جائے۔

علی نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبدالرحمٰن ایک پہاڑ کی طرح جما ہوا تھا۔ حملہ کا جواب اُس نے ایسی استواری کے ساتھ دیا کہ دشمن اُس کی فوج پر کچھ اثر نہ کر سکے۔ علی بن مغیث کی فوج میں نہ تو ہم آہنگی تھی اور نہ اُن کو حملہ کرنے کے اغراض کے ساتھ کوئی ہمدردی تھی۔ جب دشمن اپنے پہلے حملہ کے زور کو ختم کر چکے تو عبدالرحمٰن نے فوج مقدمہ کو ہلہ کرنے کا حکم دیا اور یہہ ہلہ اس زور کے ساتھ کیا گیا کہ دشمن کی فوج کو اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنا پڑا۔ علی بن مغیث نے بہت کوشش کی کہ اُن کے پاؤں ایک دفعہ پھر جم جائیں مگر تمام اور بدر نے دشمن کی فوج کے دونوں بازوؤں پر جو دور تک پھیلے ہوئے تھے حملہ کر دیا۔ اور علی بن مغیث کے واسطے اُن کا سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ تاہم وہ بڑی جوانمردی کے ساتھ تیسرے پہر تک لڑتا اور فوج کو لڑاتا رہا۔ اور میدان جنگ کشتوں کی لاشوں سے پُر ہوگیا۔ عبدالرحمٰن نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں سے

اپنے درمیان اس سے زیادہ خونریزی ہو اس واسطے وہ شروع سے اس کوشش میں تھا کہ علی بن مغیث کے قریب پہنچ کر اس سے مبارزہ کر کے لڑائی کے ختم کر دینے کی کوشش کرے۔ چنانچہ بہت کوششوں کے بعد اس کو علی کے نزدیک پہونچنے کا موقع ملا اور اس نے اس کو تلوار کے اشارہ سے مبارزہ کے واسطے طلب کیا۔ علی کو یہہ معلوم نہیں تھا کہ وہ عبدالرحمٰن ہے صرف اتنی بات سمجھا کہ ایک جوان خوش شکل سردار اس سے مبارزہ کرنے کا خواستگار ہے اس نے اُن سرداروں کو جو اس کو گھیرے ہوئے تھے ہٹ جانے اور تھوڑا سا میدان خالی کر دینے کو کہا ایسا ہی عبدالرحمٰن نے کیا اور دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ علی بن مغیث کی شجاعت اور ہنر دانی فنون جنگ بہت مشہور تھی۔ اُس کی عمر چالیس برس کے قریب تھی۔ اور ہاتھ پاؤں اور جسم نہایت مضبوط و توانا تھے۔ جب ان دونوں رقیبوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی تو قریب کی فوج نے جو اُن کو دیکھ سکتی تھی لڑنا بند کر دیا۔ اور اُن کے مبارزہ کا تماشہ دیکھنے لگی۔ علی بن مغیث نے پے در پے کئی وار تلوار کے عبدالرحمٰن پر چلائے مگر عبدالرحمٰن نے نہایت اُستادی سے اُن کو خالی دیا اور علی کے گرد چکر لگاتے ہوئے موقع پا کر ایک ہاتھ تلوار کا علی کی گردن پر اس زور سے مارا کہ اُس کا سر کٹ کر زمین پر آ پڑا۔ اس وقت عبدالرحمٰن کی فوج نے ایک نعرہ خوشی بلند کیا اور عبدالرحمٰن کی ہدایت کے مطابق ایک سوار نے علی کے سر کو نیزہ پر رکھ کر بلند کر دیا تاکہ اُس کی فوج کو اُس کے قتل ہو جانے کی اطلاع ہو جائے۔ علی کا سر بلند ہونا تھا کہ اُس کی اُکھڑی ہوئی فوج کے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے اور سب نے بھاگنے کی ٹھہرائی اب ہر ایک شخص دوسرے سے بھاگنے میں اس خیال سے سبقت کرنا چاہتا تھا کہ سمندر کو عبور کر کے جان بچا سکے۔

بسطام بربری اسی موقع کا منتظر تھا۔ اسنے پانچ ہزار بربری ساتھ لے کر علی بن مغیث کی فوج کے خیموں پر جا پڑا۔ اور لوٹ گھسوٹ شروع کر دی اور جو کچھ اُس کے ہاتھ آیا سب قابو کر لیا۔ ان خیموں میں لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ اُن کی رشتہ دار عورتیں بھی تھیں جن کو وہ ساتھ لائے تھے اور بربریوں کے نزدیک وہ ہر قسم کے مال غنیمت سے زیادہ قیمتی تھیں۔ کوئی پانچ سو کے قریب شور و فغاں کرتی ہوئی عورتیں اُنہوں نے گرفتار کر لیں۔ اور چوں کہ اُن کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ فاتح فوج جو اس وقت ہزیمت خوردہ فوج کا تعاقب کر رہی تھی واپس آنے پر یہہ مال غنیمت اور گرفتار شدہ عورتیں اُن سے چھین لیں گے۔ اور اس وقت عبور سمندر کی دشواری کے علاوہ یہہ خیال بھی تھا کہ اگر اس غنیمت کے ساتھ پار اُتر گئے تو اس مال اور عورتوں کے مالک جو اہل افریقہ ہی ہیں ان کے دعوے دار بنیں گے اور ان کے اس فعل کی اُن کو سزا دیں گے۔ اُنہوں نے اسی نواح میں غائب ہو جانے کی ٹھہرائی اور پہاڑوں کی طرف رُخ کر دیا لیکن یہہ اکیلے بربری ہی نہیں تھے جو کوہ اویرا کی طرف بھاگ جانے لگے تھے۔ بل کہ اہل ہسپانیہ میں سے وہ لوگ جو ہشام الفہری کے ساتھ آکر عبدالرحمٰن کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے فوج افریقہ میں شامل ہو گئے تھے انکے واسطے بھی اب جان بچانے کے واسطے پہاڑوں میں پناہ لینے کے سوائے اور کوئی صورت نہیں تھی۔ پس ہشام معہ اپنے بیس ہزار ہمراہیوں کے اور بسطام اپنے پانچ ہزار بربریوں کے ساتھ سب کے سب کوہ اویرا کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔

فوج افریقہ میں سے سات ہزار آدمی میدان جنگ میں مارے گئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنی فوج کو جو دشمن کے تعاقب میں گئی تھی یہہ حکم دیا تھا کہ اور ایک متنفس بھی جان سے نہ مارا جاوے بل کہ زندہ گرفتار کئے جائیں شکست خوردہ

فوج کے سپاہی مغرب۔ جنوب اور مشرق تینوں اطراف کو بھاگ گئے تھے کہ مختلف مقامات سے سمندر کو عبور کر سکیں تاہم عبدالرحمٰن کی فوج نے دوسرے روز کی شام تک اُن کا تعاقب کیا اور قریب دس ہزار آدمی کے گرفتار کر لئے۔ عبدالرحمٰن نے دونوں فریق کے مقتولین کو دفن کرایا اور مجروحین کے معالجہ کا انتظام کیا اور پھر قیدیوں کو حفاظت کے ساتھ ہمراہ لئے ہوئے قرطبہ کو واپس آیا۔

قرطبہ پونچ کر اُس نے قیدیوں کی بابت حکم دیا کہ اُن میں سے جو لوگ اس کی بیعت کر لیں اُن کو آزاد کر دیا جائے اور جو بیعت کرنے سے انکار کریں اُن کو قید رکھا جائے اور تجویز یہہ قرار پائی کہ امیر المومنین عبدالرحمٰن ایک دربار منعقد کریں۔ اس دربار میں ہر ایک قیدی اُن کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اُس کو بیعت کرنے کا موقع دیا جائے۔ چوں کہ عبدالرحمٰن کو طلیطلہ کی طرف فوج روانہ کرنے کی جلدی تھی قرطبہ پونہچنے کے دوسرے روز ہی دربار قائم کیا گیا۔ اُس کے دائیں ہاتھ پر سامہ اور بائیں جانب بدر بیٹھا۔ اور یکے بعد دیگرے ایک ایک قیدی اُس کے سامنے لایا گیا۔ ہر ایک شخص جو پیش ہوتا تھا اُس کی بیعت کا اظہار کرتا تھا۔ یعنی اُس کے ہاتھوں پر بوسہ دیتا تھا۔ اور آزاد کر دیا جاتا تھا۔ پہلے روز کوئی تین ہزار آدمی اس طرح پیش ہوئے۔ اور سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔ دوسرے روز پھر یہی عمل شروع ہوا جب کوئی سو قیدی کے قریب پیش ہو چکے تھے تو ایک شخص کو عبدالرحمٰن کے سامنے لایا گیا۔ عبدالرحمٰن کی شکل کو دیکھ کر اُس کو اس قدر حیرت ہوئی کہ حواس باختہ ہو گیا۔ اور پاؤں لڑکھڑانے لگ گئے۔ عبدالرحمٰن نے جب اس کے مونہہ کی طرف دیکھا تو اُس کو خود اس قدر تعجب ہوا کہ معلوم نہیں وہ اس وقت کیا کہا کر گذرتا۔ مگر اُس نے نہایت درجہ کے

ضبط سے کام لیا۔ اور جب وہ شخص گرتا پڑتا عبدالرحمٰن کے ہاتھوں پر بوسہ دے چکا تو عبدالرحمٰن نے آہستہ سے بدر کے کان میں کچھ کہا جس کو سُن کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس شخص کے پیچھے گیا۔ اس کے پاس پہنچ کر بدر نے اُس کو کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے آئے۔ چنانچہ وہ شخص بدر کے ہمراہ شاہی محل کے اندر گیا۔ بدر نے اُس کو نہایت عزت اور احترام سے بٹھایا۔ اُس وقت اُس شخص کے حواس کچھ درست ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُس نے بدر کو خطاب کر کے کہا کہ "یہہ عبدالرحمٰن ہے یا جعفر ہے؟"

بدر "اس کا جواب امیرالمومنین خود آپ کو دیں گے۔ آپ یہیں تشریف رکھیں میں آپ کے واسطے کھانا منگواتا ہوں۔"

یہہ کہہ کر بدر وہاں سے چلا گیا اور خدمت گاروں کو کچھ ہدایات دیں اور پھر اُس شخص کے پاس واپس آیا۔

عبدالرحمٰن پر اس شخص کو دیکھنے سے جو اثر ہوا تھا اُس نے اُس کو اس قدر بے قرار کر دیا دربار میں زیادہ دیر تک بیٹھنا اس کو بہت دشوار معلوم ہونے لگا اور بیعت لینے کے کام کو تمام کر کے شیر دل کے وہ خود اُٹھ کر اندر محل میں چلا گیا۔ اُسی وقت بدر اس شخص کے پاس واپس پہنچ کر اُس سے خیر و عافیت پوچھنے لگا تھا کہ عبدالرحمٰن بھی آ پہنچا۔ اُس کو دیکھ کر بدر اور اس کا ہمراہی دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے جلدی سے بڑھ کر اُس شخص کو سینہ سے لگایا اور پھر اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر نہایت پر رقت آواز میں کہا کہ "سردار نعیم میں آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ کے ساتھ دوسری ملاقات ایسے حالات میں ہوگی۔ آپ سوچ رہے ہونگے کہ کیا جعفر اور عبدالرحمٰن ایک ہی شخص ہے واقع یہہ ہے کہ عبدالرحمٰن اور جعفر ایک ہی شخص ہے۔ میری سرگذشت آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ آپ اپنے

اپنے بال بچوں کا حال بتائیں کہ وہ تو سب خیریت سے ہیں۔
نعیم کی پریشانی اب کچھ رفع ہو چکی تھی اور حقیقت حال سے وہ آگاہ ہو چکا تھا۔ اُس نے بہت افسردگی کے ساتھ جواب دیا کہ "میرے بال بچے سب میرے ساتھ تھے۔ میں اپنی بیوی اور لڑکی اور دو خدمتگار عورتوں کو صبح خیمہ میں چھوڑ آیا تھا۔ فوج شکست کھا کر جب بھاگی تو میں نے بھاگنے میں تاخیر کی جب اپنے خیمہ کو واپس گیا تو اُن میں سے کوئی خیمہ میں موجود نہیں تھا۔ اور اسباب بھی لوٹ لیا گیا تھا۔ چوں کہ مجھے خیال گذرا کہ اُن کو اسی جگہ کسی نے گرفتار کر لیا ہے۔ میں نے فرار ہونے کا قصد ترک کر دیا اور اسی حالت میں پکڑا گیا۔ میرا بیٹا یونس بھی میرے ساتھ ہی پکڑا گیا ہے۔ اور انہیں قیدیوں میں موجود ہے"

عبدالرحمٰن کے دل کی جب وہ یہہ ماجرا سُن رہا تھا ایک عجیب کیفیت ہو رہی تھی اور وہ نعیم کی بات کا جواب دینے کو تھا کہ ایک سردار کمرہ میں داخل ہوا اور عرض کی کہ سردار شامہ نے ایک قیدی امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کرنے کے واسطے بھیجا ہے اگر حکم ہو تو حاضر کیا جائے عبدالرحمٰن نے کہا کہ اس کو اندر لایا جائے۔ ایک دو لمحوں کے بعد وہ شخص حاضر کیا گیا۔ عبدالرحمٰن نے نہائت تعجب سے دیکھا کہ وہ معاویہ بن صالح ہے جس کو اُس نے دمشق کو اپنے اقربا وغیرہ کو وہاں سے ہسپانیہ لے آنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ معاویہ بن صالح نے سلام علیک کہا اور بغیر عبدالرحمٰن کے کچھ دریافت کرنے کے یہہ کیفیت بیان کرنی شروع کی کہ "میں آپ کی والدہ اور ہمشیرہ اور چند دیگر اشخاص کو ہمراہ لئے ہوئے جب افریقہ پونہچا تو معلوم ہوا کہ ہسپانیہ

پر حملہ کرنے کے واسطے ایک فوج تیار ہو رہی ہے۔ میں نے آپ کی والدہ سے عرض کیا کہ دمشق کو واپس چلے جائیں اور اس حملے کے نتیجہ کا انتظار کریں۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور یہہ حکم دیا کہ ہم بلا خطرہ ہسپانیہ کا سفر کرنے کے واسطے اس حملہ آور فوج میں جو مصر سے آئی تھی بہ طور سپاہیوں کے شامل ہو جائیں۔ چنانچہ ہم نے ان کے اصرار کی وجہ سے ایسا ہی کیا۔ آج جب صبح لڑائی کا سامان ہونے لگا تو ہم میں سے کوئی شریک جنگ نہیں ہوا۔ ہم اپنے خیموں میں بیٹھے ہوئے ہی لڑائی دیکھتے رہے اور آپ کی فتح کے واسطے دن بھر دعائیں کرتے رہے جب دشمن کو شکست ہو گئی تو ہم سب کو اور خصوصاً آپ کی والدہ کو نہایت خوشی ہوئی اور انہوں نے دوگانہ شکر ادا کیا۔ اسی اثنا میں افریقہ کے بربری جن کو ہم فوج کے ساتھ دیکھتے رہے تھے وہاں آپہنچے اور خیموں کو انہوں نے گھیر لیا اور جو مال اسباب خیموں میں تھا اُن کو لوٹ لیا اور تمام عورتوں کو خیموں سے نکال کر جمع کرنا شروع کیا۔ کوئی پانچ چھ سو عورتیں چھوٹی بڑی جمع کر لیں۔ آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کو بھی اُن میں شامل کیا۔ ہم اُن کا مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے مگر آپ کی والدہ نے منع کیا اور مجھے آہستہ سے سمجھایا کہ اتنی کثیر تعداد کا تم مقابلہ تو کر نہیں سکتے۔ یونہی اپنی جانیں ضائع کر بیٹھو گے۔ صرف امیر المومنین کو اطلاع کر دو کہ میں زندہ ہوں اور ان لوگوں کی قید میں ہوں وہ مجھے ان سے چھڑا لیں گے بربری عورتوں کو لے کر چلے گئے اور ہم کو اس کے بعد آپ کی فوج کے سپاہیوں نے افریقی فوج کے سپاہی سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ ہم نے اُن کو بتایا کہ ہم دشمن نہیں ہیں مگر انہوں نے اس کو باور نہ کیا۔"

جب معاویہ اپنی سرگذشت بیان کر چکا تو عبدالرحمن نے کسی قدر

جیتابی کے ساتھ پوچھا کہ "وہ بربری اُن کو کدھر لے گئے ہیں"؟

معاویہ "اُن کا بربری سردار جو ایک بدصورت اور قوی ہیکل شخص تھا۔ اپنے سپاہیوں کو پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے حکم دے رہا تھا کہ اس طرف کو کوچ کریں"۔

یہہ سُن کر نعیم بولا کہ یہہ وہی ملعون اور مردود بسطام بربری ہے جو پانچ ہزار بربری ساتھ لے کر افریقیہ کی فوج کے ہمراہ آیا تھا۔ اس بدذات کا مدعا اسی لوٹ مار سے تھا۔ میری بیوی اور لڑکی کو بھی غالبًا وہی پکڑ لے گیا ہے"۔

معاویہ "تمام عورتوں کو روتے چلاتے ہوئے وہی بربری اجڑ کی طرح ہانک کر لے گئے ہیں"۔

عبدالرحمن نے اُس وقت حکم دیا کہ سردار ثمامہ کو کہا جائے کہ وہ بعیت کا لینا بند کر دیں اور امیر کے پاس ایک ضروری امر کی بابت مشورہ کرنے کے لئے آئیں۔ چنانچہ جب ثمامہ آگیا تو یہہ تمام حالات اُس کے سامنے بیان کئے گئے۔ عبدالرحمن کی یہہ خواہش تھی کہ وہ خود بربریوں کے تعاقب کے واسطے جائے مگر ثمامہ کو اُس کے ساتھ اتفاق نہیں تھا۔ اُس کی رائے میں عبدالرحمن کا طلیطلہ کی طرف جانا اور اس نواح میں شورش کا فرو کرنا مقدم امر تھا۔ آخرکار یہہ قرار پایا کہ ساحل سمندر کی حفاظت کی جائے کہ بربری اس مُلک کو چھوڑنا نہ پائیں۔ اور بدر دس ہزار آدمی ہمراہ لے کر ان بربریوں کے تعاقب میں جائے اور اُن گرفتار شدہ عورتوں اور مال غنیمت کو اُن سے چھڑا لائے۔ اور بربریوں کو قرار واقعی سزا دے۔ نعیم کا بدر کے ہمراہ جانا تجویز ہوا۔ عبدالرحمن نے بادل ناخواستہ اور اس خیال سے کہ وہ اپنی

کمزوری کا اظہار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اور نیز اس خیال سے کہ بدر پر بھی اُس کو ایسا ہی اعتماد تھا جیسا کہ اُس کو اپنی ذات پر ہو سکتا تھا اس تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن بدر کو تاکید کی کہ ہر روز ایک یا ایک سے زیادہ دفعہ اُس کے پاس آدمی بھیج کر اپنی کارروائی کی خبریں اُس کو پہنچاتا رہے۔

یونس کو اور معاویہ بن صالح کے ہمراہیوں کو جو شام سے اُس کے ساتھ آئے تھے قیدیوں میں سے نکال لیا گیا اور اُن کے واسطے ہر قسم کے آرام اور آسائش کا انتظام کر دیا گیا۔ باقی سب قیدیوں کو بلا شرط بیعت چھوڑ دیا گیا یونس کو بہت کچھ سمجھانے کے بعد یہہ بات سمجھ میں آئی کہ جعفر کیوں کر امیر المومنین عبدالرحمٰن بن گیا ہے۔ کیوں کہ اُس نے بھی اپنے باپ سے یہی سوال پوچھا تھا کہ "وہ یہہ جعفر ہے یا امیر عبدالرحمٰن ہے"۔

نواں باب

قیدیوں کی قسمت اور انجام

بسطام بربری گرفتار کردہ عورتوں اور مال غنیمت کو ساتھ لئے ہوئے کوہ الویرا کی طرف اس خوف سے بھاگا ہوا گیا کہ اُس کو تعاقب کئے جانے کا اندیشہ تھا۔ مگر عبدالرحمٰن کا لشکر دشمنوں کے تعاقب میں مصروف رہا

اور بسطام کے سرقہ کا اُن کو اُس وقت کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ہشام کی نسبت عبدالرحمٰن کا خیال تو یہہ تھا کہ وہ اپنی بھیڑ کو ہمراہ لے کر طلیطلہ کی طرف گیا ہے۔ مگر اُس نے اُس وقت طلیطلہ کی طرف جانا خطرناک سمجھا تھا اور وہ بھی بیس ہزار آدمی ساتھ لئے ہوئے کوہ البیرا میں پناہ لینے کی غرض سے بھاگا جا رہا تھا۔ دو دن اور دو راتیں وہ برابر بھاگے چلے گئے۔ اور دونوں گروہ ایک دوسرے کے حال سے بالکل بے خبر تھے۔ تیسرے روز دوپہر کے قریب سب سے پہلے بسطام قلعہ کوہ کے قلعہ کے دروازہ پر جا پہنچا۔ قلعہ خالی پڑا تھا۔ کیونکہ اُس کی فوج جنگ میں شریک ہونے کے واسطے عبدالرحمٰن نے بلا لی تھی۔ بسطام بے کھٹکا قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے دروازہ کو بند کر لیا۔ قلعہ بلندی کوہ پر واقعہ تھا۔ اور نہایت مضبوط اور محفوظ تھا۔ شام سے تھوڑی دیر پہلے ہشام بھی وہیں پہنچا اور قلعہ کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ مگر اہل قلعہ نے بسطام کے حکم کے مطابق انکار کر دیا۔ ہشام نے بہت کچھ دھمکیاں دیں مگر اُس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ہشام کو اپنی فوج کے ساتھ رات قلعہ کے باہر گذارنی پڑی صبح کو اُس نے پھر تقاضا کیا مگر تب بھی انکار ہی کیا گیا۔ ہشام نے اُن کو سمجھایا کہ وہ صرف دو روز کے واسطے وہاں ٹھہر کر آرام کرنا چاہتا ہے اور اگر گھنٹہ تک دروازہ نہ کھولا گیا تو قلعہ پر حملہ کر کے جبراً قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور مزاحمین میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ یہہ کیفیت جب بسطام کو بتائی گئی تو وہ خود دروازہ پر آیا اور ہشام کے ساتھ باتیں کر کے اور اُس کے حال سے واقف ہو کر اُس نے دروازہ کھول دینے کا حکم دیا اور ہشام بھی اپنی فوج کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ دن کے وقت ہشام کو یہہ حال معلوم ہوا کہ یہہ بربری افریقیہ کی فوج کا بہت سا مال غنیمت لے آئے ہیں اور ایک کثیر تعداد عورتوں

کی پکڑ لائے ہیں اُس نے بسطام کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ نصف مال غنیمت اور نصف عورتیں اُس کے حوالے کرے ورنہ وہ جبراً سب کو چھین لے گا۔ بسطام نے پہلے تو نہایت غرور کے ساتھ انکار کیا مگر جب دیکھا کہ ہشام اپنی کثیر فوج کے ساتھ فی الواقع اُس سے لڑنے کی تیاری کرنے لگا ہے تو اس نے ہشام کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک چوتھائی مال غنیمت اور چوتھا حصّہ گرفتار شدہ عورتوں کا اُس کو دینے کو راضی ہے۔ ہشام کو درحقیقت اپنی اُس وقت کی ضروریات کا رفع کرنا منظور تھا اُس نے اس شرط پر اس تجویز کو منظور کر لیا کہ عورتوں میں سے اُس کو ایک چہارم انتخاب کر کے لینے کا اختیار دیا جائے۔ بسطام نے طوعاً وکرہاً اس کو بھی منظور کر لیا۔ مگر جب تقسیم ہونے لگی تو دونوں میں یہ عہد بھی قرار پاگیا کہ ایک کنبہ کے آدمیوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے پہلے مال غنیمت کا ایک چہارم ہشام نے علیحدہ کرا لیا اور پھر عورتوں کو میدان میں دائرہ کی شکل میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور سب کو شمار کر لینے کے بعد ہشام نے اُن میں سے انتخاب کرنا شروع کیا۔ کوئی بیس عورتیں جب منتخب کر چکا جن میں عبدالرحمن کی ہمشیرہ اور اُس کے ساتھ اُس کی والدہ بھی منتخب ہو گئی تھیں تو اُس نے حوارہ کا انتخاب کیا۔ بسطام نے اس وقت تک زیادہ توجہ کے ساتھ اُس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت جب غور سے دیکھا تو صرف اُس کے بے مثل حُسن کا ہی اُس پر اثر نہ ہوا بلکہ اُس کو خیال گذرا کہ اس نے اس کی صورت پہلے کہیں دیکھی ہوئی ہے۔ ایک لمحہ بھر میں ہی اُس کو یاد آ گیا کہ اس نوجوان عورت کو کم سنی کی حالت میں اس نے کسی مقام پر دیکھا ہے۔

اُس نے اُسکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "کیا تم بستی مکناسہ کی رہنے والی ہو"۔

حوارہ نے اس سوال کو سُن کر بیدھڑک جواب دیا کہ "ہاں میں بستی مکناسہ کی رہنے والی اور اس جگہ کے سردار کی بیٹی ہوں اور تم کو پہچانتی ہوں۔ تم وہی

بدذات چور ہو جو مجھے چُرا کر لے جانا چاہتے تھے۔ اور جعفر نے مجھے تم سے چھڑالیا تھا۔"

غصہ سے باتیں کرتے ہوئے حوارہ میں ایک ایسی دل کش ادا پیدا ہو گئی تھی کہ بسطام دل او جان سے اُس پر مفتون ہو گیا۔ اور اُس نے ہشام کو کہا کہ "اگر آپ اس عورت کو چھوڑ دیں تو اس کے عوض میں آپ کو دس عورتیں دیتا ہوں۔"

ہشام: "اگر پچاس عورتیں دو تب بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس کو میں نے اپنے بیٹے کے واسطے منتخب کیا ہے۔ اور میں ابھی سے اُس کو اپنی بہو خیال کرتا ہوں۔"

بسطام نے یہہ جواب سُن کر اپنا ہونٹ دانتوں میں کاٹ لیا اور کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا۔

جب ہشام اپنا انتخاب کر چکا تو بسطام نے پوچھا کہ "آپ کب تک قلعہ میں قیام رکھیں گے؟"

ہشام: "میں پرسوں صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

بسطام: "کس طرف تشریف لے جائے گا؟"

ہشام: "طلیطلہ کی جانب۔"

یہہ باتیں آپس میں ہو کر ہشام اپنے حصّہ مالِ غنیمت اور منتخب شدہ عورتوں کو ہمراہ لے کر اپنے فرودگاہ کی طرف چلا گیا۔ مالِ غنیمت کا ایک جزو اُس نے اپنی نام نہاد فوج کے سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ اور باقی محفوظ رکھا اور عورتوں کے متعلق کوئی کارروائی کرنا اس وقت اُس نے ملتوی کر دیا اور دس دس عورتوں کو ایک ایک خیمہ رہائش کے واسطے دیا۔

عبدالرحمٰن کی ماں راحہ اور اُس کی ہمشیرہ اور مریم۔ حوارہ زوارہ اور سلمہ

اور چار اور عورتوں کو ایک خیمہ ملا۔ راحہ بالکل مطمئن بلکہ بشاش نظر آتی تھی کیوں کہ عبدالرحمن کے اس عظیم فوج پر فتح حاصل کرنے کی اس کو خوشی تھی اور وہ جانتی تھی کہ عبدالرحمن کو بہت جلد اس کی حالت کی اطلاع مل جائے گی اور وہ اس کی رہائی کا انتظام کرے گا۔ جس سے اس کے ساتھ ہی اور بہت سی مظلوم عورتوں کو رہائی مل جائے گی۔ اسی خیال سے وہ دوسری گرفتار شدہ عورتوں کی تسلی کرتی تھی۔ حوارہ نے چند بار اپنی ماں کو ملامت کی کہ اس کی صلاح اُن کو گھر سے نکال لانے کے[۴] امر سے کہ آیا وہ زندہ ہیں یا لڑائی میں مارے گئے ہیں وہ اپنی تکالیف کو بھول گئیں۔ حوارہ کے حسن صورت کا راحہ کے دل پر بھی اثر ہوا اور اس نے اس کی اور اس کی والدہ مریم کی غمگین داستان سن کر ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کی تشفی کرنے کی کوشش کی۔

ہشام نے اگلا روز وہیں قلعہ میں روانگی کی تیاری میں صرف کیا اور اس سے دوسرے روز کی صبح کو وہاں سے روانہ ہو پڑا۔ جب ہشام کی فوج قلعہ سے نکل رہی تھی تو بسطام ایک بربری کو ساتھ لئے ہوئے جس کا نام لولو تھا قلعہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا جب گرفتار شدہ عورتیں قلعہ سے نکلیں تو بسطام نے ایک عورت کی طرف اشارہ کر کے گویا لولو کو اس کا نشان بتایا اور پھر بہت نیچی آواز میں کہا کہ "یہی عورت ہے جس کی نسبت میں آج رات کو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کس خیمہ میں ہے۔ تم اس فوج کے ساتھ عورتوں کے قریب قریب چلے جاؤ۔ اور جب یہ مقام کریں تو دیکھتے رہو کہ یہ عورت کس خیمہ میں ٹھہرائی جاتی ہے اور پھر فوج کے جائے مقام سے کچھ فاصلہ اس طرف میرا انتظار کرو۔ میں آدھی رات کے قریب پہنچوں گا اور اس وقت تم کو مجھے اس خیمہ کا نشان بتانا ہوگا"

لولو نے یہ سن کر سر کو جھکا دیا اور بسطام سے رخصت ہو کر ہشام کی فوج

[۴] کا باعث ہوی ہے مگر نعیم اور یونس کی قسمت کے مشتبہ ہونے

میں شامل ہوگیا۔ ہشام کی فوج نے اس پہاڑی علاقہ میں کوئی دس کوس کے قریب سفر کیا اور تیسرے پہر کو ایک ہموار قطع زمین میں ڈیرے ڈال دیئے اور شب بسری کا انتظام کرنے لگے۔ لولو اُس عورت کی تاک میں رہا جس کے خیمہ کا نشان دریافت کرنے کے واسطے بسطام نے اُس کو بھیجا تھا اور اُس کے خیمہ کا پتہ نشان معلوم کرکے فوج سے نکل آیا۔ اور کچھ کھانا جو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا کھا کر ایک چٹان پر لیٹ رہا تھوڑی دیر سو لینے کے بعد وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بسطام کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک آدھی رات کے وقت بسطام بیس سوار اپنے ہمراہ لئے ہوئے پہنچا اور لولو سے یہ معلوم کرکے کہ وہ اُس عورت کے خیمہ کا نشان اُس کو بتا سکتا ہے خوش ہوا گھوڑوں کو پانچ آدمیوں کے ساتھ اُسی جگہ چھوڑ دیا اور باقی بربریوں اور لولو کو ہمراہ لے کر بہت آہستگی اور دبے پاؤں سے فوج کے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہشام نے اپنی فوج میں کوئی چوکی پہرہ کا انتظام نہیں کیا ہوا تھا۔ سب لوگ دن بھر کے سفر کی تکان کے باعث سو رہے تھے۔ بسطام نہایت آسانی سے اس خیمہ کے قریب پہنچ گیا جس کا لولو نے ساتھ جاکر اُس کو نشان بتایا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں کو اس خیمہ کے گرد تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑا کر دیا اور خود خیمہ کے قریب جاکر بہت آہستگی سے اُس کا پردہ اُٹھایا۔ خیمہ کے اندر تاریکی تھی مگر چاند کی روشنی سے جو اُس میں پڑی بہت سے اشخاص اس میں سوئے ہوئے معلوم ہوئے۔ بسطام ڈاکو کے پاس روشنی کرنے کا سامان موجود تھا۔ اُس نے روشنی سے دیکھا کہ خیمہ کی مشرقی جانب دو عورتوں کے بعد تیسری وہ عورت سوئی ہوئی ہے۔ جس کی اُس تلاش تھی۔ عبدالرحمن کی والدہ راعہ نے اپنے دائیں جانب اپنی لڑکی کو سُلایا ہوا تھا۔ بائیں جانب حوارہ کو اور اُس کے ساتھ اُس کی بائیں طرف اُس کی ماں مریم سوئی ہوئی تھی۔ بسطام نے حوارہ کے سرہانے کھڑے ہو کر اوّل ایک کپڑا لپیٹ کر اُس کے مونہہ میں ٹھونس دیا

اور پھر اُس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر خیمہ سے باہر نکال لینے کے واسطے گھسیٹا۔ مگر حوارہ فوراً جاگ اُٹھی اور گو وہ مونہہ بند ہونے کے باعث بول نہیں سکتی تھی مگر اُس نے اپنے پاؤں دائیں بائیں اس طرح مارنے شروع کیئے کہ راحہ اور مریم دونوں کو جگا دیا۔ مریم تو اُٹھ کر حواس باختہ سی رہ گئی مگر راحہ نے حوارہ کو خیمہ سے گھسیٹ کر نکالے جاتے دیکھ لیا تھا اُس نے بغیر توقف کے اپنے سرہانے کے نیچے سے پیش قبض اُٹھا کر ہاتھ میں لے لیا اور نہایت مردانہ ہمت سے فوراً خیمہ سے باہر نکل آئی۔ حوارہ ابھی تک زمین پر لیٹی ہوئی تھی اور بسطام اُس کے ہاتھ پاؤں جمع کر کے اُس کو اُٹھانے کے واسطے اُس پر جھکا ہوا تھا۔ خیمہ کی طرف اُس کی پیٹھ تھی۔ راحہ نے بیدریغ اپنا خنجر اُس کے دائیں جانب کی پسلیوں میں بھونک دیا اور اپنی زبان میں چور چور کی آواز بلند کی۔ اتنے میں مریم بھی خیمہ سے نکل آئی اور چور چور کی آواز کرتے ہوئے حوارہ سے لپٹ گئی۔ پاس کے خیموں سے "کون ہے کون ہے" کی صدا آئی اور بسطام گھبرا گیا۔ اُس نے چوری کرتے ہوئے پکڑا جانا پسند نہ کیا اور اپنے شکار کو چھوڑ کر زخم کے درد سے کراہتا ہوا بھاگ نکلا اور اُس کے ہمراہی اُس کے پیچھے گئے۔ گھوڑوں کے پاس پہنچ کر وہ تعاقب کے خوف سے سوار ہو کر کچھ دور آور آگے نکل گئے مگر بسطام کے زخم سے خون جاری تھا۔ جس سے وہ کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اس واسطے ان کو ٹھہر جا کر اُس کے زخم کو باندھنا پڑا۔ اور چونکہ کوئی آدمی اُن کے پیچھے نہیں آ رہا تھا اس واسطے اسی جگہ اُنہوں نے تھوڑی دیر تک آرام کر لینے کا ارادہ کیا۔ صبح سے پہلے وہ اُٹھ کر پھر روانہ ہو پڑے بسطام کو اپنی ناکامی اور ایک عورت کے ہاتھوں سے زخمی ہوا نے پر جسکی درد بھی اُس کو ستا رہی تھی بہت رنج تھا اور خاموش چلا جا رہا تھا۔ جب قلعہ کے قریب پہنچا تو اُس نے نہائیت بدحواسی سے دیکھا کہ کسی فوج نے قلعہ کا محاصرہ

کیا ہوا ہے۔ وہ جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا۔ کیوں کہ اس جائے نشیب میں وہ کسی کی نگاہ سے بچا ہوا تھا اور لولو کو اس نے خبر لانے کو بھیجا کہ یہ فوج کس کی ہے لولو فوج کے سپاہیوں سے پوچھ پاچھ کر یہ خبر لایا کہ فوج امیر عبدالرحمن کی ہے۔ اور سردار بدر اس کا سپہ سالار ہے اور اس قلعہ کو فتح کرنے کی غرض سے اس نے آدھی رات کے وقت پہونچ کر اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ بسطام اس خبر کو سن کر بہت متوحش ہوا۔ کیوں کہ وہ اپنے دس بیس آدمیوں کے ساتھ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اور اس کے قلعہ میں موجود نہ ہونے کے باعث محصوریوں کے بد دل ہو جانے کا اس کو اندیشہ تھا۔ وہ کوئی ایسی تجویز سوچ رہا تھا جس سے وہ قلعہ میں داخل ہو سکے اور آخر کار رات کے وقت اس کے متعلق کوشش کرنے کا ارادہ کر کے اس وقت ذرا اور بھی نیچی جگہ میں خاموش ہو کر بیٹھ رہا۔ آدھی رات تک وہ اسی حالت میں بیٹھا رہا اور تب اپنے ہمراہیوں کو وہیں چھوڑ کر وہ تنہا قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کو خیال تھا کہ اگر وہ قلعہ کے دروازہ تک پہونچ سکے گا تو اس کے سپاہی جو اندر پہرہ پر ہوں گے اس کی آواز کو پہچان کر دروازہ کھول دیں گے اور وہ اندر داخل ہو کر پھر دروازہ کو بند کرا دے گا۔ قلعہ کے دروازہ کے دونوں طرف دور تک بدر کی فوج نے خیمے نصب کئے ہوئے تھے اور سپاہی پہرہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس صورت میں سیدھا مقابل کی طرف سے تو وہ جا نہیں سکتا تھا۔ لشکر کی جنوب کی جانب جا کر اور قلعہ کی دیوار تک پہونچ کر دیوار کے ساتھ ساتھ چلے اکر دروازہ تک پہونچنے کا اس نے ارادہ کیا۔ چوں کہ قلعہ کی دیوار کی جانب خیموں کی پشت تھی وہ اس تدبیر میں کامیاب ہو گیا اور دروازہ پر پہونچ گیا۔ وہاں گھٹنوں کے بل ہو کر اس نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹانا

شروع کیا۔ مگر کسی نے اندر سے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا کہ شمال کی طرف سے دو آدمی دفعتاً قلعہ کے دروازہ پر آ پہنچے۔ بسطام اُن کو دیکھ کر خوف کے مارے وہیں دبک گیا۔ وہ قلعہ پر حملہ کرنے کے بارہ میں آپس میں گفت و گو کر رہے تھے۔ ذرا سی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد ایک کی نگاہ اُس پر پڑی اور اُس نے دوسرے کو کہا کہ "یہہ کیا چیز ہے"۔

جواب "آدمی معلوم ہوتا ہے"۔

بسطام نے دیکھا کہ اُس کی موجودگی ان دونوں شخصوں کو معلوم ہو گئی ہے۔ اُس نے ارادہ کیا کہ ایک کی ٹانگوں کو پکڑ کر اُس کو گرا دے۔ مگر اُن کو گویا اُس کے اس ارادہ کے متعلق الہام ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ وہ دونوں یکبارگی اُس سے کچھ فاصلہ پر ہٹ گئے اور ایک نے با آواز بلند کہا کہ "کھڑے ہو جاؤ اور بتاؤ کہ تم کون ہو"۔

اس پر بسطام نے کوئی جواب نہ دیا تو اسی شخص نے پھر کہا کہ "اگر تم کھڑے نہیں ہو جاتے اور میرے سوال کا جواب نہیں دیتے تو تلوار کے ایک ہاتھ سے تمہاری گردن اُڑا دوں گا"۔

یہہ کہہ کر اُس نے تلوار کو نیام سے باہر نکال لیا۔ بسطام نے دیکھا کہ نہ تو وہاں پڑا رہ کر اپنے آپ کو بچا سکتا ہے اور نہ بھاگ جا سکتا ہے۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے بھی اپنی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ چاند کی روشنی میں جب ان دونوں شخصوں نے اُس کو دیکھا تو دونوں کے منہ سے نکلا کہ یہہ خود بسطام ہے"۔

بدر اور نعیم دونوں نے بسطام کو دیکھا ہوا تھا اور یہی دونوں رات کو گشت کرتے ہوئے اور قلعہ پر حملہ کرنے کی تدبیریں سوچتے ہوئے اس وقت

وہاں آ نکلے تھے۔ بدر نے بسطام کو خطاب کر کے کہا کہ "مجھے تم کو قتل کرنے میں اتنی خوشی نہ ہوگی جتنی کہ تم کو زندہ گرفتار کرنے سے ہوگی۔ تمہاری تعاقب کرنے کی کوئی کوشش لاحاصل ہوگی۔ دس ہزار آدمی میرے آواز دینے پر اسی وقت اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پس بہتر ہے کہ تلوار رکھ دو اور میرے ساتھ چلے چلو۔"

بسطام اپنی کوشش میں ناکامی کے غصہ سے اب کانپ رہا تھا جس سے اس کی عقل و فکر کی قابلیت مفقود ہو چکی تھی وہ تلوار کو سر سے بلند کئے ہوئے بدر پر حملہ کرنے کی غرض سے جھپٹا۔ اور پے در پے کئی ہاتھ تلوار کے لئے بدر پر ایسی بھدی شمشیر زنی کا کیا اثر ہو سکتا تھا اس نے ہر ایک وار خالی دیا اور ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ بسطام کا دایاں ہاتھ کلائی سے کٹ کر مع تلوار کے پرے جا پڑا۔ بسطام اب بھاگنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا مگر نعیم نے بڑھ کر اس کے بائیں بازو سے اس کو پکڑ لیا، اور بدر کے آواز دینے پر پہرہ والے سپاہیوں میں سے چار آدمی وہاں پہنچ گئے اس نے بسطام کو ان کے حوالہ کیا اور اس کا زخم باندھ دینے کی ہدایت کی اور خود نعیم کو ہمراہ لئے ہوئے اپنے خیمہ کی طرف چلا گیا۔

اگلی صبح کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد بدر نے بسطام کو بلوایا۔ اور اس کو کہا کہ "تم اہل قلعہ کو کہو کہ دروازہ قلعہ کا کھول دیں ورنہ ناحق خونریزی نہ کرائیں ورنہ تمہارے بربریوں کی جانیں مفت میں ضائع ہوں گی اور میں اس امر کو پسند نہیں کرتا ہوں۔"

بسطام پہلے تو تھوڑی دیر تک خاموش رہا مگر آخر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔ کہ "کن شرائط پر تم مجھ سے دروازہ کھلوانے کی درخواست کرتے ہو؟"

بدر بر " تمہارے سب بربریوں کو اجازت دی جائے گی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ جو عورتیں تم نے جنگ میں گرفتار کی ہیں وہ تم سے لے لی جائیں گی۔ اور تم کو امیر المومنین کے سامنے پیش کیا جائے گا جو کچھ وہ تمہاری نسبت حکم دیں گے اس پر عمل ہوگا۔ اور اگر تم بلا خونریزی کے قلعہ کھلوا دوگے تو میں امیر المومنین کے پاس تمہاری سفارش کروں گا "

بسطام کو اپنا دائیاں ہاتھ کھو بیٹھنے سے اب زندگی میں کوئی لطف ہی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ دشمن کے قابو میں ہے۔ اور قلعہ حوالہ کر دینے میں اُس کے بربریوں کا مزاحم ہونا اُن کے ہی نقصان کا باعث ہوگا۔ اُس نے کچھ دیر تک اور خاموش رہنے کے بعد جواب دیا کہ " اچھا۔ مجھے دروازہ پر لے چلو۔ میں دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتا ہوں "

بسطام کو چند سپاہی قلعہ کے دروازہ پر لے گئے وہاں اُس نے مختلف آدمیوں کا نام لے کر بلند آواز سے پکارا۔ آخر کار کچھ لوگ دروازہ کے اندر کی طرف آموجود ہوئے۔ بسطام نے اُن کو کہا کہ " میں پکڑا گیا ہوں اور میں نے قلعہ محاصرین کے حوالہ کر دینے کا اُن سے اقرار کیا ہے۔ اور انہوں نے تمہاری جان بخشی کا وعدہ کیا ہے۔ تم لوگ دروازہ کھولدو "

اس پر اور بہت سے اہل قلعہ دروازہ کی اندر کی طرف جمع ہوگئے اور جب انہوں نے اطمینان کر لیا کہ خود بسطام ہی دروازہ کھولنے کا حکم دے رہا ہے تو انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اس وقت بدر اور نعیم بھی آ پہنچے۔ اہل قلعہ کو بدر نے مطلع کر دیا کہ وہ اپنا اسباب لے کر جدہر چاہیں چلے جاسکتے ہیں۔ گرفتار شدہ عورتیں اور بسطام اسی جگہ رہیں گے۔ اور اُس نے حکم دیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو وہ وہاں سے نکل جائیں۔

بربریوں نے یہہ سُن کر بسطام کے مونہہ کی طرف دیکھا وہ درد اور کمزوری سے بہت بے چین تھا۔ اُس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ وہ اسی حکم کی تعمیل کریں۔ اور اس کے بعد بربریوں نے اپنا اپنا اسباب لے کر قلعہ سے نکلنا شروع کیا۔ بدر نے سب عورتوں کو جمع کرایا۔ اور اس نے اور نعیم نے سب کو دیکھا مگر جن کی اُن کو تلاش تھی اُن کو ان میں نہ پایا۔ تب اُنھوں نے بسطام سے دریافت کیا کہ "ان کے علاوہ کوئی اور عورتیں بھی تم نے گرفتار کی تھیں؟"

بسطام "سو سے زیادہ عورتیں ہشام ان میں سے منتخب کر کے لے گیا ہے"

بدر "وہ کدھر گیا ہے؟"

بسطام "کہتا تھا طلیطلہ کی طرف جائے گا۔"

بدر "کب گیا ہے؟"

بسطام "کل صبح"

بدر نے اپنے خیمہ میں واپس جا کر یہہ تمام کیفیت تحریر کی اور ایک سوار کو حکم دیا کہ وہ تحریر بہت جلد امیرالمومنین کے پاس پہنچا دے۔ چنانچہ وہ سوار تحریر لے کر فوراً روانہ ہوگیا۔

بدر نے ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھ قرطبہ پہنچا دینے اور انکو وہاں امیرالمومنین کا حکم آنے تک آرام کے ساتھ رکھنے کا انتظام کر دیا اور خود ہشام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

حوارہ کو جب راحہ کی مردانہ ہمت اور شجاعت نے بسطام کے ہاتھوں سے چھڑا لیا تو حوارہ اور مریم کے جب ذرا حواس ٹھکانے ہوئے تو وہ دونوں راحہ کے پاؤں پر گر پڑیں اور اُس کا رو رو کر ہزار ہزار

شکر ادا کیا اور کہا کہ وہ اُس کے احسان کو کبھی فراموش نہیں کریں گی ۔ بسطام کو حوارہ نے پہچان لیا تھا اور اُس نے راحہ سے بیان کیا کہ اسی ڈاکو نے ایک دفعہ پہلے اس کو اُن کی اپنی بستی سے چرا لے جانے کی کوشش کی تھی تو ایک شخص جعفر نے اُس کو بچا لیا تھا اور اب دوسری دفعہ اس شیر دل خاتون نے اس کو بچایا ہے ۔ راحہ نے حوارہ کا مونہہ سر چوما اور اس سے پیار کیا ۔ اس کو پہلے ہی اس کے ساتھ اُلفت ہو گئی تھی اور اس واقعہ نے رشتہ اتحاد ان کے درمیان اور بھی مضبوط کر دیا ۔

عبدالرحمن کے پاس جب بدر کی تحریر پونچی کہ بسطام کو اس نے گرفتار کر لیا ہے اور عورتیں اس سے چھڑا لی ہیں مگر اسکی والدہ ہمشیرہ اور حوارہ وغیرہ کو ہشام بسطام سے لے کر طلیطلہ کی طرف روانہ ہو گیا ہے تو اُس نے طلیطلہ پونچنے میں بہت جلدی کی اور ہشام سے پہلے وہاں پونچ کر طلیطلہ کا محاصرہ کر لیا ۔ ہشام کو راستہ ہی میں یہہ خبر مل گئی تو اس نے سول کا رُخ کیا ۔ اُس کو یہہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ایک فوج اُس کا تعاقب کر رہی ہے اس وجہ سے وہ بہت تیزی سے سفر کرتے ہوئے ناگہاں طور پر سول پونچا ۔ وہاں عبدالملک بن عمر بن مروان حاکم تھا وہ مقابلہ کرنے کے واسطے تیار نہیں تھا ۔ ہشام کی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی اور عبدالملک کو شہر چھوڑ دینا پڑا ۔ مگر اس نامور سپہ سالار نے بہت جلد کچھ فوج جمع کر لی اور سول پر حملہ کرکے ہشام کو ایسے ہی چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کیا ۔ ہشام نے سدونیہ میں جا کر پناہ لی ۔ عبدالرحمن کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی اس وقت وہ طلیطلہ کو فتح کر چکا تھا ۔ وہاں ایک نیا والی مقرر کرکے اُس نے سدونیہ کا رُخ کیا ۔ عبدالملک اور بدر بھی اسی طرف بڑھے جا رہے تھے ۔ آخر عبدالرحمن

اور اُس کے یہہ دونوں سپہ سالار سدونیہ پہنچ گئے اور اسکے مضبوط قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ہشام کے بعد عبدالرحمن وہاں پہنچا تھا۔ اور عبدالملک اور بدر سے اس نے اسی رات کو قلعہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا مگر دونوں نے بہت ادب کے ساتھ عرض کی کہ فوج کو رات بھر ستا لینے دیا جائے۔ تب اُس نے صبح بعد نماز فوراً حملہ کر دینے کی ہدایت کی۔

عبدالرحمن کو اس خیال نے کہ اُس کے اور اُس کی والدہ اور ہمشیرہ اور حوارہ کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے رات بھر چین سے سونے نہ دیا۔ اور صبح کو نماز سے فارغ ہوتے ہی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ قلعہ بہت مضبوط تھا۔ اور اُس کا فتح کرنا کم سے کم کئی دنوں کا کام تھا مگر عبدالرحمن اُس کو گھنٹوں میں فتح کرنا چاہتا تھا۔ قلعہ کی دیوار کے ساتھ زینہ کھڑا کرا کر وہ دائیں ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے اور بائیں ہاتھ سے ڈھال سے اپنے سر کو پناہ دیئے ہوئے سب سے پہلے خود اُس پر چڑھا اور اُس کو اس حالت میں دیکھ کر ایک ایسا جوش پیدا ہوا کہ اُس کے پیچھے اور نیز اور زینے کھڑے کر کے سرداروں اور سپاہیوں نے بیدریغ قلعہ کی دیوار پر چڑھنا شروع کیا عبدالرحمن کے دیوار پر پہنچ جانے اور ساتھ ہی ساتھ اور بہت سے لوگوں کے اوپر چڑھ جانے پر ہشام کی فوج کے سپاہیوں نے خوف کے مارے ہمت ہار دی اور بغیر ایک ضرب چلانے کے بھاگ نکلے۔ عبدالرحمن نے اس کیفیت کو دیکھ کر حکم دیا کہ بغیر اس شخص کے جو مقابلہ کرے اور کسی آدمی کے ایک بال کا بھی نقصان نہ کیا جائے۔ عبدالملک کے پاس اُس نے حکم بھیجا کہ وہ جنوبی دروازہ قلعہ کی حفاظت کرے کہ کوئی شخص اس دروازہ سے باہر نکلنے نہ پائے اور خود کوئی پانچ سو سپاہیوں کو ساتھ لے کر جو دیوار پر چڑھ چکے تھے شمالی دروازہ اپنی فوج کے داخل ہونے کے واسطے

اندر سے کھولنے کے لئے گیا۔ یہہ اُس کے روز افزوں اقبال کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ دشمنوں کی بیس ہزار فوج قلعہ کے اندر موجود تھی کسی کو اس کا مقابلہ اور مزاحمت کرنے کی جرات نہ ہوئی اور قلعہ کا شمالی دروازہ اس نے جاکر کھول دیا۔ جب اُس کی اور بدر کی فوج اندر داخل ہو چکی تو اُس نے دروازہ کو اندر سے بند کرا دیا۔ اور ایک دستہ فوج کو اُس کی حفاظت پر مقرر کیا کہ اندر سے کوئی آدمی باہر نہ جانے پائے۔ اس کے بعد اُس نے مزار عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ ہشام اور اُس کے ہمراہی باغی سرداروں کے گرفتار کرنے کی کوشش کرے اور یہہ ہدایت کر دی کہ بلا ضرورت کسی جان کا نقصان نہ ہونے پائے اور بدر کو کہا کہ وہ تلاش کرے کہ ہشام نے ان عورتوں کو جہاں ٹھہرایا ہوا ہے۔ عبداللہ اور بدر دونوں کو اُس محل کی طرف جانا تھا جہاں ہشام ٹھہرا ہوا تھا۔ اہل شہر کو جب معلوم ہو گیا کہ خود امیر عبدالرحمٰن ان کے شہر میں موجود ہے تو انہوں نے امیر المومنین کیواسطے دعاؤں کے نعرے بلند کئے جس سے ہشام کی فوج کے لوگوں کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی اور عبداللہ اور بدر کے مقابلہ میں ایک شخص نے بھی ہاتھ نہ اُٹھایا۔ اور وہ دونوں بے کھٹکے محل کے پاس پہنچ گئے۔ ہشام کے بعض سرداروں نے اُس وقت بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی اور مختلف سمتوں کی طرف دوڑے مگر ہشام گرفتار ہو گیا۔ اور عبداللہ نے اُس کو قابو کر لیا۔

بدر نے اس وقت ہشام کے خوف زدہ ملازموں میں سے ایک شخص سے دریافت کیا کہ ”وہ عورتیں کہاں ہیں جو ہشام بسطام بربری کے پاس سے لایا ہے“

ملازم جان چکے تھے کہ ہشام آخر کار بازی ہار چکا ہے اور اُن کو اپنی جانوں

کی سلامتی فاتحین کی خوشنودی پر منحصر معلوم ہوتی تھی اس ملازم نے جواب دیا کہ "اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو بتا دیتا ہوں"

بدر کے اشارہ کرنے پر وہ اُس کے ساتھ چل پڑا اور چند کمروں میں سے گذر کر ایک بہت بڑے کمرہ کے دروازہ پر پہنچ کر اس نے کہا کہ سب کی سب عورتیں اسی کمرہ میں ٹھہری ہوئی ہیں - بدر نے اپنے ہمراہیوں کو وہیں ٹھہر جانے کو کہا - اور خود آہستگی سے دروازہ کھول کر کمرہ کے اندر داخل ہوا اور سلام علیک کہا - اس آواز کو سُن کر سب کی نگاہیں اس پر جا پڑیں - زوارہ اور سلمہ نے نہایت حیرت سے دیکھا کہ بدر وہاں کس طرح آ پہنچا ہے - مگر بدر کی نگاہ ان پر نہ پڑی - اسی اثنا میں ایک آواز آئی کہ "بدر میں تمہارا انتظار کر رہی تھی"

یہ راحہ کی آواز تھی - بدر نے اُس طرف دیکھا اور بہت جلدی سے راحہ کے سامنے پہنچ کر اس کے قدموں پر گر پڑا - راحہ نے اس کے ماتھے کو بوسہ دیا - اور پیار کیا اور پوچھا کہ "عبد الرحمن کہاں ہے"

بدر: "امیر المومنین نے مجھے پہلے بھیجا ہے کہ دیکھوں کہ جناب کہاں ہیں - اب میں جا کر اُن کو اطلاع کرتا ہوں"

زوارہ اور سلمہ کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ یہ ماجرا کیا ہے - مگر ہر ایک نے ان میں سے یہ سمجھا کہ راحہ کوئی بلند مرتبہ کی خاتون ہے - اور یہ کہ امیر المومنین وہاں آنے والے ہیں - وہ سب راحہ کے دونوں طرف فاصلہ پر ادب سے ہو بیٹھیں - تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عبد الرحمن کمرہ میں داخل ہوا - راحہ اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے بڑھی

عبدالرحمٰن نے ماں کو دیکھ کر ایک دردناک چیخ ماری اور دوڑ کر اُس کے قدموں پر گر پڑا۔ راحمہ نے بلند آواز سے روتے ہوئے اُس کے سر کو پکڑ کر اُٹھایا اور گلے سے لگا کر اُس کا مونہہ چوما۔ اس کیفیت کو دیکھ کر تمام عورتوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر مریم اور حوارہ حیرت کی تصویریں بنی ہوئیں اس ماجرا کو دیکھ رہی تھیں۔ عبدالرحمٰن نے اپنی ماں سے علیحدہ ہو کر اپنی ہمشیرہ کو گلے لگا کر اُس سے پیار کیا اور اُس کے قریب ہی مریم اور حوارہ کھڑی تھیں۔ عبدالرحمٰن کی متجسس نگاہ نے اُن کو دیکھا تو وہ مریم کی طرف بڑھا۔ اُس وقت تک حوارہ گو حیرت زدہ تھی مگر اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے کھڑی تھی۔ عبدالرحمٰن کے قریب پہنچنے پر اُس کے مونہہ سے الفاظ "میرا جعفر" نکلے اور غش کھا کر گر پڑی۔ تب سب کے سب اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ بدر عبدالرحمٰن کے پیچھے کھڑا ہوا تھا وہ دوڑ کر پانی لے آیا۔ اور حوارہ کو ہوش میں لانے کی کوشش میں مصروف ہوئے۔ اُس وقت بدر نے سلمہ اور زوارہ کو دیکھا اور اب اُس کو اپنی باری میں نہائت تعجب ہوا۔ آنکھوں ہی آنکھوں کے اشاروں سے ایک دوسرے کی خیر و عافیت پوچھی اور جب حوارہ کو ہوش آ گئی تو عبدالرحمٰن کی والدہ اور ہمشیرہ۔ مریم اور حوارہ اور سلمہ اور زوارہ ان سب کو ایک علیحدہ کمرہ میں لے جا کر ٹھہرایا گیا۔ اور عبدالرحمٰن مریم کو یہہ بات بتا کر چلا گیا کہ سردار نعیم اور یونس صحیح و سلامت اُس کے پاس ہیں۔ جب اُن کی طبیعتوں میں کچھ سکون پیدا ہو گیا تو راحمہ نے حوارہ سے پوچھا کہ "یہی تمہارا جعفر تھا جس نے تم کو بربری چور سے بچا لیا تھا"

حوارہ (آنکھیں نیچے کئے ہوئے) "یہی جعفر تھا"

راحمہ "تو یہی میرا بیٹا عبدالرحمٰن ہے۔ جو اندلس (اسپانیہ) کا

المومنین ہے"

حوارہ نے اُس وقت مریم کے ساتھ چپکے چپکے کچھ باتیں کرنی شروع
کیں۔ اور بدر کے ساتھ جو اُن کے تعلقات تھے وہ اُس سے بیان کئے
مریم نے بہت حیرانی سے اس کیفیت کو سُنا اور پھر اُن میں سے ہر ایک
نے اپنی داستان دوسروں کے سامنے بیان کی۔ اور حیرت اور تعجب اور
خوشی کا یکے بعد دیگرے اظہار کیا گیا۔

را حوارہ کے مونہہ کو بار بار چومتی تھی اور سلمہ کو پیار کرتی تھی اور کہتی تھی
مجھے کیا معلوم تھا کہ میری دو بہویں میرے ساتھ اس سفر مصیبت میں
شریک ہیں۔ مگر مجھے خوشی ہے کہ میں عبدالرحمٰن کی محبوبہ کو اُس کے
پاس سلامت لے کر پہنچ گئی ہوں۔

دوسرے روز بسطام کو عبدالرحمٰن کے سامنے پیش کیا گیا۔ گو بسطام
کو معلوم تھا کہ عبدالرحمٰن امیر ہسپانیہ ہے مگر اس بات کا علم اُس کو نہیں تھا
کہ یہ وہی عبدالرحمٰن ہے۔ جس کی تلاش میں وہ ایک مدت تک سرگرداں
رہا ہے۔ عبدالرحمٰن کو دیکھ کر وہ نہایت متعجب ہوا۔ اور عبدالرحمٰن نے اُس کو
سزا دینے کی بجائے اُس کے ہاتھ کے کھوئے جانے پر اظہار ہمدردی
کیا اور اُس کو افریقہ جانے کی آزادی اور بہت سا روپیہ اپنے پاس
سے دیا۔

قرطبہ واپس پہنچ کر عبدالرحمٰن نے حوارہ سے اور بدر نے سلمہ سے
نکاح کیا۔ اس روز اہل قرطبہ نے اس خوشی میں جشن عام منایا۔ اور
رات کو چراغان سے شہر کو بقعہ نور بنا دیا۔ دوسرے روز تمامہ بن
علقمہ کو حاجب کا عہدہ اور خطاب دیا گیا۔ جو عبدالرحمٰن اوّل
کی سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ تھا۔ اور بدر کو وزیر کا لقب

عطا ہوا۔ جو درست درجہ کا رتبہ تھا۔ فقط

تمت تمام شد

فتح ثانی ہسپانیہ

جلد نمبر ۳

سلسلہ داستان پاستان

تاریخ طبع کتاب ہذا از نتائج طبع نقاد مولوی محمد حسین صاحب طبیب احمد آبادی مصحح و مہتمم مطبع چودہویں صدی راولپنڈی

مصدرِ علم و ہنر عالی خیال	آن سراج الدین احمد باکمال
با فصاحت در جہاں گشتہ علم	بہرہ ور از علم علم بالقلم
گلبنِ علمِ معانی را گل است	ساغِ فضل و کرامت را گل است
ہیئتِ معنی بصورت وانمود	در ادب گوئے بلاغت در ربود
حالِ پیشیناں چہ خوش اعجاز کرد	داستانِ پاستاں آغاز کرد
چونکہ شد مطبوع با صد زیب و زین	فکرِ سالِ طبع او کردہ حسین

فی البدیہہ طبع او را گشت سال
داستانِ پاستان بدرِ کمال

۱۳ ۶ ۲۷

اُردو ناول نویسی میں انقلاب

سلسلہ داستانِ پاکستان کا

پہلا ناول

فاتح ہسپانیہ

مصنفہ قاضی صلاح الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا ایڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی

اس سلسلہ کا لکھا جانا اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ قومی تاریخ کے صحیح اور اصلی واقعات اور عظیم الشان حالات نہایت دلچسپ پیرایوں میں اردو زبان میں تحریر کرکے اہلِ ملک کے سامنے پیش کئے جائیں۔ یہ کتابیں عام ناولوں کی طرح بیہودہ سے بالکل نئی طرز کی اور ان ناولوں سے مساوات کا دعویٰ کرسکیں گی جو یورپ کی زبانوں میں لکھی گئی ہیں اور اعلیٰ درجہ کی ادبی تصانیف سمجھی جاتی ہیں۔ اردو خوانوں کی ضیافتِ طبع اور ان کے واسطے حصولِ فوائد کا ذریعہ ہونے کے علاوہ یہ اردو زبان کے واسطے مایۂ ناز اور ہمارے ملک کے ناول نویسوں کے واسطے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہوں گی ہر ایک درجہ کا شخص ان کے پڑھنے سے فائدہ حاصل کرسکے گا۔

داستان کی لاجواب خوبیوں کے لحاظ سے اور ان کی عام مقبولیت پر بھروسہ کرکے ہم یہ دعویٰ اور اقرار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ اُردو زبان میں اس پایہ کی کوئی ناول اس سے پہلے لکھی گئی ہے تو ہم کتاب کو واپس قیمت طلب منظور کرلینے سے قیمت واپس کر دیں گے۔

اس سلسلہ کی پہلی جلد کے حصہ اول کے شروع میں ایک دیباچہ لکھ کر لگایا گیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ناولوں کے لکھے جانے کی غرض کیا ہے اور ناول کی خوبیاں اور عیوب کیا ہوتے ہیں اور یہ بھی دکھایا ہے کہ جن ناولوں کو اُردو زبان میں اعلیٰ درجہ کی ناولیں قرار دیا گیا ہے ان میں کیا کیا عیب اور نقص موجود ہیں اور پہلی جلد کا موضوع دانستہ طور پر ایسا اختیار کیا گیا ہے جس پر پہلے ناول لکھے جا چکے تھے تاکہ ان سابقہ ناولوں کا اس ناول سے مقابلہ کرنے سے دونوں کے عیب و صواب کا اندازہ کیا جا سکے۔

پہلی جلد کا حصہ اول و دوم چھپ کر تیار ہو گئے ہیں دیباچہ کے علاوہ حصہ اول کی ضخامت ۲۵۰ صفحہ سے زیادہ ہے عمدہ کاغذ پر خوشخط چھاپا گیا ہے اور قیمت حصہ اول ایک روپیہ۔ حصہ دوم عہ۔ حصہ اول میں دیباچہ کے بعد اس سلسلہ کی کتابوں کے اشاعت کے طریقہ کا بھی بیان کیا گیا ہے۔

رسالہ چودہویں صدی

جب یہ باور کر لیا گیا تھا کہ چودہویں صدی اپنے اغراض اور فرائض کو پورا کر چکا ہے۔ ایسی ضرورت نہیں رہی جیسی کہ اس کے اجرا کے وقت تھی تو اس کو بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن موجودہ حالات کے لحاظ سے جس میں ایک طوفان بے تمیزی پیدا کیا جا رہا ہے اور چند دیوانہ جماعتوں کے ہاتھ سے حکومت اور رعایا دونوں معرض خطر میں دکھائی دیتی ہیں پھر ضرورت ہے کہ چودہویں صدی کو جاری کیا جائے۔ اس کے مالک و اڈیٹر (قاضی سراج الدین احمد بیرسٹر) کی مصروفیات کی وجہ سے چودہویں صدی کو اعلیٰ درجہ کے اہتمام کے ساتھ چھاپنا صرف رسالہ کی شکل میں ہو سکتا ہے پس آئندہ اس کو ماہواری رسالہ کی شکل میں چھاپا جائے گا حالت اور حیثیت ایسی بنائی جائیگی کہ اس کی آواز مسلمانان ہندوستان کی صدا اس میں ہر ایک قسم کی تاریخی علمی۔ اخلاقی تجارتی اور اصلاحی مضامین درج ہونگے اور وہ مضمون۔ اطلاع یا خبر جو ہندوستان کے مسلمانوں کی دلچسپی یا نفع کا باعث ہو ترک نہ اس رسالہ کو مسلمانوں کی ان تمام عملی کارروائیوں کا جو ان کو ملکی تجارتی یا اصلاحی متعلق کرنی چاہئیں ایک ذریعہ و آلہ بنایا جائیگا اور بہت تھوڑے عرصہ میں یہ دکھایا جائے گا کہ اس رسالہ کی مسلمانان ہندوستان کو کس قدر ضرورت تھی۔

ایک خصوصیت رسالہ چودہویں صدی میں یہ ہوگی کہ کوئی مضمون جو کسی اردو انگریزی یا میں ایسا چھپے گا جو مسلمانوں کے پڑھنے کے واسطے دلچسپ یا مفید ہوگا وہ بلالحاظ ازدیاد ضخامت رسالہ اس میں رسالہ کی ضخامت پچاس صفحہ سے سو صفحہ تک کی ہوگی۔ عمدہ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھا سالانہ [illegible] ہوگا۔ طالب علموں سے للعہ منظور کر لئے جائینگے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں کہ رسالہ زور و رسالہ کے واسطے ایک سب اڈیٹر کی ضرورت ہے جس کو تنخواہ دی جائیگی اور قابل مضمون نگار ہونگے جن کو معاو

المشتہر

منیجر چودہویں صدی راولپنڈی